ریح العبیر

فی شرح

نحو میر

علم نحو پر ایک عمیق و جاندار تحقیق اور نحو میر کی
ایک نہایت واضح اور مفصل شرح

تالیف
علامہ ارشد حسن ثاقب

ادارۃ القریش

رِیحُ الْعَبِیْرِ لَکُمْ وَ نَحْنُ عَبِیْرُنَا
رَهجُ السَّنَابِكِ وَالْغُبَارُ الْاَطْیَبُ

امام عبداللہ ابن المبارکؒ

★ علمِ نحو پر ایک عمیق و جاندار تحقیق اور نحو میر کی ایک نہایت واضح اور مفصل شرح۔
★ یہ شرح نہ صرف نحو میر بلکہ شرح جامی تک تمام نحوی کتب کی تدریس میں اساتذہ کے لئے معاون ہے۔
★ علمِ نحو کی یہ پہلی کتاب ہے جس میں درجنوں عربی اشعار کے علاوہ تیرہ سو (1300) سے زائد قرآنی آیات کو نحوی شواہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

ریح العبیر

فی شرح

نحو میر

تالیف

علامہ ارشد حسن ثاقب

ادارۃ القریش
688/F بلاک گلشن راوی لاہور
0333-0323-4313162, 0333-4040432

نام کتاب .... ریح العبیر فی شرح نحو میر
موضوع .... علمِ نحو
نام مصنف .... علامہ ندارشد حسن ثاقب
کمپوزنگ .... اقراء کمپوزنگ سیکشن
ناشر .... ادارۃ القریش
تعداد 1100
قیمت ....
طابع ....

ملنے کے پتے

ادارۃ القریش F/688 گلشن راوی لاہور۔
042-37466688 , 0300-4422446
اقراء قرآن کمپنی، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔
0321-4473112
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور
مکتبۃ الحسن، اردو بازار، لاہور
مکتبہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی۔

فہرست

تقریظ: از حضرت مولانا خالد محمود صاحب، دامت برکاتہم

استاذ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

علامہ ارشد حسن ثاقب اطال اللہ بقائہ کی شخصیت حلقہ علماء میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ قدیم ادوار کے برعکس موجودہ دور میں جب کوئی شخصیت تقریر وخطابت، ادب وصحافت کے میدان میں نمایاں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ ذہن میں ایک تصور آتا ہے کہ کہیں یہ شخصیت علمی استعداد اور عمق کے اعتبار سے کوری نہ ہو۔ لیکن ماشاء اللہ علامہ صاحب صانہ اللہ عن حسد الحاسدین کا معاملہ اسکے برعکس ہے۔ میرے لیے اس بات پر اتنی دلیل کافی ہے کہ ہمارے استاذ محترم مفتی عبدالرشید صاحب رحمہ اللہ علامہ صاحب کے علمی تعمق اور استعداد کے مداح تھے اور میں ابھی تک اس بات میں اپنے استاذ محترم کا مقلد ہی تھا۔ لیکن حال ہی میں جب میں نے انکے علم نحو کے بارے میں کچھ رسائل مثلاً احکام النسبة، قواعد التصغیر اور کتاب الاعاریب کو بالاستیعاب دیکھا تو یہ تقلید، تقلید رہتے ہوئے مبرہن بالدلائل ہوگئی۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جب فرقِ باطلہ کے خلاف کام شروع کیا تو علامہ موصوف انکے دستِ راست تھے۔ یہ ہمارا تعلیمی دور تھا۔ ہم ان دنوں مفتی صاحب رحمہ اللہ کے پاس جامعہ مدنیہ قدیم میں زیرِ تعلیم تھے اور علامہ صاحب جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد مسجد قرطبہ، قرطبہ چوک مزنگ میں خطیب تھے۔

اس دور میں عربیت کے حوالے سے شروحات کے نام سے مختلف کتب ورسائل منظرِ عام پر ہیں۔ انکو دیکھنے سے بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک دوسرے کی نقل ہیں۔ صرف ونحو کی امہات الکتب اور قدماء صرفی ونحوی حضرات کی تعلیمات تک کسی نے رسائی کی کوشش نہیں کی۔ اس اعتبار سے میرے علم کے مطابق پاکستان میں مولانا ابوالفتح محمد یوسف (صاحب رحیم یار خان) کے علاوہ علامہ صاحب وہ دوسری شخصیت ہیں جن کا صرف ونحو پر موجودہ کام دیکھ کر واضح ہوتا ہے کہ موصوف کی نہ صرف ان قدیم کتابوں تک رسائی ہے بلکہ یہ رسائل موصوف کے صرف ونحو پر قدماء کی کتابوں کے گہرے مطالعے کی غمازی کرتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب ریح العبیر فی شرح نحو میر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ حق تو یہ تھا کہ اسکا بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے بعد اس پر کوئی تبصرہ کیا جاتا لیکن اسکا مسودہ مجھے کچھ تاخیر سے موصول ہوا۔ اب اس بات کا اہتمام کتاب کی طباعت میں تاخیر کا باعث ہوسکتا ہے۔ بہر حال مصنف نے اپنے اسلوب میں نحوی مسائل کو محققانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ خصوصاً حال اور تاکید کی بحث اساتذہ کیلئے بہت مفید ہے۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مشکل مقامات پر جب کسی لفظ کی کوئی ترکیب بن نہ پائے تو اسے فوراً عبارت میں کوئی ذوالحال تلاش کر کے حال بنا دیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات عبارت کے حقیقی مفہوم کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ خصوصا قرآن پاک کی ترکیب میں ایسا تساہل بسا اوقات خطرناک حد تک مفہوم کو تبدیل کر دیتا ہے۔ جیسا کہ متعلق کے بدل جانے سے مفہوم بدل

جاتا ہے۔ اسکی عام فہم مثال ویمدھم فی طغیانھم یعمھون، پیش کی جاتی ہے۔ کہ فی طغیانھم کو یعمھون سے متعلق کرنے میں معتزلہ کا مسلک ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس شرح میں ذو الطائیۃ اور ذاالموصولۃ کے فرق پر تنبیہ بھی قابل مطالعہ ہے نیز اسمائے اشارات میں ذانِ و ذینِ، تانِ وتینِ کے مبنی ہونے پر جو تنبیہ کی گئی زمانۂ حال کے بہت سے اساتذہ کا ذہن اس طرف کم ہی جاتا ہے۔ نیز لائے نفی جنس کے اسم کی بحث بھی کافی مفید ہے۔

الغرض یہ شرح اساتذہ اور منتہی طلباء کیلئے بہت کار آمد ہے۔ بندہ کے نزدیک اساتذہ بھی اس بات کا اہتمام کریں کہ درس سے پہلے اس شرح کا بالاستیعاب مطالعہ تو ضرور بالضرور کریں لیکن طلباء کو صرف نحو میر پڑھائیں شرح پڑھانے کی کوشش میں ممکن ہے طلباء کسی الجھاؤ کا شکار ہو جائیں۔

کتاب کے آخر میں عوامل کا جدول بہت ہی مفید ہے۔ کتاب ایک دفعہ مطالعہ کرنے کے بعد بوقتِ ضرورت صرف جدول پر نظر ڈال لینا کتاب کے سارے مضامین کو ذہن کے سامنے کھول کر رکھ دیتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر اصل مضمون کی طرف دوبارہ رجوع کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال یہ شرح نحو کی کتابوں میں اردو کے اندر ایک مفید اضافہ ہے۔ اساتذۂ نحو کیلئے علامہ صاحب کی ان تمام نحوی کاوشوں کا مطالعہ خصوصاً جو شرح جامی پڑھانے کے شوقین ہوں بہت مفید ثابت ہوگا۔ اور بہت سے الجھاؤ اسکے مطالعہ سے دور ہو جائیں گے۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علامہ صاحب کی صحت وعمر میں برکت عطا فرمائے۔ انکے اس فیض کو عام کردے اور اس کو ان کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ یقیناً اس سے قدیم ائمہ صرف ونحو کی ارواح کو بھی سکون ہوگا۔

کتبہ خالد محمود

استاذ الحدیث وناظم تعلیمات

جامعہ مدنیہ جدید رائے ونڈ روڈ، لاہور

تعارفِ تصنیف ومصنف

از: مولانا **مفتی شاهد عبید صاحب**
نائب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الصادق الامين ، امابعد:

علامہ ارشد حسن ثاقب مدظلہ میرے حقیقی ماموں ہیں۔ پرائمری تعلیم مری میں مکمل کرنے کے بعد راولپنڈی سے قرآن کریم حفظ کیا اور اسی دوران اپنی خوش آوازی ولحن داؤدی سے ضلع راولپنڈی پر تلاوت وقرأت کے حوالے سے دھاک بٹھادی۔ حفظ قرآن کے بعد والد صاحب نے انہیں میٹرک کی تیاری کے لئے ایک ہفتہ فی کلاس کا ٹائم دیا کہ چھٹی سے دسویں تک کی تیاری کرکے امتحان دیدیں۔

انہوں نے اسی رفتار سے میٹرک کی تیاری مکمل کرلی۔ مگر اسی اثناء میں مولانا اسلم خان صاحب نے ان کی سوچ کا رخ پلٹا۔ ان کا ایک جملہ علامہ صاحب کے دل میں ترازو ہوگیا کہ '' آپ جتنی خوبصورت تلاوت کرتے ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ عالم دین بن کر اتنی ہی خوبصورت اس قرآن کریم کی تفسیر بھی بیان کریں '' اس جملے نے سوچ کا دھارا بدلا اور انہوں نے مولانا محمد اسلم خان صاحب ہی سے صرف ونحو کا آغاز کردیا۔ اس وقت مولانا اسلم صاحب سیالکوٹ کے محلّہ حاجی آباد کے ایک مدرسہ میں مدرس تھے۔ چونکہ درمیان سال میں فیصلہ ہوا تھا' اس لئے پڑھائی کیلئے صرف چھ ماہ کا عرصہ ملا۔ لیکن استاذ اور شاگرد کی رغبت ومحنت نے ایسا رنگ دکھایا جو سال بھر کی پڑھائی پر بھی خال خال ہی نظر آتا ہے۔ ایک ماہ سات دن میں ارشاد الصرف مکمل کرکے بقیہ مدت میں نحومیر، نظم مائة عامل، شرح مائة عامل عبدالرسول، شرح مائة عامل ملاجامی، هداية النحو اور نور الايضاح مکمل ترکیب سمیت ختم کرکے عربی عبارت میں مہارت حاصل کرلی۔

میرے دادا جان اور مہتمم جامعہ اشرفیہ حضرت مولانا عبید الله صاحب دامت برکاتہم (اللہ تعالیٰ ان کا شفیق سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھیں۔ آمین) کو جب یہ کوائف معلوم ہوئے تو انہوں نے مولانا اسلم صاحب کو جامعہ اشرفیہ میں بطور مدرس آنے کی دعوت دے دی۔ اپنی مادرِ علمی میں خدمت سے بڑھ کر کسی معلم کیلئے اور کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے؟ مولانا نے بصد خوشی اس سعادت کو قبول کیا اور لاہور تشریف لے آئے۔ جن کے ذمہ صرف دو شاگردوں کو پڑھانا تھا۔ ایک علامہ صاحب کو اور ایک ہمارے چچا جان محترم حافظ اسعد عبید صاحب کو۔ اس سال علامہ صاحب نے نحو میں کافیه، شرح جامی، فقہ میں قدوری، منطق میں ایساغوجی، مرقات، قطبی، صرف میں مراح الارواح اور فصول اکبری مکمل کیں۔

مولانا اسلم خان صاحب کا طرز کافیہ پر مفصل ابحاث پڑھانے کا تھا۔ چنانچہ حضرت مفتی جمیل احمد

صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کئی بار عصر کے بعد شوق سے ان سے وہ بحثیں سنا کرتے اور فرماتے کہ آج کے دور میں محنت تو ختم ہو کے رہ گئی ہے۔ کہیں تھوڑی بہت نظر آتی ہے تو آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے۔

اس کے بعد دو سال حسن ابدال اور دو سال حضرو میں جید ترین علمائے کرام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغفور مولانا صابر صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب اور حضرت مولانا محمد امتیاز صاحب سامنے زانوئے تلمذتہہ کرتے ہوئے دورہ حدیث جامعہ اشرفیہ سے کیا۔ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی ؒ سے بخاری شریف، حضرت مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازیؒ سے ترمذی شریف، حضرت مہتمم صاحب سے طحاوی شریف، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب اشرفی سے مسلم شریف، حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی سے نسائی شریف اور حضرت شیخ الحدیث مولانا صوفی محمد سرور صاحب دام ظلہم سے ابو داؤد شریف کا استفادہ کیا۔

دورۂ حدیث میں ہر استاذ کا تقاضا ہوتا ہے کہ تیز، صاف اور صحیح عبارت پڑھنے والا طالبعلم عبارت پڑھے۔ بالخصوص حضرت مہتم صاحب، صوفی محمد سرور صاحب۔ اور مولانا محمد موسیٰ صاحب کی کلاس میں عبارت پڑھنا بہت مشکل ہوتا تھا۔ اپنے سال میں ہر استاذ کے آگے عبارت پڑھنے میں سب سے پہلا نمبر علامہ صاحب ہی کا ہوتا تھا۔

عربیت سے لگاؤ:۔

صرف ونحو میں کامل مہارت کے علاوہ عربی زبان سے لگاؤ اور رواں عربی بول چال پر علامہ صاحب نے درجۂ ثالثہ سے مکمل دسترس حاصل کرلی تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ عرب وفود اور تبلیغی جماعت میں آنے والے عرب احباب اور اپنے اساتذہ کے درمیان انہیں ترجمان بن کر بیٹھنا پڑتا۔

ان دنوں جامعہ اشرفیہ میں جامعۃ الازھر الشریف (مصر) کی طرف سے عربی زبان سکھانے کے لئے ہمیشہ ایک مدرس چار سال کے تقرر پر رہا کرتے تھے۔ جامعہ میں جتنے بھی مصری اساتذہ رہے ان کا زیادہ تر سروکار علامہ صاحب ہی سے ہوتا تھا کہ انہیں عربیت پر عبور بھی حاصل تھا اور انہیں وقت بھی آسانی سے دے سکتے تھے۔

ہزاروں علماء میں انتخاب:۔

جامعہ اشرفیہ کی ساٹھ سالہ تقریبات کے سلسلہ میں امام حرم مکی حضرت شیخ عبدالرحمن السدیس شاہ سعودی عرب کی خصوصی ہدایت پر پاکستان تشریف لائے اور جامعہ کی تقریب میں شریک ہوئے۔ ان کے اعزاز میں جامعہ نے جو مختلف پروگرام ترتیب دیئے ان میں ایک پروگرام ساٹھ سالوں میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے والے تمام فاضلین کے درمیان حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب، مہتمم جامعہ اشرفیہ کی طرف سے اجازت حدیث کی ایک خصوصی سند کی تقسیم کا پروگرام تھا۔ جامعہ کی طرف سے یہ

پروگرام ایوان اقبال کے پروقار ہال میں منعقد کیا گیا۔ حضرت شیخ سدیس کے ساتھ سعودی سفیر اور دیگر عرب مہمان بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ ادھر جامعہ سے فارغ ہونے والے ساٹھ سالوں کے فاضلین کا جم غفیر بھی موجود تھا۔ ایسے موقعہ پر ضرورت اس امر کی تھی کہ پروگرام کی میزبانی اور سٹیج کی ذمہ داری کسی ایسے شخص کو دی جائے جو فی البدیہ عربی بولنے پر کامل دسترس رکھتا ہو اور اس کی عربیت بھی فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کی ہو اور بولنے کی روانی، تلفظ اور لب و لہجے میں بھی عجمی ہونے کا اظہار نہ ہوتا ہو۔ ان تمام معیارات کی کسوٹی پر چاروں طرف نگاہ دوڑانے کے باوجود علامہ صاحب کے علاوہ کوئی پورا اترتا نظر نہیں آتا تھا جس کی عربی زبان پر پوری مہارت بھی ہو، بولنے میں روانی بھی ہو، لب و لہجہ مکمل عربی ہو اور تلفظ بھی مکمل عربی ہو۔ چنانچہ جامعہ کی انتظامیہ نے علامہ صاحب کا انتخاب کر کے یہ عظیم ذمہ داری انہیں سونپی ۔ یہ پروگرام پاکستان کے تمام ٹی وی چینلز نے براہ راست دنیا بھر میں دکھایا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس عظیم ذمہ داری کے لئے علامہ صاحب کو تیاری کا موقعہ بھی نہیں ملا۔ عین وقت پر پروگرام شروع ہونے سے دس منٹ پہلے انہیں مطلع کیا گیا اور انہوں نے اتنی خوبصورتی اور چابکدستی سے سٹیج سنبھالا اور عربی میں کمپیئرنگ کر کے تمام فاضلین جامعہ ہی کو نہیں بلکہ عرب مہمانوں کو بھی درطہ حیرت میں ڈال دیا۔ پروگرام کے دوران تین بار سعودی سفیر اور شیخ سدیس نے انہیں اپنے پاس بلا کر (ہمارے سامنے) اعتراف کیا کہ اتنی فصیح و بلیغ 'روان' شستہ اور فی البدیہ عربی کی ہم کسی پاکستانی سے توقع نہیں کر سکتے تھے۔

ان کے عربی ذوق کو حضرت مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ان کی تلاوت کے بہت ہی مداح اور قدر دان تھے۔ کوئی شک نہیں کہ اس زمانے میں علامہ صاحب کی تلاوت پورے عروج پر تھی۔ ایک دفعہ ڈیرہ اسماعیل خان سے حضرت کے چند مہمان آئے ہوئے تھے۔ علامہ صاحب نے گذرتے ہوئے حضرت کو سلام اور مصافحہ کیا تو حضرت نے بڑی محبت سے اپنے مہمانوں سے ان کا یوں تعارف کرایا کہ "بھئی یہ ہمارے بڑے چہیتے شاگرد ہیں۔ ہمیں ان کی تلاوت بہت پسند ہے۔ جب یہ نماز پڑھاتے ہیں تو ہم ان کے پیچھے روتے ہیں" حضرت مولانا موسیٰ صاحبؒ نے اس بات کا تذکرہ کئی سال تک دورۂ حدیث کی کلاس میں کیا۔

چار سو صفحات کی تصحیح ایک دن میں کی:۔

سالانہ امتحانات کے دنوں علامہ صاحب جب ترمذی شریف کا پرچہ دے کر نکلے تو حضرت مولانا محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ کے ایک ملازم کو بھیج کر واپس بلوالیا۔ یہ گھبرائے ہوئے گئے کہ نجانے کوئی غلطی ہوگئی ہے یا استاذ جی کو کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے، پرچے کے فوری بعد اللہ جانے کیوں بلوالیا ہے؟ گھبرائے اور ڈرے ہوئے امتحانی ہال میں پہنچے تو حضرت نے فرمایا کہ میری کتاب فتح العلیم کا پروف آیا ہے، اس کی تصحیح کرنی ہے۔ چونکہ امتحان جاری تھے، اگلے پرچوں کی تیاری بھی کرنا تھی، اس لئے استاذ اور شاگرد نے ایک ہی دن میں تقریباً چار گھنٹے میں بیٹھ کر چار سو سے زائد صفحات کی اس کتاب کی تصحیح کا عمل مکمل کرلیا۔

درس وتدریس اور تصنیف وتالیف:۔

حضرت علامہ صاحب نے فراغت کے بعد جامعہ اشرفیہ ہی سے تدریس کا آغاز کیا اور اپنی تدریس کا زیادہ تر زور عربی زبان اور صرف ونحو پر رکھا۔اس کے ساتھ منطق، اصول اور فقہ میں بھی اسباق پڑھاتے رہے۔پھر کچھ عرصہ کے لئے جامعہ کے انتظامی شعبہ کے ساتھ بھی وابستہ ہوئے اور مرحوم قاری نثار احمد عثمانیؒ کی خواہش اور فرمائش پر بطور نائب ناظم جامعہ اشرفیہ قاری صاحب کے ساتھ معاون اور نائب ناظم تعلیمات کے طور پر جامعہ کی خدمت کی۔

عربی ترجمہ کامرکز:۔

اسی دوران جامعہ اشرفیہ میں عربی انگلش ترجمہ کے لئے ثاقب ٹرانسلیشن سینٹر کی بنیاد رکھی جس نے دنوں میں ملک بھر میں اپنے نام اور کام کالوہامنوایا۔اسلام آباد میں موجود تمام عرب ممالک کے سفارت خانوں میں ثاقب ٹرانسلیشن سینٹر کا ترجمہ معتبر سمجھا جاتا ہے۔ان کے جامعہ سے چلے جانے کے بعد یہ سینٹر اب ہم چلا رہے ہیں لیکن نام آج بھی علامہ صاحب ہی کا چل رہا ہے۔

جامعۃ حسن الاسلامیہ کا قیام:۔

اپنی تدریسی وعلمی صلاحیتوں کو اپنے اعلیٰ وعربی ذوق کے مطابق استعمال کرتے ہوئے علامہ صاحب نے ۱۹۸۵ میں جامعة حسن الاسلامیه کی بنیاد رکھی۔جہاں طلباء میں عربی ذوق بیدار کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔جامعة حسن الاسلامیه کے فاضل علماء آج ملک کے کونے کونے میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اقراء دارالاطفال کا قیام:۔

۱۹۹۹ء میں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کریم حفظ کرانے کے لئے ایک نئے تجربے کا آغاز کیا۔اس سے پہلے عام اداروں میں یہی رواج تھا کہ حفظ کے دوران کلاسز ڈراپ کروائی جاتی ہیں۔جبکہ عام اقراء اداروں میں تو قاعدہ اور ناظرہ کے ساتھ بھی کلاسز ڈراپ کر دی جاتی ہیں۔علامہ صاحب نے یہ عملی طور پر ثابت کیا کہ حفظِ قرآن کے ساتھ انگلش اور میتھ وغیرہ پڑھانے سے طالبعلم پر کسی قسم کا ذہنی بوجھ نہیں پڑتا ہے نہ ہی اس کی وجہ سے حفظ کی رفتار یا معیار میں کمی آتی ہے۔

تراجم وتصانیف:۔

تراجم میں انہوں نے فقیہ ابو اللیث سمر قندیؒ کی تنبیه الغافلین ،امام طبرانیؒ کی کتاب الاوائل امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ کی موطأ الامام محمدؒ،امام ابویوسف کی الرد علی سیر الاوزاعی کا ترجمہ کیا۔جن میں چند تراجم اور تقریباً بارہ دیگر تصنیفات کے مسودے گردش زمانہ کا شکار ہو کر ضائع ہو گئے۔

تصنیفات میں (۱) اربعین برائے طلبہ وطالبات (سال اول کے طلبہ طالبات کی اصلاح کے لئے چہل حدیث)(۲) اربعین برائے خواتین (گھریلو خواتین کی دینی تربیت کے لئے چہل حدیث)(۳) ضروری مسائل برائے خواتین (خواتین کے روزمرہ کے فقہی مسائل پر نہایت جامع اور مفید تألیف)(۴) منتخب قرآنی نصاب (دس منتخب قرآنی سورتوں کا خلاصہ، لفظی ترجمہ، بامحاورہ ترجمہ اور مختصر تفسیر)(۵) مدنی قاعدہ (قرآن پاک کی تعلیم سے پہلے عربی کے درجنوں قاعدے مدارس میں متعارف ہیں جن میں سرفہرست نورانی قاعدہ ہے جس کی افادیت، مقبولیت اور ہمہ گیر پزیرائی شک وشبہ سے بالا ہے۔ مگر علامہ صاحب نے مدنی قاعدہ جن خوبیوں اور فنی باریکیوں کوملحوظ رکھتے ہوئے ترتیب دیا ہے انہیں سامنے رکھتے ہوئے بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ آج تک سامنے آنے والے تمام قاعدوں کی مجموعی خوبیاں اس اکیلے قاعدے کے ہم پلہ نہیں۔

رنگوں سے تجویدی قواعد کی رہنمائی:۔

فنی باریکیوں اورخوبیوں کے علاوہ علامہ صاحب نے اس قاعدے سے رنگین تجویدی طرز تفہیم کا آغاز کیا۔ جواس قدر مقبول ہوا کہ بالآخر اسے مکمل تجویدی قرآن کریم کی منزل تک پہنچانا مجبوری بن گیا۔ چونکہ یہ کام بہت بڑا اور مہنگا تھا۔ اس لئے علامہ صاحب نے حضرت مولانا سید حبیب اللہ شاہ صاحب کے ساتھ مل کر قرآن کریم کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ پاکستان میں سب سے پہلے یہی رنگین تجویدی قرآن پاک تیار کرلیا گیا۔ جب اس کی مقبولیت بڑھی تو اب ماشاء اللہ ہر ادارہ رنگین تجویدی قرآن کریم شائع کررہا ہے۔ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ سال ہاسال سے پاکستان میں جو بری رسم چل پڑی ہے کہ انگلش کی کتب تو اعلی در آمدی کاغذ پر شائع کی جاتیں مگر قرآن پاک ردی اور اخباری کاغذ پر چھاپا جاتا تھا۔ اب مارکیٹ میں یہ رجحان پیدا ہوگیا ہے کہ قرآن کریم بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کاغذ پر چھاپا جائے۔

(۶) اقرأ دار الاطفال (علامہ صاحب کی زیرادارت چلنے والا حفظ قرآن اور عصری تعلیم کا ادارہ) کے طلبہ کے لئے اسلامیات کی چھ کتب۔ (۷) کتاب الاضافۃ: جس میں اضافت سے متعلق بے شمار بحثوں کو یکجا کیا گیا ہے۔ کون سے اسماء لازماً مضاف ہوتے ہیں، کون سے کبھی بھی مضاف نہیں ہوتے؟ کون سے مضاف ہوبھی سکتے ہیں اورنہیں بھی؟ پھر واجب الاضافت میں کون سے مفرد کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ کون سے جملہ کی طرف؟ پھر مفرد میں کون سے صرف اسم ظاہر کی طرف؟ کون سے صرف اسم ضمیر کی طرف؟ کون سے دونوں طرف؟ اور جملہ کی طرف مضاف ہونے والے اسماء میں سے کون سے جملہ اسمیہ کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ کون سے جملۂ فعلیہ کی طرف؟ اور کون سے دونوں کی طرف۔ پھر واجب الاضافت میں کون سے اسماء سے اضافت مقطوع کی جاسکتی ہے؟ کون سے اسماء سے نہیں کی جاسکتی؟ اضافت سے مضاف پر کیا اثرات پڑتے ہیں؟ مضاف الیہ پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ پھر یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے سے آیا (جمع مذکر سالم کے سوا) ہر اسم کو لازماً رفع ضمۂ تقدیری سے نصب فتحۂ تقدیری سے اور جر کسرۂ تقدیری سے دینا پڑے گی جیسا کہ نحومیر اور ھدایۃ النحو میں کہا گیا ہے؟ یا اس عمومیت کے

ساتھ ہر اسم کے اعراب کا تقدیری ہونا بھی محلِ نظر ہے اور جن کو تقدیری اعراب ملتا ہے ان کو ضمہ ، فتحہ اور کسرہ کی اس تفصیل سے ملنا بھی مشکوک ہے جو نحو میر اور ھدایۃ النحو میں بتلائی گئی ہے۔ پھر یہ کہ اضافت الی الیاء کی صورت میں عام طور پر خود یائے متکلم پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اور خاص طور پر منادیٰ کے آخر میں آنے پر یاء پر کیا اثرات پڑتے ہیں۔

غرضیکہ کتاب بظاہر بہت چھوٹی سی ہے، لیکن پڑھنے کے بعد آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ **مَا لِهٰذَ الْكِتَا بِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَ ةً اِلَّآ اَحْصَاهَا !!**

(۸) قواعد التصغیر : ہمارے ہاں تصغیر اور نسبت کو صرف کی بحث میں شامل ہی نہیں سمجھا جاتا۔ صرف کی کتب میں ایک دو قوانین بیان کئے جاتے ہیں اور گردانوں کے آخر میں صرف ایک ایک مذکر و مؤنث صیغہ اور وہ بھی مفرد کا لاکر ہم لوگ تصغیر سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اس سے کئی غلط فہمیاں جنم لے رہی ہیں۔ چنانچہ عام طور پر یہ سمجھا جا رہا ہے کہ (۱) تصغیر صرف اسم مشتق کی ہوتی ہے۔ حالانکہ جامد کی بھی ہوتی ہے بلکہ زیادہ ہوتی ہے۔

(۲) عام طور پر یہ گمان کیا جاتا ہے کہ تصغیر صرف مفرد کی ہوتی ہے حالانکہ تثنیہ اور جمع کی بھی ہوتی ہے۔ اور تصغیر کے ضوابط کا تو حال نہ پوچھیں۔ آج ملک بھر میں شاید ہی کوئی بتلا سکے کہ جمع سالم کی تصغیر کیسے بنتی ہے اور جمع سالم اور مکسر کی تصغیر کے قواعد ایک جیسے ہیں یا اس کے ضوابط مختلف ہیں؟ مختلف ہیں تو جمع کثرت کی کیسے بنتی ہے اور جمع قلت کی کیسے؟ اس کے علاوہ بے شمار ابحاث اور پچاس کے لگ بھگ صرفی قوانین کا اس کتاب میں احاطہ کیا گیا ہے۔

(۹) احکام النسبۃ : تصغیر کی طرح نسبت بھی ہماری صرفی بحث سے خارج ہے۔ علامہ صاحب نے ساٹھ کے لگ بھگ صرفی قوانین بیان کر کے عربی زبان کے ہر طرح کے اسم کو منسوب بنانے کے قواعد سے بھی روشناس کرایا ہے اور ہر مقام پر شاذ نسبتوں سے بھی طلبہ کو آگاہ کیا ہے۔

(۱۰) المؤنث واحکامہٗ فی اللغۃ العربیۃ : اس کتاب کے پہلے باب میں تانیث کے ہر طرح کے احکام جمع کئے گئے ہیں اور دوسرے باب میں سینکڑوں کلمات کا احاطہ کر کے ان کے مذکر و مؤنث ہونے یا مشترک ہونے کا حکم بیان کیا ہے۔ (۱۱) بدایۃ النحو : سال اول کے طلبہ کے لئے علامہ صاحب کی نحو کے موضوع پر یہ انتہائی شاہکار تالیف ہے۔ مسائل نہایت وضاحت سے بیان کئے گئے ہیں، ہر مسئلے کے ساتھ روز مرہ کی عربی زبان اور قرآن کریم سے مثالوں کے انبار لگا دیئے ہیں۔ اساتذہ اور طلبہ کو ضَرَبَ زیدٌ اور قامَ زیدٌ سے باہر نکالنے کے علاوہ براہ راست قرآن کریم سے مثالوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ کئی ابحاث ایسی شامل کی ہیں جو مطولات میں بھی نہیں بتلائی جاتیں اور ساتھ ساتھ ترکیب کا تدریجی وارتقائی انداز میں آغاز کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں پچاس مختلف قسم کے جملوں کی ابتدائی ترکیب عربی زبان میں دے کر ہر طرح کے عربی کلمہ کی ترکیب کروادی ہے۔ (۱۲) بدایۃ الصرف : سال اول کے طلبہ کے لئے صرف کی جامع ترین کتاب! برصغیر میں اس سے پہلے اتنی جامع کتاب صرف کے موضوع پر تصنیف نہیں کی گئی! ارشاد الصرف میں صرف کے کل چوراسی (۸۴) قوانین ہیں۔ بدایۃ الصرف دوسو

پانچ (۲۰۵) قوانین پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ علم کے کتنے بڑے اور اہم ذخیرے سے ہم صدیوں سے محروم چلے آرہے ہیں۔ کتاب کے کئی مباحث بالکل نئے اور نہایت تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ حروف زائدہ پر ایسی بحث آپ نے کبھی دیکھی ہوگی نہ سنی ہوگی۔ تصغیر اور نسبت کو باقاعدہ صرف کا حصہ بنا کر ان کے درجنوں قوانین بمعہ امثلہ درج کئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں تمام اسمائے مشتقہ، ثلاثی مجرد، ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ کی تصغیر کی پوری پوری گردان دی ہے۔ اور ہر باب کے آخر میں کئی مصادر دیکر ایک طرف اساتذہ کے لئے اجراء کا راستہ ہموار اور آسان کیا ہے، دوسری طرف طلبہ کو الفاظ کا ترجمہ سکھا کر ان کے علم اور ذخیرہ الفاظ میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ ہر باب کے آخر میں صیغوں کا اجراء نہایت تفصیل سے کرایا ہے۔ کتاب میں اڑھائی ہزار سے زائد صیغے اجراء کے لئے شامل کئے گئے ہیں۔

بدایہ الصرف کی ایک نمایاں خوبی:۔

لیکن علامہ صاحب کی تصنیف (اور اصل میں ان کے طرزِ تدریس) کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ صرف عربی کا صیغہ نہیں پوچھتے کہ اِضْرِبُوا کیا صیغہ ہے؟ اس کا ترجمہ کیا ہے؟ وغیرہ۔ یہ اجراء تو ضروری ہے اور دیگر اساتذہ کی طرح وہ بھی کرواتے ہیں۔ ان کے طرز تدریس کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ پہلے باب ہی سے طلبہ کو اردو صیغے نکالنے کا ماہر بنا دیتے ہیں۔ مثلاً: مارو تم دو مرد'' کیا صیغہ بنتا ہے؟ اب طالبعلم بتلائے گا: اِضْرِبَا۔ ایک دو دن تو طالبعلم کو دقت ہوتی ہے مگر پہلے باب ہی میں اس کی عربیت کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔

(۱۳) کتاب الاعاریب: علامہ صاحب شروع سے اپنے طلبہ کو عربی میں ترکیب کراتے ہیں۔ ان سے ایک باب کی عربی میں ترکیب نکالنے کے بعد طالبعلم فرفر عربی بولنے لگتا ہے۔ میں ایک ایسی شخصیت کو جانتا ہوں جنہوں نے ایک باب کی صرف بیس پچیس تراکیب علامہ صاحب سے پڑھی تھیں آج ان کی عربی زبان میں ایک قابل قدر تصنیف شائع ہوکر اساتذہ و مدرسین کے ہاں مقبول ہو چکی ہے۔

اس کتاب میں نہ صرف طالبعلم کو عربی میں ترکیب کرائی گئی ہے بلکہ ہر لفظ کی ترکیب کرتے وقت ہر بار اسے عربی میں یہ دھرانا پڑتا ہے کہ یہ اسم یا فعل یا حرف میں سے کیا ہے؟ پھر یہ معرب ہے یا مبنی؟ پھر مبنی ہے تو کس پر؟ اور معرب ہے تو اس کا اعراب اسے کیسے دیا جاتا ہے؟ پھر عامل ہے یا غیر عامل؟ عامل ہے تو کس پر اور کیا عمل کرتا ہے؟ یہ ساری باتیں جب ہر ہر ترکیب کے ہر ہر لفظ کے ساتھ طالبعلم بار بار دھراتا ہے تو نہ صرف یہ کہ عربی زبان پر اس کی روانی ہفتوں نہیں بلکہ دنوں میں مضبوط اور مستحکم ہو جاتی ہے بلکہ پوری نحو بھی اس کی مٹھی میں آ جاتی ہے۔

(۱۴) ستون درسًا فی اللغۃِ العربیۃ: مدارسِ دینیہ میں عربی زبان سکھانے کا کوئی مربوط نظام نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ذکر کرتے آئے ہیں کہ علامہ صاحب کا عربیت کا ذوق نہایت اعلیٰ ہے۔ انہیں اس بات پر شدید رنج ہوتا ہے کہ مدارس میں پڑھنے

والے طلبہ آٹھ سال تک مسلسل عربی کتب پڑھنے کے باوجود عملی طور پر عربی زبان کے دو جملے تک نہیں بول سکتے۔ ملک بھر میں آٹھ لاکھ سے زائد علماء اور فاضلین موجود ہیں لیکن عربی بولنے پر صحیح قدرت رکھنے والوں کی تعداد آٹھ سو بھی نہیں ہے۔

انہوں نے صرف، نحو، ترکیب کی کتب میں بھی اسی حقیقت کو سامنے ملحوظ رکھتے ہوئے عربیت کی بنیاد رکھنے کی سعی کی ہے۔ اور یہ کتاب صرف اور صرف عربی بول چال اور روزمرہ کے استعمال کے جملے سکھانے کی تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب درجہ اولیٰ کا ذہنی و تعلیمی معیار سامنے رکھتے ہوئے مرتب کی گئی ہے۔ (۱۵) مائة درس في اللغة العربية : یہ کتاب عربیت پر دسترس حاصل کرنے کے لئے دوسرے مرحلے میں پڑھائے جانے کے قابل ہے۔ ستون درسًا پڑھنے کے بعد یہ کتاب پڑھائی جائے تو طالبعلم ہر طرح کے عربی جملے پر پوری قدرت حاصل کر لیتا ہے۔

(۱۶) گلد ستۂ دلہن : مسلم خواتین کی دینی رہنمائی اور اخلاقی تربیت کے لئے نہایت معتمد نہایت مفید اور جامع ترین تصنیف ہے۔ (۱۷) ثاني اثنين : یہ علامہ صاحب کی ایک بالکل منفرد تصنیف ہے۔ تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل اس کتاب میں علامہ صاحب نے صرف وہ آیات قرآنی جمع کی ہیں جو دو کے عدد کو حوالے سے وارد ہیں۔ جیسے: مَرَجَ البحرين ، ايها الثقلان ، عينان تجريان ، يٰذ القرنين وغیرہ۔ اس موضوع پر علامہ صاحب ایک پوری سیریز مرتب کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق ارزاں فرمائیں۔

(۱۸) تخريج الحزب الاعظم : مسنون دعاؤں پر مشتمل حضرت ملا علي القاري الحنفیؒ کا یہ عظیم علمی ذخیرہ قرونِ اولیٰ سے مسلمانوں میں نہایت مقبول رہا ہے۔ برصغیر میں بھی شاید ہی کوئی علمی اور دینی گھرانہ ہو جس میں کم از کم یہ کتاب موجود نہ ہو۔ اس کے تراجم بھی عام ملتے ہیں۔ علامہ صاحب نے اس کی دعاؤں کی تخریج اور مختصر تشریح کر کے ایک بہت بڑا علمی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ (۱۹) ارشاد العاملين : یہ کتاب روحانی شعبے میں عملیات کا شوق رکھنے والے لوگوں کی علمی و عملی رہنائی کا بہترین شاہکار ہے۔ عاملین حضرات کو اس شعبے کی تمام باریکیوں سے آگاہ اور ہر طرح کے خطرات سے روشناس کرانے اور ان سے بچنے کی رہنمائی کرنے میں یہ کتاب بے مثال ہے۔

(۲۰) کتاب الاساليب: جس کے بارے میں مصنف کہہ رہے ہیں کہ اس میں وہ مشکل اور مغلق تراکیب لا رہے ہیں یا ایسے جملے لا رہے ہیں جن کی کئی طرح سے ترکیب ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب: كتاب الاعاريب کے بعد سبقًا پڑھائی جائے تو طلبہ کیلئے کسی قسم کی عربی ترکیب مشکل نہ رہے گی۔

(۲۱) معجم الصرف والنحو : زیرِ نظر کتاب کے بعد علامہ صاحب کی ایک منفرد تالیف منظر عام پر آنے والی ہے۔ اس کی جلد اول کی تصنیف اور کمپوزنگ مکمل ہو چکی ہے۔ تصحیح اور کمپیوٹر پر سیٹنگ کے مراحل باقی ہیں۔ یہ اپنے انداز کی نہ صرف منفرد تصنیف ہے بلکہ برصغیر میں صرف و نحو کے مسائل کی تفاصیل معجمی انداز میں یکجا کرنے کے حوالے سے بالکل پہلی کاوش ہے میں نے اس کے کئی مقامات کا خود مطالعہ کیا ہے۔ کئی مباحث ایسے ہیں جن کا دور دور تک متداول کتب میں سراغ تک نہیں ملتا۔ اللہ کرے کہ نہ

صرف پہلی جلد جلد ہی منظر عام پر آ رہی ہے بلکہ اس کی دوسری دو جلدوں پر بھی جلد کام شروع اور مکمل ہو جائے۔

(۲۲) جامع الوظائف: قرآنی آیات، مسنون دعاؤں، ماثور اذکار اور اکابر سے منقول وظائف و اوراد کا ایسا خوبصورت مجموعہ ہے جو ہماری انفرادی زندگی میں پیش آنے والی بہت سی مشکلوں، آفتوں، مصیبتوں اور پریشانیوں کا روحانی حل پیش کرتا ہے۔

ہم پر کوئی خوشی کا لمحہ آئے یا مصیبت کا، ہمیں کسی خیر کا سامنا ہو یا شر کا، ہر حال میں ہمیں اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہم اللہ سے رجوع کریں۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ مومن کا معاملہ بھی بہت عجیب ہے۔ جب اس پر اللہ پاک کی کوئی عنایت ہوتی ہے تو وہ شکر ادا (کرتے ہوئے رب تعالیٰ کو خوش) کرتا ہے۔ اور جب اسے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہ صبر (کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل) کرتا ہے۔

ہمیں یہی سکھایا گیا ہے کہ مؤمن ہر لمحہ، ہر آن اپنے مالک وخالق سے بندگی اور عبودیت کا تعلق جوڑے رکھے۔ یہ کتاب آداب بندگی بھی سکھاتی ہے اور آداب دعاء بھی!

اس کتاب میں اللہ سے مانگنے اور اس کے ساتھ اپنا بندگی کا تعلق جوڑے رکھنے کے ہزاروں طریقے بیان کئے گئے ہیں۔

خصوصیات: عام فہم ہونے کے علاوہ اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ (۱) آیات قرآنی کو خالص قرآنی خط میں نقل کیا ہے۔ عام عربی کمپوزنگ میں نہیں لکھا گیا۔ (۲) عربی دعاؤں کا سائز اتنا واضح ہے کہ ہر لفظ اور اس کا اعراب آسانی سے پڑھا جا سکتا ہے (۳) چونکہ علامہ صاحب صرف ونحو اور عربی زبان کا بہت اعلیٰ علمی ذوق رکھتے ہیں، اس لئے اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ پوری کتاب میں آپ کو عربی زبان یا اعراب کے حوالے کوئی غلطی نہیں ملے گی۔ دینی مدارس کے طلبہ اس کتاب میں مذکور دعاؤں کی مدد سے اعراب اور ترکیب کی مشق کر سکتے ہیں۔ (۴) بعض دعائیں جو تمام اردو کتب میں غلط الفاظ یا غلط اعراب کے ساتھ لکھی گئی ہیں اور عوام اسی غلط عربی اور غلط اعراب کے ساتھ دعائیں کرنے اور وظائف پڑھنے پر مجبور ہیں، علامہ صاحب نے ہر دعاء کے ایک ایک لفظ اور اس کے پورے اعراب کو سو فیصد درست حالت میں نقل کیا ہے۔ (۵) ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں صرف معلومات کے بل بوتے پر یا کتابوں سے دیکھ کر عملیات نقل نہیں کئے گئے۔ بلکہ اس کتاب کے اکثر عملیات علامہ صاحب کے اپنے بار بار کے تجربہ میں آئے ہوئے ہیں۔ جو چند اعمال اپنے تجربہ کے بغیر نقل کئے بھی ہیں تو وہ اتنی بڑی اور عظیم ہستیوں سے منقول ہیں جن پر آنکھیں بند کر کے اعتماد کیا جا سکتا ہے (جیسے امام دیربیؒ شیخ سنوسیؒ، امام جلال الدین سیوطیؒ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی)۔(۶) کتاب میں قرآن وسنت کی تعلیمات سے متصادم کوئی بھی عمل نقل نہیں کیا۔ ایک دو عملیات کے بارے میں اگر انہیں تردد ہوا ہے تو انہیں محض شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسی عظیم ہستی پر اعتماد کرتے ہوئے نقل تو کر دیا لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کر دی کہ اس عمل کی زبان سمجھ نہیں آ رہی لیکن چونکہ شاہ صاحب نے نقل کیا ہے اس لئے امید ہے کہ اسلامی تعلیمات اور عقیدہ کے خلاف نہیں ہوگا۔ (۷) کئی ابواب میں علمی وروحانی رہنمائی کے ساتھ ساتھ عوام کی ذہنی ودینی تربیت کی عالمانہ ذمہ داری کا بھی پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ اور کسی بھی عمل کو ناحق استعمال کرنے سے قدم قدم پر روکنے کی کوشش کی

ہے۔(۸) کتاب محض عملیات اور وظائف کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ نہایت اعلیٰ اخلاقی مواعظ اور نصائح کا بھی بہت بڑا علمی ذخیرہ ہے۔ (۹) جادو اور جنات پر جتنی خوبصورت، مکمل، مدلل، مفصل، واضح اور تحقیقی گفتگو علامہ صاحب نے (جادو اور جنات کے باب میں) کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اتنی تفصیلات آپ کو کسی اور کتاب میں نہیں ملیں گی۔ اور آخر میں جادوگر کے احکام پر جو علمی اور فقہی بحث کی ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کی علمی پختگی و گہرائی کا شاندار مظہر ہے۔ (۱۰) اس کتاب کا ہر صفحہ قاری کو اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور ہر مشکل، ہر مصیبت میں صرف اسی ذات اقدس کے آگے جھکنے اور اس کے ماسویٰ کسی کے در پہ کبھی نہ جھکنے کی تعلیم دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کتاب عملیات کی نہیں بلکہ درحقیقت ایمانیات اور عقائد کی کتاب بن جاتی ہے۔ (۱۱) اس کتاب کو پڑھنے کے بعد جس چیز کو ہم پوری کتاب کی روح قرار دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ مصنف زندگی کے ہر مشکل مرحلے اور لمحے میں ہمارا ایمان، یقین، توکل، اللہ کی ذات پر اعتماد اور اس کی رحمت کی بھرپور امید دل میں پیدا کرتے ہیں۔ جب آدمی میں امید پیدا ہو جائے اور مایوسی کے بادل اس کے سر سے چھٹ جائیں تو اس میں جینے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسلام کی بنیادی تعلیمات ہمیں ہر لحہ اللہ کی رحمت سے پر امید رہنے اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونے کی تلقین کرتی ہیں۔ قرآن کریم کی دسیوں آیات اور آنحضرت ﷺ کے بیسیوں ارشادات اس اسلامی سوچ کے عکاس وغماز ہیں۔

زیر نظر کتاب:۔

زیر نظر کتاب: ریح العبیر فی شرح نحو میر برصغیر پاک وہند کے دینی مدارس میں صدیوں سے رائج پہلی نحوی کتاب نحو میر کی شرح ہے۔ جیسا کہ علامہ صاحب نے خود مقدمے میں لکھا ہے، یہ شرح انہوں نے صرف پندرہ دن میں قلمبندی کی ہے۔ ان کے پختہ علمی ذوق اور برق رفتار تحریر کو سامنے رکھتے ہوئے اس میں کوئی مبالغہ بھی نہیں ہے۔

اس کتاب میں نہ صرف نحو میر کے ایجاز واختصار کی شرح وتفصیل ہے بلکہ بہت سے نحوی احکام متن پر مستزاد بھی ہیں۔ کئی مسائل میں انہوں نے حضرت میر سید شریفؒ سے اختلاف بھی کیا ہے اور دلائل کے ساتھ اپنا موقف مبرھن بھی کیا ہے۔

بالخصوص لائے نفیِ جنس، منادیٰ، حال اور اعراب کے مباحث میں ان کے قلم کی جولانی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ نحو میر کی ظاہری عبارت سے پیدا ہونے والی یا بعض جگہ اس کی صریح عبارت کی غلط فہمی کا شدت سے ازالہ کرتے ہوئے انہوں نے صحیح نحوی حقائق کو طلبہ کے سامنے لانے کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ تمییز، حال، صفت، غیر منصرف، حروفِ غیر عاملہ اور دیگر کئی مقامات پر جن نحوی حقائق ومعارف سے طلبہ کو روشناس کرایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اتنی زیادہ اور مفصل معلومات تو مطولات میں بھی نہیں ملتیں۔ جو انہوں نے نحو کی سب سے چھوٹی کتاب کی شرح میں جمع کر دی ہیں۔

نحوی شواہد میں علامہ صاحب کی نظر جاہلیت اور قرنِ اول کے شعراء کے کلام پر بھی بہت گہری ہے۔ چنانچہ کتاب الاعاریب،

احکام النسبۃ، کتاب الاضافۃ، المؤنث واحکام فی اللغۃ العربیۃ، بدایۃ النحو اور معجم الصرف والنحو میں قدم قدم پر آپ کو نحو کے شعری شواہد کا ذخیرہ ملے گا۔لیکن ریح العبیر میں شعری شواہد کے مقابلہ میں قرآنی شواہد ان پر ایسا غلبہ ہوا کہ اس چھوٹی کتاب کی شرح میں تیرہ سو سے زائد قرآنی آیات انہوں نے جمع کر دیں۔

جیسا کہ خود انہوں نے مقدمہ میں کیا ہے کہ ہمارا مقصد تو فہم قرآن وسنت ہے۔اس لئے نحو میر کے ہر مسئلے کی مثال قرآن سے لاکر انہوں نے قرآن فہمی کی ایسی مضبوط بنیاد رکھی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔علم نحو کی قدیم وجدید اور چھوٹی بڑی کسی کتاب میں آیات قرآن کا اتنا بڑا ذخیرہ نحوی شواہد کے طور پر پیش نہیں کیا گیا جس پر علامہ صاحب بلاشبہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

یہ کتاب کہنے کو تو صرف نحو میر کی شرح ہے۔لیکن اس کا مطالعہ کر کے اندازہ ہوا کہ اساتذہ کرام کو یہ کتاب صرف نحو میر کی تدریس میں پورا پورا فائدہ دے گی۔

اللہ کرے کہ دینی مدارس کے طلبہ اور اساتذہ اس عظیم علمی ذخیرے سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

(مولانا مفتی) شاہد عبید

نائب مفتی۔جامعہ اشرفیہ لاہور

تقریظ: حضرت مولانا حافظ فضل الرحیم صاحب دامت برکاتہم
نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد:

نحو میر صدیوں سے امتِ مسلمہ کے دینی مدارس میں شاملِ نصاب چلی آرہی ہے۔

یہ چونکہ ابتدائی درسی کتاب ہے، اس لئے نہایت مختصر ہے۔صرف تیس صفحات میں حضرت مصنف نے تمام نحوی مسائل کو مثالوں سمیت جمع فرمادیا ہے۔

طلبہ اور مدرسین کی سہولت کے لئے کئی حضرات نے اس کی شروح بھی لکھیں اور حواشی بھی! جومختلف حلقوں میں پذیرائی بھی حاصل کرتے رہے۔

لیکن برخوردار عزیز علامہ ارشد حسن ثاقب نے ریح العبیر کے نام سے نحو میر کی جو شرح کی ہے اس کی نظیر ہمیں کہیں نظر نہیں آتی۔

شارح نے (۱) بعض مقامات پر تو صرف متن کی توضیح وتشریح پر اکتفاء کیا ہے۔ جو شارح کا بنیادی فرض بھی ہے۔ (۲) بعض جگہ مصنف کی تحریر سے کوئی ابہام پیدا ہوتا محسوس کیا تو اس ابہام کو دور کیا جس سے حقائق منکشف ہونے میں بہت واضح مدد ملتی محسوس ہوتی ہے۔ (۳) بعض مقامات پر انہوں نے کلامِ مصنفؒ میں ابہام کی نشاندہی کی اور پھر اس ابہام کو مناسب انداز میں دور کر کے مسئلہ واضح کر دیا۔ (۴) جبکہ بعض جگہ انہوں نے واضح طور پر حضرت مصنفؒ سے اختلاف کیا اور ان کے بیان کردہ مسئلے پر تعقیب کرتے ہوئے متقدمین ومتاخرین علمائے نحو کا واضح مسلک ہمارے سامنے لائے ہیں۔

علامہ صاحب نے کئی مباحث میں، بالخصوص، تمییز، حال، بدل، توکید وغیرہ کی مباحث میں جس خوبصورتی سے فنی مباحث کو چھیڑا ہے، کم از کم اردو زبان میں علم نحو کو آج تک اتنی خوبصورتی اور وضاحت سے کہیں بھی واضح نہیں کیا گیا۔

اور اس شرح کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس چھوٹی سے کتاب کی شرح میں شارح نے نحوی شواہد کے طور پر تیرہ سو (1300) سے زائد قرآنی مثالیں جمع کر کے ایک عظیم الشان مثال قائم کر دی ہے۔ جس کی نظیر تاریخ میں کسی نحوی کتاب میں نہیں ملتی۔ شارح عزیز نے مجھے بتلایا کہ طوالت کے خوف سے ابھی سینکڑوں مثالیں انہوں نے حذف کر دی ہیں۔

اس سے پہلے بدایۃ النحو کے نام سے انکی مستقل تالیف بھی منظر عام پر آچکی ہے۔ لیکن اس میں انکا رجحان شعری شواہد اور عام روزمرہ کی بول چال کی مثالوں کی طرف زیادہ ہے۔ اگرچہ اس میں بھی عام درسی کتب سے کہیں زیادہ قرآنی آیات سے مثالیں دیگئی ہیں۔ لیکن ریح العبیر میں ایک دو مواقع کے علاوہ پوری کتاب کی تمرینات صرف اور صرف قرآنی آیات پر مشتمل ہیں۔

علامہ صاحب کی اب تک صرف ونحو کے موضوع پر سات کتب طبع ہو چکی ہیں: (۱) کتاب الاضافہ (۲) احکام النسبۃ (۳) قواعد التصغیر (۴) المؤنث واحکامہ فی اللغۃ العربیۃ (۵) کتاب الاعاریب (۶) بدایۃ الصرف (۷) بدایۃ النحو۔ اور یہ آٹھویں تصنیف سامنے آرہی ہے۔ اس کے علاوہ (۱) القاعدۃ فی الصرف (۲) القاعدۃ فی النحو اور (۳) معجم الصرف والنحو (کی ایک جلد) مکمل ہو کر تیاری کے مراحل میں ہیں۔ جبکہ اس موضوع پر ابھی بہت کچھ مزید بھی لکھنا چاہتے ہیں۔

ہماری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم سے علومِ دینیہ کے لئے مزید تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق کی خدمت لیتے رہیں اور ان کی خدمات سے رہتی دنیا تک طلبہ وعلماء کو استفادہ کرنے کے مواقع نصیب فرمائیں۔

وصل اللھم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

(حضرت مولانا) حافظ فضل الرحیم

نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔

تقریظ: استاذ الاساتذہ حضرت مولانا: محمد عبید الله صاحب

مهتمم جامعه اشرفیه، لاهور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُ اللّٰهَ الْغَفُوْرَ الرَّحِيْمَ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْغُرِّ الْمَيَامِيْنِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۔اَمَّابَعْدُ ۔

ربیع العبیر فی شرح نحو میر کا مسودہ چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ مصنف عزیز علامہ ارشد حسن ثاقب نے خوب محنت سے نحوی معلومات کا ایک وقیع ذخیرہ اس میں اکٹھا کیا ہے ۔ اور ہر موضوع پر متن کی عبارت اور اس کے فنی مقاصد کو نہایت کامیابی سے واضح کیا ہے ۔

بعض مقامات پر صاحب متن میر سید شریف سے اختلاف بھی کیا ہے لیکن اپنی رائے کے اظہار میں ادب اور تعظیم کی حدود کا پورا پورا پاس رکھا

اکثر مقامات پر شرح میں اتنا آگے چلے گئے ہیں کہ یہ نحو میر کی نہیں بلکہ کافیہ کی شرح یا شرح جامی کی تقریر معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن اصل خوبی یہ ہے کہ مصنف نے متداول کتب سے زائد اور نہایت کارآمد معلومات اور ابحاث کو موضوعِ سخن بنایا ہے ۔ جس سے طلباء اور اساتذہ کو بہت زیادہ علمی فائدہ ہوگا ۔

عزیز مصنف کی چند نحوی وصرفی تصنیفات اس سے پہلے بھی منصۂ شہود پر آ چکی اور علمی حلقوں سے تحسین وآفرین کا خراج پا چکی ہیں ۔ امید ہے کہ ان کی یہ کاوش بہت جلد علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل کرے گی ۔ اور درسی حلقوں کے لئے علمی نفع کا موجب بنے گی ۔

هٰذَاوَاَرْجُوْلَهٗ وَلِيْ وَلِلْاُمَّةِ كَافَّةً التَّوْفِيْقَ وَالسَّدَادَ ۔ وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَبَارِكْ عَلٰى اَشْرَفِ رُسُلِكَ وَاَكْرَمِ اَصْفِيَائِكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد عبید اللہ (صاحب دامت برکاتہم)
مہتمم جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور ۔

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ والصلوٰۃُ والسلامُ علٰی رسولِ اللّٰہِ امابعدُ:

نحو میر صدیوں سے برصغیر پاک وہند کے دینی مدارس میں علمِ نحو کی ابتدائی کتاب کے طور پر رائج ہے۔
صرف چند صفحات پر مشتمل اس کتاب میں نحو سے متعلق نوے فیصد مسائل پر نہایت جامع مگر مختصر گفتگو کی گئی ہے۔ جو مبتدی طالبعلم کو علمِ نحو سے ابتدائی طور پر متعارف کرانے کیلئے نہایت مفید اور کافی ہے۔

مصنف کا تعارف:

نحو میر کے مصنف حضرت ابوالحسن علی بن محمد بن علیؒ ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ کو صوبہ جرجان کی بستی طاغو میں پیدا ہوئے۔ اسی علاقائی نسبت سے آپ کو جرجانی کہا جاتا ہے۔ ۶ ربیع الاول ۸۱۶ ھ کو وفات پائی اور فصیلِ شیراز کے زیرِ سایہ دفن ہوئے۔
آپ جرجان کے خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے اور آپ نے اوئل عمری میں ہی علوم عقلیہ ونقلیہ میں کمال حاصل کرلیا تھا۔ آپ کی جلالتِ علمی کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے کہ صدیوں سے منتخب درس نظامی میں صرف آپ کی تین تصنیفات (صرفِ میر، نحوِ میر اور میر قطبی) مستقل طور پر شاملِ نصاب چلی آرہی ہیں۔ تینوں موضوعات پر آپ کی مذکورہ بالا تصانیف نہ صرف یہ کہ بلند پایہ علمی تصانیف ہیں بلکہ ان میں یہ اضافی خوبی بھی ہے کہ انہیں درسی کتاب کے طور پر مدارس کے نصاب میں شامل کیا گیا۔
ان کے علاوہ فارسی میں ترجمہ قرآن کریم، حاشیہ بیضاوی، حاشیہ مشکوۃ، حاشیہ مطول (جس میں اکثر مقامات پر علامہ تفتازانیؒ کی تائید کی بجائے ان پر تعقیب فرمائی ہے) حاشیہ ھدایہ، حاشیہ شرح مطالع، شریفیہ فی المناظرہ، شریفیہ شرح سراجی، شرح حکمت الاشراق وغیرہ پچاس کے لگ بھگ کتب تصنیف فرمائیں۔

تصوف واصلاح باطن:

ہمارے اکابر میں تعلیمِ دین کو تب تک ادھورا سمجھا جاتا تھا جب تک اصلاحِ باطن کے لئے کسی ماہر شریعت وطریقت سے باطن کی اصلاح کیلئے رہنمائی نہ لی جائے۔
صاحبِ نحوِ میر نے اصلاحِ باطن کے لئے خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت علاء الدین محمد بن محمد عطار البخاریؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اس طرح اپنے ظاہر کو اسلامی علوم ومعارف سے آراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو اسلامی اخلاقیات وآداب سے پیراستہ فرمایا۔

ریح العبیر:

چونکہ نحوِ میر پاکستان بھر کے تمام مدارس میں شاملِ درس ہے۔ اس لئے ہم نے ریح العبیر کے نام سے مختصر تقریر ابتدائی طلبہ

کے افادہ اور اساتذۂ کرام کی معاونت کے لئے قلم بند کی ہے۔اس سے پہلے ہم نے اردو میں ابتدائی درجہ کے طلبہ کے لئے ایک نہایت سادہ، سلیس، واضح اور آسان کتاب **بدایۃ النحو** لکھی تھی۔ جسے اساتذۂ کرام نے بہت پذیرائی بخشی۔اب یہ مختصر تقریر ہم نے صرف دو ہفتے میں تحریر کی ہے۔امید ہے کہ اب تک نحو میر کی شرح میں لکھی جانے والی تمام شروح وحواشی سے واضح اور مفصل ہوگی۔

بعض مقامات پر ہم نے نہایت ادب کے ساتھ حضرت میر سید شریفؒ سے اختلاف بھی کیا ہے۔اور دلائل کے ساتھ چند حقائق واضح کئے ہیں۔کتاب کے نہایت مختصر ہونے کی وجہ سے نحو میر میں بعض جگہ **ابہام** پیدا ہوا ہے۔بعض جگہ کسی غلط تصور کا **ایہام** پیدا ہوا ہے اور بعض مقامات پر کوئی ضابطہ پیش کرنے میں حضرت مصنفؒ سے **سہو یا تسامح** ہوا ہے۔ہم نے ان مواقع پر حضرت مصنفؒ کی جلالتِ علمی کا اعتراف کرتے ہوئے اصل نحوی حقائق سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ اساتذۂ کرام اس کوشش کو بے ادبی کی بجائے تحقیق تک محدود سمجھیں گے۔

اور اگر کہیں اساتذۂ کرام محسوس فرمائیں کہ ہماری تعقیب غلط ہے۔تو ہماری اصلاح فرمائیں۔ہم انشاءاللہ **علی رؤس الاشھاد**، رجوع بھی کریں گے۔اور غلطی پر مطلع کرنے والے محسنین کا نہ صرف شکریہ ادا کریں گے بلکہ رجوع کو انہی مخلصین کے نام منسوب بھی کریں گے۔

ہماری دیگر تالیفات:۔

صرف ونحو کے فن پر ہماری چند مزید نہایت تحقیقی کتب (**کتاب الاضافۃ، قواعد التصغیر، احکام النسبۃ، المؤنث واحکامہ فی اللغۃ العربیۃ، بدایۃ الصرف، بدایۃ النحو، کتاب الاعاریب**) طبع ہو چکی ہیں۔اور یاد رہے کہ ہم نے ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی متداول درسی کتب کی مکھی پہ مکھی مارنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ہر تألیف کے ہر صفحہ سے آپ محسوس کریں گے کہ علمِ صرف ونحو پر نئی معلومات سے آپ روشناس ہو رہے ہیں۔

علاوہ ازیں معجم الصرف والنحو کی پہلی جلد کی تصنیف بھی مکمل ہو چکی ہے اور کمپوزنگ بھی۔مگر ابھی اس کی پروف ریڈنگ کے مراحل باقی ہیں۔یہ کتاب برصغیر کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی اور منفرد کتاب ہوگی۔اس میں حروفِ ابجد کی ترتیب سے آپ اپنی ضرورت کا کوئی بھی لفظ نکال کر اس کے بارے میں مکمل آگہی حاصل کر سکتے ہیں۔پہلی جلد الف سے ثاء تک کے صرف چار حروف کی وضاحت پر مکمل ہوئی ہے جو پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔

خصوصیاتِ تقریر:۔

نحو میر پر ہماری یہ تقریر، دو امتیازات پر قائم ہے۔

(۱) ایک تو متن کے مسئلہ کی توضیح وتنقیح اور اگر کسی مسئلہ پر مزید معلومات طالبعلم کو دی جاسکتی ہیں اور وہ اس کی علمی سطح سے بہت زیادہ اونچی نہیں ہیں تو وہ بھی دی جائیں یا یہ کہ مصنفؒ کے کلام میں جو اجمال ہے اس کی ذرا تفصیل ہو جائے۔ **ابہام** ہے تو اس کی توضیح ہو جائے اور اگر کہیں کسی غلط مفہوم کا **ایہام** ہے تو اسے رفع کیا جائے۔یا کہیں نحوی ضوابط سے تصادم یا تضاد نظر آئے تو اس کی نشاندہی کر دی جائے۔

(۲) اور دوسرا یہ کہ ہر تقریر کے بعد بچوں کو قرآن کریم سے تمرینات کرائی جائیں۔مصنفینِ کرامؒ نے نحوی مسائل سمجھانے کے

لئے چند کلمات تک اپنی مثالوں کو محدود رکھا۔ جیسے: ضَرَبَ زیدٌ عمرًا، زیدٌ قائمٌ وغیرہ۔ کیونکہ اس سے مقصود حاصل ہو جاتا تھا۔ یہ تو اساتذہ کا کام تھا کہ وہ ضَرَبَ زیدٌ یاقامَ زَیدٌ سے بڑھ کر اپنے پاس سے یا قرآن عزیز سے بچوں کو مشقیں کرواتے۔ لیکن ہوا یہ کہ مدارس میں مبتدا، خبر، فاعل، اسمِ کانَ، خبر اِنَّ، منصوبات، **مجرورات** ہر جگہ انہی چند مثالوں پر اکتفاء کیا گیا جو کتاب میں محض تفہیمِ مسئلہ کے لئے لکھی گئی تھیں۔ ہم نے تقریباً تمام امثلہ قرآنِ مقدس سے دی ہیں۔ کیونکہ صرف، نحو، منطق، فقہ **اصول**، کلام وغیرہ وغیرہ جو کچھ بھی ہم پڑھ رہے ہیں اس کا واحد مقصود یہی ہے کہ ہم قرآن وسنت کو سمجھنے میں ٹھوکر نہ کھائیں۔

اس لئے ہمارا تدریس میں یہ ذوق ہے کہ امثلہ کی حد تک اولیت قرآن وسنت کے حکیمانہ ارشاداتِ عالیہ کو دی جائے۔ اور اس کے بعد روزمرہ کی بول چال سے نت نئی مثالیں دے کر طالبعلم کے ذہنی افق وسیع کئے جائیں۔ (**بداية النحو** ہمارے اسی طرز کا شاہکار ہے)۔

بدایۃ النحو سے استفادہ:۔

اگر نحوِ میر سے پہلے بچوں کو بداية النحو پڑھائی جائے تو بچوں کی بنیاد نہایت پختہ ہو جائے گی۔ ایک طرف **علمِ نحو** میں اور دوسری طرف عربی زبان میں۔ کیونکہ ہم نے **بداية النحو** میں قدم قدم پر ذخیرۂ الفاظ بھی دیا ہے اور ہر نحوی ضابطہ بیان کرنے کے بعد روزمرہ کی عربی بول کے سینکڑوں مرکبات اور جملے بھی دیئے ہیں۔ جس سے طالبعلم کو ہر طرح کے عربی جملے بنانے کا سلیقہ بھی آجاتا ہے اور سینکڑوں عربی الفاظ پر اس کی دسترس بھی ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ کتاب اردو زبان میں ہے۔ اس لئے اس سے استفادہ کرنا خود طالبعلم کے لئے مشکل بھی نہیں ہو۔ نیز ہم نے ہر فنی بحث کے اختتام پر درجنوں **تمرینات** کا ایک وسیع سلسلہ قائم کیا ہے جس سے خواندہ ضوابط کی تطبیق پر طلبہ کو دسترس حاصل ہوتی ہے اور **سوالات** کا سلسلہ الگ سے قائم کیا ہے جس سے سبق کی کمزوری کی رہی سہی کسر بھی پوری ہو جاتی ہے۔

نیز ہر تصنیف میں مصنف کا جداگانہ رنگ سامنے آتا ہے۔ کیونکہ بشری تقاضے کے تحت مصنف بھی وقتی کیفیات کے تابع ہوتا ہے۔ اس لئے ریح العبیر میں آپ کو ہماری تقریر کا رنگ اور نظر آئے گا اور بداية النحو میں اور نظر آئے گا۔ کئی مسائل کی تنقیح میں ریح العبیر میں قلم زیادہ چلا اور کوئی مسائل میں بداية النحو کی تقریر زیادہ مفصل اور واضح ہوئی۔ اس لئے پہلے اگر **بداية النحو** پڑھائی جائے تو انشاء اللہ طلبہ کی بنیاد نہایت پختہ ہو جائے گی۔ اول درجہ یہ ہے کہ نحوِ میر کی تدریس میں کم از کم اساتذہ **بداية النحو** کو زیر مطالعہ رکھیں تو طلبہ کو اس کتاب کے بہت اضافی ابحاث سے آشنائی وآگہی مل جائے گی اور اساتذہ کو تمرینات اور سوالات میں مدد مل جائے گی۔

طریقِ تدریس:۔

اولاً طالبعلم کو نحوِ میر کی عبارت صحیح فارسی زبان میں پڑھوائی جائے۔ **ثانیاً** اس کا ترجمہ پڑھوا کر مسئلہ سمجھایا جائے۔ **ثالثاً** شرح کو آسان الفاظ میں بیان کریں۔ **رابعاً:** اگر کسی مسئلہ میں ہم نے مصنف سے اختلاف کیا ہے اور دلائل سے اپنے موقف کو ثابت کیا ہے یا مصنف کی بات میں ابہام یا ایہام تھا جسے ہم نے واضح کیا ہے تو اسے طلبہ کے سامنے مکمل طور پر واضح کریں۔

مثال کے طور پر منادیٰ مفرد معرفہ کے بارے میں حضرت مصنف یہ کہہ کر آگے نکل گئے ہیں کہ وہ مبنی **علیٰ علامة الرفع**

ہو جاتا ہے۔ منادیٰ کی حد تک یہ تو معلوم ہو گیا کہ وہ عارضی سطح پر مبنی ہو گیا ہے مگر حروفِ نداء کے عمل کے بارے میں نہیں بتلایا گیا کہ وہ اب بھی نصب کا عمل جاری رکھیں گے یا نہیں؟ نصب نہیں تو کوئی اور اعراب دیں گے یا یہاں وہ **ملغی عن العمل** ہو جائیں گے؟ بدقسمتی سے ہمارے مدارس میں اتنی بات تو پڑھائی جارہی ہے کہ **منادیٰ مفرد معرفہ مبنی** ہو جاتا ہے مگر آگے اساتذہ بھی یہ زحمت نہیں فرماتے کہ طالبعلم کو بتلائیں کہ مبنی ہونے کے بعد دیگر مبنی اسماء کی طرح وہ بھی **محلِ نصب** میں ہوتا ہے۔ یعنی حروفِ نداء کا عمل ان پر بھی جاری تو ہوتا ہے مگر مبنی ہونے کی وجہ سے ان کا نصب ظاہر نہیں ہوتا۔

اسی طرح لائے نفیِ جنس اور دیگر چند مواقع پر ان مسائل کی طالبعلم کے سامنے توضیح وتنقیح کریں۔ **خامساً** آخر میں دی گئی تمرینات کا پہلے بچوں کو ترجمہ خود پڑھائیں۔ **سادساً** تمرینات پر بھرپور مشق کرائیں۔

اور تمرنیات میں سے ہر ہر آیت کے بارے میں وہ سوال بھی کریں جو تمرین کے اوپر دیئے گئے ہیں۔ تو انشاء اللہ طالبعلم کو نحو پر مکمل دسترس حاصل ہو جائے گی۔

اعادۂ تمرین:۔

تمرینات میں ہم نے تو صرف اس قاعدہ سے متعلق سوالات لکھے ہیں جو اس فصل یا سبق میں پڑھایا گیا ہے۔ لیکن آپ نے سابقہ بحثوں میں جو مسائل گذر چکے ہیں ان کے حوالے سے جس آیت میں جو سوال کیا جا سکتا ہو وہ بھی کرنا ہے۔ مثلاً اگر مبتدا اور خبر کے ذیل میں ہم نے صرف یہ لکھا ہے کہ مبتدا اور خبر کی شناخت کریں اور وہاں: أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ کی مثال دی ہے تو اس جملہ میں مبتدا اور خبر کی شناخت کے ساتھ ساتھ اساتذۂ کرام ان قواعد کا اجراء بھی کرائیں جو پہلے پڑھائے جا چکے ہیں۔ مثلاً: أَنْتُمْ کے بارے میں پوچھیں کہ معرب ہے یا مبنی؟ مبنی ہے تو اسمِ غیرِ متمکن کی کونسی قسم ہے؟ پھر ضمائر میں سے کونسی قسم ہے مرفوع، منصوب یا مجرور؟ پھر ضمیر مرفوع کی کونسی قسم ہے متصل یا منفصل؟ اسی طرح مسلمون کے بارے میں سوال کریں کہ معرب ہے یا مبنی؟ معرب ہے معرب اسماء میں سے یہ کونسی قسم ہے؟ اس کو اعراب حرکت سے ملتا ہے یا حروف سے؟ یہاں اس کو کونسا اعراب ملا ہے؟ اس اعراب کی علامت کیا ہے؟ اور یہ اعراب اس کو کیوں ملا ہے؟ وغیرہ۔ نیز ان دونوں کلمات کے بارے میں پوچھیں کہ معرفہ ہیں یا نکرہ؟ معرفہ ہیں تو کس علامت سے آپ نے پہچانا؟ پھر یہ کہ مذکر ہیں یا مؤنث؟ واحد ہیں یا تثنیہ ہیں یا جمع؟ اور جمع ہیں تو سالم ہیں یا مکسّر اور مکسّر ہیں تو جمعِ قلت ہیں یا کثرت؟

عربی کی ترکیب:۔

ایک بار سبقاً **نحو میر** اور **ریح العبیر** کی مکمل تقریر سبقاً پڑھانے کے بعد اگر **کتاب الاعاریب** پڑھا کر طلبہ کو عربی میں ترکیب کرانا سکھا دیں تو انشاء اللہ ان دو کتب کے بعد طالبعلم عربی زبان میں کہیں مار نہیں کھائے گا اور عربی بولنے پر اس کو درجۂ ثانیہ میں ہی میں مکمل دسترس حاصل ہو جائے گی۔

تصحیحِ خواندگی:۔

نحوِ میر چونکہ درسِ نظامی کے پہلے سال میں پڑھائی جانے والی فنِ نحو کی پہلی کتاب ہے۔ اس لئے اس کتاب (اور شرح)

کی اشاعت میں ہم نے طلبہ کی اس کمزوری اور ضرورت کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ چونکہ ان کی اکثریت کی اردو کی خواندگی بھی زیادہ پختہ نہیں ہوتی، کجا یہ کہ ہم ان سے فارسی اور عربی خواندگی کی توقع کریں۔ اس لئے ہم نے اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں میں مکمل اعراب دے کر طالبعلم کی رہنمائی کی ہے۔ اردو اور فارسی میں تو مرکبِ توصیفی اور مرکبِ اضافی کے مقامات پر زیر لگا کر مگر عربی کے ہر لفظ پر تمام حرکات اور آخر میں اعراب دے کر طالبعلم کو غلط خواندگی سے بچانے اور صحیح خواندگی کی رہنمائی کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہم نے بظاہر اس چھوٹی سی ضرورت (جو حقیقت میں بہت بڑی ضرورت ہے) کی خاطر بہت زیادہ وقت کمپیوٹر کمپوزنگ اور بار بار اغلاط کی تصحیح (پروف ریڈنگ) پر صرف کر دیا ہے تا کہ ہمارے مستقبل کے علماء کی زبان بالکل ابتدائی مرحلے ہی سے صاف اور قواعد کے مطابق ہو جائے۔ امید ہے اساتذۂ کرام سبق پڑھاتے اور طلبہ سے عبارت پڑھواتے وقت ان امور پر خصوصی توجہ مبذول فرمائیں گے۔

اعتذار:۔

ہمارا ارادہ تو یہ تھا کہ ہم ہر مسئلہ پر چند آیاتِ کریمہ اور چند جدید عربی بول چال کی مشقیں دیں گے۔ لیکن قرآنی امثلہ کا توارد من جانب اللہ ایسا ہوا کہ ان پر اگر ہم مزید روز مرہ کی عربی زبان کا اضافہ کرتے تو کتاب کا حجم مزید بڑھ جاتا۔ روز مرہ کی عربی بول چال کی مثالوں کے لئے **بدایة النحو** کا مطالعہ کریں۔

(۲) ہم نے آیات اور اشعار کا (ایک دو مقامات کے سوا) ترجمہ بھی طوالت کے خوف سے نہیں کیا ورنہ ایک سو صفحات کے لگ بھگ کتاب کی ضخامت بڑھ جاتی۔

التماس:۔

دو ہفتوں کے مختصر عرصے میں پوری کتاب کی تقریر لکھنے میں درجنوں غلطیاں اور سینکڑوں کوتاہیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ جو حضرات کسی غلطی یا کمی و کوتاہی پر مطلع ہوں وہ اس سے آگاہ فرما کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ اگر کوئی مدلّل تنقید یا اصلاح سامنے آئے گی تو بندۂ ناچیز کو اس کی اصلاح کرنے یا اس سے رجوع کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌم بِالْعِبَادِ

وصلی اللہ علی النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ

عاصی ارشد حسن ثاقب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ:

بدان: اَرْشَدَكَ اللّٰه تَعَالٰى کہ ایں مختصر یست مضبوط درعلمِ نحو کہ مبتدی رابعدِ حفظِ مفرداتِ لغت ومعرفتِ اشتقاق وضبطِ مہماتِ تصریف بآسانی بکیفیتِ ترکیبِ عربی راہ نماید وبزودی درمعرفتِ اعراب وبناء وسواد خواندن توانائی دہد بتوفیقِ اللّٰہِ تعالٰی وَعَونِهٖ۔

ترجمہ: میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کے مالک ہیں۔ اور اچھا انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں کا ہے۔ اور درود اور سلام ہو اللہ کی مخلوق میں سے افضل ترین ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تمام آل پر۔ امابعد۔

اللہ تعالی آپ کو صحیح راستے کی ہدایت نصیب فرمائے۔ یہ جان لیں کہ یہ ایک مختصرسی کتاب ہے جو علمِ نحو کے موضوع پر تحریر کی گئی ہے جو ایک مبتدی طالبعلم کو عربی زبان کے مفرد الفاظ (ومعانی) یاد کرنے، کلمات کے اشتقاق کا طریقہ جاننے اور علمِ صرف کے دیگر قواعد وقوانین سمجھنے کے بعد عربی زبان کی ترکیب کی آسانی سے راہ نمائی کرے گی اور بہت جلد عربی زبان کے معرب ومبنی کلمات کی شناخت اور عربی عبارت پڑھنے کے قابل بنادے گی اللہ تعالی کی توفیق اور مدد سے!

تشریح: مصنف رحمہ اللہ نے سنت کی اتباع کرتے ہوئے کتاب کا آغاز **بسم اللہ** اور **الحمد للہ** سے کیا ہے۔ دینی مدارس میں یہ کتاب صدیوں سے رائج ہے اور علمِ نحو کا آغاز اسی کتاب سے کرایا جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی اس کا اختصار اور جامعیت ہے۔ بہت کم ضروری نحوی مسائل ہیں جن کا اس میں تذکرہ نہیں کیا گیا۔مکمل نحوی ضوابط کو مصنف مرحوم نے چند صفحات میں جمع فرما کر گویا علمِ نحو کے سمندر کو نحوِ میر کے کوزے میں بند کردیا ہے۔

جیسا کہ مصنف نے خود بھی فرمایا ہے، اس کتاب سے وہی طلبہ استفادہ کرسکیں گے جنہوں نے اس سے پہلے صرف کے قوانین اچھی طرح پڑھ لئے ہوں گے اور مختلف کلمات سے اشتقاق اور تصریف کے ذریعے دوسری شکل کے نئے کلمات بنانا سیکھ چکے ہوں گے۔ اور علمِ صرف کے علاوہ عربی زبان کے بیشتر الفاظ بھی سیکھ لئے ہوں گے۔ جب **مفرد الفاظ** بھی سیکھ لئے اور ان میں ردوبدل کرنے کے **صرفی قواعد** بھی سیکھ لئے تو اب **علمِ نحو** پڑھ کر ان الفاظ کو درست طریقے سے جوڑ کر صحیح عربی جملے اور کلام بنانا آسانی سے سیکھ سکیں گے۔ اگر الفاظ اور ان کے اشتقاق وتصریف پر عبور نہیں تو نحو کا پڑھنا صحراء میں کشتی رانی کی مشق کرنے کے مترادف ہے۔

اشتقاق وتصریف: علم الصرف کے موضوعات میں سے دو اہم ترین موضوعات اشتقاق اور تصریف ہیں۔

چونکہ عام طور پر ان دونوں موضوعات کا فرق مدارس میں نہیں پڑھایا جاتا اس لئے ہم ان کا مختصر تعارف کروا رہے ہیں:
(۱) **اشتقاق** : یہ علم الصرف کی اصطلاح ہے اور اس سے مراد کسی لفظ میں زمانی اور معنوی تغیر کے لئے اس کی شکل اور ساخت کو بدلنا ہے۔ چنانچہ مصدر سے فعلِ ماضی بنانا ، فعلِ ماضی سے فعلِ مضارع بنانا اور فعلِ مضارع سے امرِ حاضرِ معلوم بنانا ، نیز افعال سے اسمِ ظرف ، اسمِ آله ، اسمِ تفضیل ، فعلِ تعجب ، اسمِ فاعل، اسمِ مبالغه، صفتِ مشبهه اور اسمِ مفعول بنانا بھی اشتقاق کہلاتا ہے ۔ (۲) **تصریف** :اسماء میں واحد سے تثنیه وجمع بنانا، مذکر سے مؤنث بنانا، مکبر سے مصغر بنانا اور ہر قسم کے معرب اسماء (خواہ وہ مشتق ہوں ، مصدر ہوں یا جامد ہوں) سے اسمِ منسوب بنانا اور افعال میں ہر طرح کے افعال میں واحد سے تثنیه وجمع بنانا ، غائب سے مخاطب ومتکلم کے صیغے بنانا ،مذکر سے مؤنث کے صیغے بنانا تصریف کہلاتا ہے۔ مزید تفصیل ہماری تصنیف :بدایة الصّرف میں دیکھیں۔

نحو میر فصل : بدانکہ لفظِ مستعمل در سخنِ عرب بر دو قسم ست ۔ مفرد ومرکب ۔ مفرد لفظے باشد تنہا کہ دلالت کند بر یک معنی ۔ وآن راکلمه گویند، وکلمه بر سہ قسم ست ۔**اسم** ۔ چون :رَجُلٌ وفعل چوں : ضَرَبَ **وحرف**۔ چوں :هَلْ ۔ چنانکہ در تصریف معلوم شدہ ست۔

ترجمه : جان لیں کہ عربی زبان میں استعمال ہونے والا لفظ دو قسم کا ہے۔ مفرد اور مرکب ۔**مفرد**:وہ اکیلا لفظ ہے جو ایک معنی پر دلالت کرے۔ اسے کلمه کہتے ہیں ۔ اور **کلمه** تین قسم کا ہوتا ہے۔اسم جیسے :رَجُلٌ، فعل جیسے :ضَرَبَ اور حرف جیسے :هَلْ، جیسا کہ علم صرف میں معلوم ہو چکا ہے۔

تشریح : کوئی بھی زبان ان آوازوں سے تشکیل پاتی ہے جو حروفِ تہجی پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان سے مقصود مخاطب کو اپنے دل کی بات سمجھانا ہوتا ہے۔ جو آواز حروفِ ہجاء پر مشتمل نہ ہو یا حروفِ ہجاء پر مشتمل ہو مگر کسی معنی اور مقصد کے لئے نہ نکالی گئی ہو اسے مهمل اور فضول کہا جاتا ہے۔ اور جو آواز حروفِ تہجی پر مشتمل بھی ہو اور کسی مخصوص مقصد اور معنی پر دلالت بھی کرتی ہو اسے لفظِ مستعمل کہا جاتا ہے۔

عربی زبان کا لفظِ مستعمل پہلی تقسیم کے اعتبار سے دو طرح کا ہے ۔ مفرد اور مرکب ۔**مفرد** وہ اکیلا لفظ ہے جو ایک وقت میں ایک معنی پر دلالت کرے ۔ جیسے رَجُلٌ مرد پر، جِدَارٌ دیوار پر اور سَقْفٌ چھت پر دلالت کر رہا ہے۔ لفظ بھی ایک ہے اور معنی بھی ایک ! عَبْدُ اللّٰهِ بظاہر ایک لفظ لگتا ہے لیکن حقیقت میں دو الفاظ پر مشتمل ہے۔ ان میں سے عَبْد بندہ پر اور اللّٰه اس کائنات کی خالق ہستی پر دلالت کر رہا ہے۔ جب لفظ کے حصے بھی دو ہو گئے اور دونوں کی دلالت بھی دو الگ الگ معانی پر ہو رہی ہے تو اسے ہم مفرد لفظ نہیں کہیں گے ۔ مفرد لفظ کا فنی نام : کلمه ہے ۔ اور کلمه تین قسم کا ہوتا ہے۔ کیونکہ

یا تو وہ ایسے معنیٰ پر دلالت کرے گا جو خود اس کی ذات میں موجود ہے یا ایسے معنیٰ پر دلالت کرے گا جو خود اس کی اپنی ذات میں نہیں بلکہ کسی دوسری چیز میں ہے۔ اگر دوسری چیز میں پائے جانے والے معنیٰ پر دلالت کرے تو حرف ہے۔ جیسے مِن ابتداء پر دلالت کرتا ہے مگر ابتداء کا معنیٰ مِن کے لفظ میں نہیں بلکہ اس کے مدخول میں ہوتا ہے۔ جیسے: خَرَجْتُ مِنَ الْبَیْتِ اور اگر اپنی ذات میں پائے جانے والے معنیٰ پر دلالت کرتا ہو تو یا تو اس کے معنیٰ میں کسی ایک آدھ زمانے کا مفہوم شامل ہوگا یا نہیں۔ اگر زمانے کا مفہوم شامل ہو تو فعل۔ جیسے: خَلَقَ۔ یَرْزُقُ۔ اُدْخُلُوْا۔ اور اگر اس کلمہ کے معنیٰ میں زمانے کا مفہوم شامل نہ ہو تو اسم ہے۔ جیسے: قُرْاٰنٌ، کِتَابٌ، اٰیَةٌ، صَلٰوةٌ، نُصْرَةٌ وغیرہ۔

تمرین: درج ذیل کلمات میں سے اسم فعل اور حرف کی شناخت کریں۔

اُخْتٌ۔ قَالَ۔ قَدْ۔ صِیَامٌ۔ یُطْعِمُوْنَ۔ سَوْفَ۔ الزَّکٰوةُ۔ اُرِیْدُ۔ اِنَّ۔ الرَّحْمٰنُ۔ قَالَتْ۔ لَا۔ شَھِیْدٌ۔ یَعْلَمُوْنَ۔ فِیْ۔ اَلْاُسْتَاذُ۔ عَلٰی۔

نحومیر: اما **مرکب** لفظے باشد کہ از دو کلمہ یا بیشتر حاصل شدہ باشد۔ **و مرکب** بر دو گونہ ست مفید و غیر مفید۔ **مفید** آنست کہ چون قائل بر آں سکوت کند سامع را خبرے یا طلبی معلوم شود۔ و آن را جملہ گویند و کلام نیز۔ پس جملہ بر دو قسم ست خبریہ و انشائیہ۔

ترجمہ: مرکب وہ لفظ ہے جو دو یا دو سے زائد کلمات سے حاصل کیا گیا ہو۔ **مرکب** کی دو قسمیں ہیں۔ مفید اور غیر مفید۔ **مفید** وہ ہے جس پر قائل جب سکوت کرے تو سننے والے کو کوئی خبر یا طلب معلوم ہو۔ اس کو جملہ بھی کہتے ہیں اور کلام بھی کہتے ہیں۔ جملہ دو قسم کا ہوتا ہے **خبریہ** اور **انشائیہ**۔

تشریح: جب ایک سے زائد چیزیں جوڑ کر ان سے کوئی چیز بنائی جائے تو اس نئی چیز کو مرکب کہتے ہیں۔ **لفظِ مرکب** وہ لفظ ہے جو دو یا دو سے زائد کلمات کے جڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر معنیٰ کی افادیت کو دیکھتے ہوئے مرکب کو دو قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ مفید اور غیرِ مفید پر۔ **مرکب مفید** وہ مرکب ہے جس کے کہنے کے بعد جب بات کرنے والا چپ ہو تو سننے والے کو یا تو خبر کا فائدہ حاصل ہو یا طلب کا۔ مثلاً: جَاءَ عُمَیْرٌ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، یَخْلُقُ اللّٰہُ، وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ وہ مرکبات ہیں جن سے خبر کا مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ اور اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ، اٰتُوا الزَّکٰوةَ، اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ، قُمِ الَّیْلَ میں طلب کا مفہوم معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان دونوں طرح کے مرکبات کو مرکبِ مفید 'جملہ' کلام یا مرکبِ تام کہہ سکتے ہیں۔

کیا جملہ اور کلام ایک چیز ہے؟

ابنِ ہشام نے مغنی اللبیب میں اور امام زمخشری نے المفصل میں سختی سے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ کلام اور جملہ دو مترادف چیزیں نہیں بلکہ کلام خاص ہے اور جملہ عام ہے ان

میں عموم وخصوص کی نسبت ہے۔ اس لئے کہ کلام سے مرادالقول المفیدبالمقصد ہے جبکہ جملہ محض فعل و فاعل اور مبتداو خبر یا ان کے قائم مقام چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ چنانچہ آپ نحویوں کے کلام میں اکثر دیکھتے ہیں کہ وہ جملة الشرط ، جملة الجزاء ، جملة الصلة کالفظ اکثر استعمال کرتے ہیں۔لیکن ان تینوں جملوں کو آپ کلام نہیں کہہ سکتے نہ جملۂ شرط کو ، نہ جملۂ جزاء کو اور نہ ہی جملۂ صلہ کو۔ کیونکہ ان میں سے ایک جملہ بھی مفیدِ معنی نہیں ہے۔

لیکن شیخ بدر الدین دما مینی ، ضیاء الدین بن العلج ، ابن جنی اور شیخ بہاء الدین بن النّحّاس نے ان کے قول کے تردید کرتے ہوئے جملہ اور کلام کو مترادف قرار دیا ہے۔ ان حضرات کے دلائل کا ملخص یہ ہے کہ (۱) قواعد اور تعریفات کی بنیاد اکثریت پر ہوتی ہے۔ بعض مقامات پر اگر تخلف واقع ہو بھی جائے تو وہ عمومی ضابطے یا تعریف کے لئے قادح نہیں ہوتا لِاَنَّ لِلْاَ کْثَرِ حُکْمَ الْکُلِّ ۔ چنانچہ شرط ، جزاء یا صلہ کے تین جملوں میں اگر معنی کی افادیت نہیں بھی تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جملہ مفید بالمقصد نہیں ہوتا۔ اور (۲) دوسری بات یہ کہ ان تینوں جملوں کو ماضی کے حوالے سے جملہ کہا جاتا ہے۔ اہلِ عرب ان تینوں جملوں کو مفرد کے معنی میں سمجھتے ہیں۔ لہذا جملۂ شرط یا جملۂ جزاء یا جملۂ صلہ کو جملہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی بالغ کو یتیم کہا جائے ۔ حالانکہ یتیم تو صرف نابالغ بچے کو کہا جاتا ہے۔ بلوغت کے بعد یتامت مسلوب اور ختم ہو جاتی ہے۔ مگر بعض دفعہ کسی بالغ کو بھی یتیم کہہ دیا جاتا ہے جس سے محض یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ کبھی یہ یتیم تھا۔ اسی طرح نحوی حضرات ان جملوں کو مفردات کے معنی میں سمجھتے ہوئے بھی جملۂ شرط، جملۂ جزاء یا جملۂ صلہ محض ماضی کے اعتبار سے کہتے ہیں کہ کبھی یہ جملہ ہوا کرتا تھا۔ اب شرط، جزاء یا صلہ کے مقام پر آنے کے بعد اگرچہ جملہ تو نہیں رہا لیکن اسے ہم پرانے نام اور لقب ہی سے یاد کرتے ہیں۔

نحو میر : فصل : بدانکہ جملۂ خبر یہ آنست کہ قائلش رابصدق وکذب صفت توان کرد۔ وآں بردو نوعست۔ **اول:** آنکہ جزوِاوّلش اسم باشد۔ وآں راجملۂ اسمیہ گویند۔ چوں: زَیْدٌ عَالِمٌ زید داناست۔ جزوِاوّلش مسند الیہ ست وآں رامبتدا گویند وجزوِدُوُم مسند ست وآں راخبر گویند۔

دُوُم آنکہ جزوِاوّلش فعل باشد۔ وآں راجملۂ فعلیہ گویند۔ چوں: ضَرَبَ زَیْدٌ بزدزید۔ جزوِاوّلش مسند ست وآں رافعل گویند وجزوِدُوُم مسند الیہ ست وآں رافاعل گویند۔ **وبدانکہ** مسند حکم ست ومسند الیہ آنچہ بروحکم کنند۔ واسم مسند ومسند الیہ تواند بود وفعل مسند باشد ومسند الیہ نتواند بود وحرف نہ مسند باشد نہ مسند الیہ۔

ترجمہ: یادرکھیں کہ جملۂ خبر یہ وہ ہے جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جاسکے۔ اور یہ دوقسم کا ہوتا ہے۔ **اول** وہ جملۂ خبر یہ جس کا پہلا جزواسم ہو۔ اسے جملۂ اسمیہ کہتے ہیں۔ جیسے: زَیْدٌعَالِمٌ زید عالم ہے۔ اس کا پہلا جزومسندالیہ ہے اور اسے مبتدا کہتے ہیں۔ اور دوسرا جزومسند ہے اور اسے خبر کہتے ہیں۔ **دوسرا** وہ جملۂ خبر یہ ہے

جس کا پہلا جزو فعل ہو۔ اسے جملۂ فعلیہ کہتے ہیں۔ جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ زید نے مارا۔ اس کا پہلا جزو مسند ہے اور اسے فعل کہتے ہیں۔ اور دوسرا مسند الیہ ہے اور اسے فاعل کہتے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ مسند حکم کو کہتے ہیں اور مسند الیہ اس کو کہتے ہیں جس پر حکم لگایا جاتا ہے۔ اور اسم، مسند بھی بن سکتا ہے اور مسند الیہ بھی۔ فعل، مسند بن سکتا ہے مگر مسند الیہ نہیں بن سکتا اور حرف نہ مسند بن سکتا ہے نہ مسند الیہ۔

تشریح: یہاں مصنف نے ذرا تساہل سے کام لیا ہے۔ جملۂ خبریہ کی تعریف کر کے یہ کہنا کہ وہ دو قسم کا ہے، اسمیہ اور فعلیہ! اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ جملۂ اسمیہ اور فعلیہ دونوں کے دونوں جملۂ خبریہ کی قسم ہیں۔ اور چونکہ جملۂ انشائیۂ جملۂ خبریہ کا قسیم ہے، اس لئے اس کا جملۂ اسمیہ یا جملۂ فعلیہ سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ یہ دونوں تو جملۂ خبریہ کی قسم ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جملۂ خبریہ کی طرح جملۂ انشائیہ بھی اسمیہ یا فعلیہ ہوتا ہے۔ یعنی جتنی قسمیں جملۂ خبریہ کی ہیں اتنی ہی اقسام جملۂ انشائیہ کی بھی ہیں۔

مناسب یہ ہوتا کہ ان دونوں تقسیمات کو الگ الگ بیان کیا جاتا۔ ایک جگہ جملہ کو خبریہ اور انشائیہ میں تقسیم کیا جاتا اور دوسری جگہ اسے اسمیہ اور فعلیہ میں تقسیم کیا جاتا۔ اور واضح کیا جاتا کہ جملہ خواہ خبریہ ہو خواہ انشائیہ، وہ یا تو اسمیہ ہوتا ہے یا فعلیہ ہوتا ہے۔

جملۂ اسمیہ کی دوسری قسم: جملۂ اسمیہ کی ایک قسم تو مصنف نے ذکر فرمائی ہے۔ ایک اور قسم بھی ہے جس میں صیغۂ صفت مبتدا واقع ہو کر اپنے بعد والے اسم کو فاعل بنا کر رفع دیتا ہے جو اسے خبر سے مستغنی کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے لئے اعتماد شرط ہے جس کی تفصیل اسمائے عاملہ کے باب میں انشاء اللہ آئے گی۔ جیسے: اَقَائِمٌ زَیْدٌ۔ اَقَائِمٌ الزَّیْدَانِ؟۔ اسی طرح جملۂ فعلیہ کی بھی ایک قسم بیان فرمائی ہے۔ اس کی دوسری قسم یہ ہے کہ فعل مجہول ہو تو ایسا جملۂ فعلیہ فعل اور مفعول مالم یسمّ فاعلہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

ف: جملہ کی ایک تیسری قسم بھی ہے۔ جسے جملۂ ظرفیہ کہتے ہیں۔ جملۂ ظرفیہ وہ ہے جو ظرف اور اس کے فاعل پر مشتمل ہو یا جار مجرور اور اس کے فاعل پر مشتمل ہو۔ مبرد اور اہل کوفہ کے نزدیک تو جہاں بھی پہلے ظرف اور بعد میں اسمِ مرفوع آئے وہ جملۂ ظرفیہ ہے جیسے: عِنْدِیْ دِرْهَمٌ اور فِی الدَّارِ نَعِیْمٌ۔ میں عندی اور فی الدّار ظرف اور درھمٌ اور نعیمٌ فاعل اور ان دونوں سے مل کر جملۂ ظرفیہ بنا۔

لیکن جمہور بصری علمائے نحو اسمِ صفت کی طرح ظرف کے لئے بھی اشیائے ستہ کے اعتماد کی شرط لگاتے ہیں۔ اس لئے مذکورہ بالا دونوں جملے بصریوں کے نزدیک ظرفیہ نہیں بلکہ اسمیہ ہیں۔ مبتدا متوخر ہے اور ظرف خبر مقدم ہے۔ البتہ: اَفِی الدَّارِ شُعَیْبٌ؟ مَاعِنْدِیْ شَیْءٌ وغیرہ جملے بالاجماع ظرفیہ ہیں۔ یعنی ان کی ظرف مسند ہے اور اس کا نام

ظرف ہے اور اسم مسند الیہ ہے اور اسے ظرف کا فاعل کہا جائے گا۔

ف: امام زمخشری نے اپنی مشہور کتاب المفصل میں جملہ کی چوتھی قسم بھی ثابت فرمائی ہے۔ اور اس چوتھی قسم کا نام ہے: جملۂ شرطیہ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جملۂ شرط اور جملۂ جزاء مفرد کلمات کی طرح ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور شرط کا معنی جزاء کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، نہ ہی جزا کا معنی شرط کے بغیر پورا ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی آپس کی نسبت دوسرے جملوں کی طرح بالکل ایسے ہی ہے جیسے مبتدا اور خبر یا فعل اور فاعل یا ظرف اور اس کے فاعل کی نسبت ہے۔ اور ادنیٰ سا تأمل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جملۂ شرط مبتدا کی طرح مسند الیہ ہے اور جملۂ جوابِ شرط خبر کی طرح مسند ہے۔

امامِ زمخشری کی یہ تحقیق نہایت اعلیٰ اور دقیق اور زمینی حقائق پر مبنی ہے۔ لیکن جمہور علمائے بَصرہ نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ بصری علمائے نحو کے نزدیک جملہ صرف تین قسم کا ہے (۱) اسمیہ (۲) فعلیہ (۳) ظرفیہ۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ امام زمخشری سے اتفاق نہ کرنے کے باوجود جملہ کو ہر نحوی چار اقسام میں تقسیم ضرور کرتا ہے۔ چنانچہ آپ اکثر کتب، شروحات اور حواشی میں دیکھتے ہیں کہ جملہ چار قسم کا ہوتا ہے (۱) اسمیہ (۲) فعلیہ (۳) ظرفیہ (۴) شرطیہ۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ہماری متداول کتب اور شروحات میں یہ چار اقسام ذکر تو کی جاتی ہیں لیکن کہیں بھی ان کی مکمل تعریف ذکر نہیں کی جاتی۔ (مزید تفصیل کے لئے مغنی اللبیب اور الاشباہ والنظائر للسیوطی کا مطالعہ فرمائیں)۔

تمرین: جملۂ اسمیہ اور جملۂ فعلیہ کی شناخت کریں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ ۔مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۔وَيْلٌ لِّلْكَافِرِيْنَ ۔عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ هٰذَا حَلَالٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ ۔نَادٰى نُوْحٌ نِ ابْنَهٗ۔اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ۔اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۔خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔اَنْزَلَ اللّٰهُ الْكِتٰبَ۔قَالَ فِرْعَوْنُ ۔ اَتَاهُمْ نَصْرُنَا۔اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى۔وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ۔اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا۔اَنَا اَخُوْكَ۔لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ۔وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۔ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ۔

نحومیر : بدانکه جملۂ انشائیہ آنست کہ قائلش رابصدق وکذب صفت نتواں کرد ۔ وآں چند قسم است : **امر** چوں: اِضْرِبْ **ونهی** چوں: لَاتَضْرِبْ **واستفهام** چوں: هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ ؟ **وتمنی** چوں: لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرٌ **وترجی** چوں: لَعَلَّ عَمْرًا غَائِبٌ **وعقود** چوں: بِعْتُ وَاشْتَرَيْتُ **وندا** چوں: يَااَللّٰهُ **وعرض** چوں: اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا **وقسم** چوں: وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا **وتعجب** چوں: مَا اَحْسَنَهٗ وَاَحْسِنْ بِهٖ ۔

ترجمہ: جملۂ انشائیہ وہ ہے جس کے قائل کو سچا یا جھوٹا نہ کہا جا سکے ۔ اس کی چند اقسام ہیں (۱) **امر** ۔ جیسے: اِضْرِبْ (۲) **نھی** جیسے: لَا تَضْرِبْ (۳) **استفھام** ۔ جیسے: هَلْ ضَرَبَ زَيْدٌ؟ (۴) **تمنی** جیسے: لَيْتَ زَيْدًا حَاضِرٌ (۵) **ترجی** جیسے: لَعَلَّ عَمْرًا غَائِبٌ (۶) **عقود** جیسے: بِعْتُ ، اِشْتَرَيْتُ (۷) **ندا** جیسے: يَا اَللّٰهُ (۸) **عرض** جیسے: اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيْبَ خَيْرًا (۹) **قسم** جیسے: وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا (۱۰) **تعجب** جیسے: مَا اَحْسَنَهٗ وَاَحْسِنْ بِهٖ ۔

تشریح: امر کسی کام اور فعل کی طلب کو ، نہی کسی کام کے نہ کرنے کی طلب کو ، استفھام دریافت کرنے کو ، تمنی آرزو کرنے کو ، ترجی امید کو ، عقود عقد کی جمع کو ، ندا پکارنے اور بلانے کو ، عرض نرمی اور پیار سے کسی کام کی طلب کرنے کو ، قسم قسم کو اور تعجب اظہارِ حیرت کو کہتے ہیں ۔

تمنی اور ترجی میں فرق : تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنا ممکن اور ناممکن ہر کام کی ہو سکتی ہے مگر امید صرف ممکن کام کی ہو سکتی ہے ۔ آدمی یہ تمنا تو کر سکتا ہے کہ کاش گذرا ہوا وقت دوبارہ آ جائے مگر اس کے واپس آ جانے کی امید نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ ایسا ممکن نہیں ہے ۔

ف : عقود میں بیع ، شراء ، ھبہ ، نکاح ، اجارہ وغیرہ ہر قسم کے عقود آ جاتے ہیں ۔ ایسے تمام عقود کے لئے عربی میں فعل ماضی استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد انشائیے فعل ہوتا ہے ، فعل کی خبر دینا مراد نہیں ہوتا ۔ بِعْتُ کے معنی میں بیع کر رہا ہوں ، نَكَحْتُ کے معنی میں شادی کر رہا ہوں کے ہیں ۔ (میں نے بیچا یا میں نے شادی کی نہیں ہے) ۔

صرف جملۂ قسم انشائیہ ھے : قسم میں صرف جملۂ قسم انشائیہ ہوتا ہے ، جوابِ قسم کا جملہ خبریہ ہوتا ہے ۔ وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا میں صرف وَاللّٰهِ کا جملہ انشائیہ ہے ۔ لَاَضْرِبَنَّ زَيْدًا کا جملہ خبریہ ہے ۔

جملۂ شرطیہ خبریہ ھے یا انشائیہ: جملۂ شرطیہ کی جزاء اگر جملۂ خبریہ پر مشتمل ہو تو خبریہ ہوتا ہے ۔ جیسے: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ اور اگر جملۂ جزاء جملۂ انشائیہ ہو تو جملۂ شرطیہ انشائیہ ہوگا ۔ جیسے: اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا ۔

جملۂ انشائیہ کی دوسری تعریف: بعض نحاۃ نے جملۂ انشائیہ کی تعریف یوں کی ہے کہ جملۂ انشائیہ وہ ہے جس کا وقوع کلامِ متکلم پر موقوف ہو ۔ فتدبر فانہ تعریفٌ جمیل وحدٌّ عجیب !

تمرین : (۱) ذیل میں دیئے گئے انشائیہ جملوں کی شناخت کریں کہ دس اقسام میں سے کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں؟

لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۔ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۔ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْءٍ ۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۔ هَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ؟ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۔ يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا ۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؟ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ ۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۔ هَلْ

اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؟ يَاصَالِحُ قَدْكُنْتَ فِيْنَامَرْجُوًّا ـ وَالْعَصْرِاِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ـ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ اِبْرَاهِيْمَ ـ يَادَاوٗدُ اِنَّاجَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةًفِي الْاَرْضِ ـ وَاعْفُ عَنَّاوَاغْفِرْلَنَا ـ فَانْصُرْنَاعَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ـ مَااَصْبَرَ كُمْ عَلَى النَّارِ ـ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؟ كُلُوْاوَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ـ هَلْ اَتَاكَ نَبَؤُ الْخَصْمِ؟ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ـ

تمرین : (۲) جملۂ خبریہ اور انشائیہ کا فرق کریں ۔ اور ہر جملہ کے بارے میں بتلائیں کہ وہ اسمیہ ہے یا فعلیہ؟

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًافَاٰوٰى ـ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآئِيْلَ اذْكُرُوْانِعْمَتِيْ ـ لَقَدْ خَلَقْنَاالْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ـ قَالُوْافَادْعُوْا ـ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ ـ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ـ اَرَأَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰى ـ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ ـ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ـ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ـ تَعَاوَنُوْاعَلَى الْبِرِّوَالتَّقْوٰى ـ وَلَا تَعَاوَنُوْاعَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ـ اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ـ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ـ اٰمَنَّابِاللّٰهِ ـ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ـ اَرِنَامَنَاسِكَنَا ـ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ـ فَهَلْ اَنْتُمْ شَاكِرُوْنَ ـ فَاسْتَجَبْنَالَهٗ ـ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ـ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ـ حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْااٰلِهَتَكُمْ ـ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ـ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ـ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًارَّحِيْمًا ـ يٰلَيْتَنَآاَطَعْنَااللّٰهَ وَاَطَعْنَاالرَّسُوْلَا ـ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤى اُمِّكَ ـ رَبَّنَآاٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ ـ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ـ يَاهُوْدُمَاجِئْتَنَابِبَيِّنَةٍ ـ لَاتَقُوْلُوْارَاعِنَاوَقُوْلُوْاانْظُرْنَا ـ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ ـ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ ـ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى ـ

نحومیر: فصل : بدانکہ مرکب غیرِ مفید آنست کہ چوں قائل برآں سکوت کند ، سامع راخبرے یا طلبی حاصل نشود وآں بر سہ قسم ست ۔ **اول** مرکبِ اضافی چوں : غُلَامُ زَيْدٍ ۔ جزوِاوّل رامضاف گویند وجزوِ دُوُّم رامضاف الیہ ۔ ومضاف الیہ ہمیشہ مجرور باشد ۔ **دُوُّم:** مرکب بنائی واو آنست کہ دواسم رایکے کردہ باشند واسمِ دُوُّم متضمنِ حرفے باشد ۔ چوں اَحَدَ عَشَرَ تااِتِسْعَةَ عَشَرَ کہ دراصل اَحَدٌ وَّعَشْرٌ وتِسْعَةٌ وَّعَشْرٌ بودہ ست ۔ واوٗراحذف کردہ ہردو اسم رایکے کردند وہر دوجزومبنی باشد بر فتح ، اِلَّااِثْنَاعَشَرَ کہ جزوِاوّلش معرب ست **سِوُّم :** مرکب منع صرف واوآنست کہ دواسم رایکے کردہ باشند واسمِ دُوُّم متضمنِ حرفے نباشد ۔ چوں بَعْلَبَكَّ وحَضْرَمَوْتُ کہ جزوِاول مبنی باشد بر فتح برمذہبِ اکثرِ علماء وجزوِدُوُّم معرب ۔ **بدانکہ:** مرکب غیرِ مفید ہمیشہ جزوِجملہ باشد ۔ چوں : غُلَامُ زَيْدٍ قَائِمٌ ۔ وعِنْدِیْ اَحَدَعَشَرَدِرْهَمًا ۔ وَجَآءَ بَعْلَبَكُّ ۔

ترجمہ: مرکبِ غیرِ مفید وہ ہے کہ جب قائل اسپر سکوت اختیار کرے تو سننے والے کوکسی قسم کی نہ خبر حاصل ہونہ ہی

طلب کا مفہوم حاصل ہو۔ اور یہ تین قسم کا ہوتا ہے۔ **اول: مرکبِ اضافی** جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ۔ اس کے پہلے جزو کو مضاف اور دوسرے کو مضاف الیہ کہتے ہیں۔ اور مضاف الیہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔ **دُوُم: مرکبِ بنائی** یہ وہ مرکب ہے جس میں دو اسماء کو ملا کر ایک بنا دیا جاتا ہے جبکہ دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہوتا ہے۔ جیسے: اَحَدَ عَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک کے اعداد ہیں۔ کہ اصل میں اَحَدٌ وَّعَشْرٌ اور تِسْعَةٌ وَّعَشْرٌ تھے۔ (ان کے درمیان سے) واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو ایک بنا دیا گیا اور دونوں اجزاء کو مبنی بر فتح کر دیا گیا ماسوائے اِثْنَا عَشَرَ کے کہ اس کا جزوِ اول معرب ہے۔ **سِوُم: مرکبِ منعِ صرف** ہے۔ یہ وہ مرکب ہے کہ دو اسموں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہو اور دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن نہ ہو۔ جیسے: بَعْلَبَكُّ اور حَضْرَمَوْتُ کہ اس کا پہلا جزو اکثر علماء کے نزدیک مبنی بر فتح ہے اور اور دوسرا جزو معرب ہے۔ جان لیں کہ مرکبِ غیر مفید ہمیشہ جملے کا جزو بن کر آتا ہے۔ جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ قَائِمٌ۔ عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا۔ جَآءَ بَعْلَبَكُّ۔

تشریح: پیچھے گذرا تھا کہ مرکب دو قسم کا ہوتا ہے مفید اور غیر مفید۔ جب مرکب مفید کی دونوں اقسام (جملۂ خبریہ وانشائیہ) کی بحث کر چکے تو اب مصنف نے مرکب غیر مفید پر گفتگو شروع فرمائی ہے۔ یہاں مصنف نے اس کو تین اقسام میں منحصر قرار دیا ہے جو بدیہی طور پر خلافِ واقعہ ہے۔ مصنف نے تعریف کرتے وقت فرمایا ہے کہ جس مرکب کے کہنے پر سامع کو کسی قسم کی خبر یا طلب معلوم نہ ہو وہ مرکبِ غیرِ اضافی ہے۔ تو اس تعریف کا تقاضا یہ ہے کہ عربی زبان کے ہر اس مرکب کو غیر مفید کہا جائے جسے سن کر سامع کو کسی قسم کی خبر یا طلب حاصل نہ ہو۔ اور ایسے مرکبات عربی زبان میں صرف مذکورہ تین مرکبات نہیں بلکہ کم از کم بارہ مرکبات ہیں۔ جن میں پانچ مرکبات توابع کے ہیں کہ تابع اور متبوع مل کر سامع کو خبر یا طلب کا فائدہ نہیں دیتے۔ جیسے: زَيْدٌ وَّبَكْرٌ وَّسَعِيْدٌ۔ الاُسْتَاذُ عبدُ الرَّحْمٰنِ بنُ شعیب۔ رَجُلٌ عَالِمٌ وغیرہ۔ اسی طرح موصول اور صلہ مل کر بھی خبر یا طلب کا فائدہ نہیں دیتے۔ جیسے: اَلَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ۔ نیز مرکب مزجی کی وہ قسم جس میں دوسرا جزو اسم صورت ہوتا ہے۔ جیسے: سِيْبَوَيْهِ وغیرہ۔ (تفصیل ہماری کتاب بدایۃ النحو میں ملاحظہ فرمائیں)۔

مرکب اضافی: وہ مرکب ہے جس میں پہلا جزو دوسرے کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ جیسے کتابُ اللّٰہِ یہاں کتاب، اللہ کی طرف منسوب ہے۔ اٰيَةُ القراٰنِ یہاں آیت، قرآن کریم کی طرف منسوب ہے۔

اس کا پہلا جزو مضاف اور دوسرا مضاف الیہ کہلاتا ہے۔ **مضاف** پر تنوین، الف لام، تثنیہ اور جمع کا نون باقی نہیں رہتا۔ جیسے: تِلْكَ آياتُ الكِتٰبِ۔ هٰذانِ وَلَدَا سميرٍ۔ هٰؤلاء معلمو نبيلٍ۔ اور **مضاف الیہ** پر ہمیشہ جر (کسرہ یا یاء) آتی ہے جیسا کہ تینوں مثالوں سے ظاہر ہے۔

ترتیب: عربی زبان میں مضاف ہمیشہ پہلے اور مضاف الیہ ہمیشہ بعد میں آتا ہے۔ اور **اردو** میں اس کے برعکس

مضاف الیہ ہمیشہ پہلے اور مضاف ہمیشہ بعد میں آتا ہے۔

مرکب بنائی: دو ایسے اسموں کو ملا کر ایک بنانا جن میں سے دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہو، مرکب بنائی کہلاتا ہے ۔ جیسے: اَحَدَ عَشَرَ کہ دوسرے اسم سے پہلے واؤ آ رہی تھی ۔ اصل میں اَحَدٌ وَّعَشْرٌ تھا۔ کثرتِ استعمال کی وجہ سے واؤ کو حذف کر کے دونوں اسموں کو اس انداز میں ملایا گیا کہ دونوں یکجان ہو گئے ۔ اس اکٹھا کرنے کی وجہ سے دونوں اسموں کو فتح پر مبنی کر دیا گیا۔ یعنی دونوں اسموں کے آخری حرف پر فتح کی حرکت لازمی قرار دے دی گئی تو اَحَدَ عَشَرَ بن گیا۔ دیگر الفاظ کو بھی اسی پر قیاس کر لیں۔

گیارہ سے انیس تک کے عربی اعداد مرکب بنائی ہیں ۔ یعنی ان کے دونوں اجزاء فتح پر مبنی ہیں ۔لیکن ان میں سے اِثْنَاعَشَرَ کا پہلا جز ومعرب ہے ۔ رفع میں اِثْنَاعَشَرَ اور نصب و جر کی حالت میں اِثْنَیْ عَشَرَ آتا ہے۔ اس کا مؤنث بھی معرب ہے: اِثْنَتَاعَشْرَۃَ اور اِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ۔

عَشْرٌ اور عَشَرَۃٌ کی شین کا حکم : عَشْرٌ اگر مفرد آئے تو اس کی شین ساکن ہوتی ہے۔ جیسے: فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۔ اور مرکب ہو کر آئے تو مفتوح ہوتی ہے ۔جیسے: اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا ۔اِثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ۔ اور عَشَرَۃٌ اگر مفرد ہو تو اس کی شین ہمیشہ مفتوح ہوتی ہے ۔جیسے: تِلْكَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ اور اگر مفرد اعداد کے ساتھ مرکب ہو کر آئے تو اس کی شین ساکن ہوتی ہے۔ جیسے: اِثْنَتَیْ عَشْرَۃَ عَیْنًا۔

ملحوظہ : مرکب بنائی صرف ان اعداد تک محدود نہیں ہے۔ یہ تو صرف بطور مثال ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ عربی زبان میں ترکیب بنائی کے درجنوں مرکبات مستعمل ہیں۔جیسے : شَذَرَ مَذَرَ۔شَغَرَبَغَرَ۔لَیْلَ نَهَارَ۔بَیْتَ بَیْتَ۔حَیْصَ بَیْصَ۔ بَیْنَ بَیْنَ وغیرہ۔ (تفصیل کے لئے بدایۃ النحو ملاحظہ فرمائیں)۔

مرکب منعِ صرف : اگر ایسے دو اسموں کو ملا کر ایک مرکب بنایا جائے جن میں سے دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن نہ ہو تو دیکھیں گے کہ دوسرا اسم عام اسم ہے یا اسمِ صوت؟ اگر عام اسم ہو تو اس مرکب کو مرکبِ منعِ صرف کہتے ہیں۔ منعِ صرف کا مطلب ہے غیرِ منصرف ہونا ۔ آگے اس کی بحث آئے گی ۔ یہاں اتنا سمجھ لیں کہ جو اسم غیرِ منصرف ہو اس پر کسرہ اور تنوین نہیں پڑھی جاتی ۔ مرکبِ منعِ صرف کا ضابطہ یہ ہے کہ (۱) اس کا جزوِاول اگر مختوم بالیاء نہ ہو تو اسے مبنی بر فتح کر دیتے ہیں جیسے: بَعْلَبَكُّ۔ کہ بَعْلٌ اور بَكٌّ دو اسموں کو ملا کر اسے بنایا گیا۔ یہاں دوسرے اسم سے پہلے واؤ بھی نہیں جسے حذف کیا گیا ہو۔ اور پہلا اسم یاء پر نہیں بلکہ لام پر ختم ہو رہا ہے اس لئے اسے فتح پر مبنی کر کے بَعْلَبَكُّ بنا دیا گیا۔(۲) اور اگر پہلا اسم مختوم بالیاء ہو تو اسے سکون پر مبنی کر دیا جاتا ہے ۔جیسے: مَعْدِ یْکَرِبُ ۔ اور قَالِیْ قَلَا وغیرہ۔(۳) اور اس کا دوسرا جزو غیرِ منصرف کر دیا جاتا ہے ۔یعنی اس کو رفع تنوین کے بغیر ضمہ سے اور نصب وجر تنوین کے بغیر فتحہ سے دیا جاتا ہے۔

مرکبِ صوتی: مرکبِ مزجی کی یہ وہ قسم ہے جس میں دوسرا جز واسم صوت وَیْہِ ہوتا ہے۔ یہ چند ناموں تک محدود مرکب ہے۔ اس کا پہلا جز وفتح پر اور دوسرا کسر پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسے سِیْبَوَیْہِ۔ جو سِیْبٌ اور وَیْہِ سے ملا کر بنایا گیا ہے۔ امام النحو سِیْبَوَیْہِ کا اصل نام عمرو بن عثمان ہے۔ چونکہ نہایت حسین وجمیل تھے اور چہرہ سرخی وسفیدی سے تمتما رہا ہوتا تھا۔ ان کے چہرے کی سرخی کی وجہ سے فارسی میں انہیں سیب کہا جانے لگا۔

سیب کو ہم اردو میں بھی سیب ہی کہتے ہیں۔ اہلِ عرب نے اسی سیب کے آخر میں اسم صوت وَیہِ ملا کر سِیْبَوَیْہِ بنا دیا۔ اسی طرح نِفْطَوَیْہِ وغیرہ کو قیاس کر لیں۔

ملاحظہ : یہاں صرف ان چار اقسام پر مختصر گفتگو کی گئی ہے۔ مرکبِ غیرِ مفید کی دیگر اقسام آگے اپنے اپنے مقام پر آئیں گی۔

ملاحظہ : چونکہ مرکبِ غیرِ مفید خبر یا طلب کا فائدہ نہیں دیتا اس لئے اسے کلام یا جملہ نہیں مانا جاسکتا۔ چونکہ یہ خود پورا جملہ نہیں اس لئے ہمیشہ جملے کا جزو بن کر آئے گا۔ کبھی مبتدا بن کر ، کبھی خبر بن کر ، کبھی فاعل بن کر ، کبھی مفعول وغیرہ بن کر آئے گا اور دوسرے اجزاء سے مل کر جملے کی تشکیل میں مدد دے گا۔

تمرین : (۱) درج ذیل جملوں میں مرکبِ غیرِ مفید کی شناخت کریں۔ (۲) بتلائیں کہ وہ مرکبِ غیرِ مفید کی کس قسم سے تعلق رکھتا ہے؟

نوٹ : ہم تمرین میں مرکبِ غیرِ مفید کی صرف ان چار اقسام کی مثالیں دیں گے جن کی اوپر وضاحت کی گئی ہے۔ اور چونکہ مرکبِ صوتی ومنعِ صرف قرآن کریم میں نہیں آیا ، اس لئے ان کی مثالیں اپنے پاس سے دیں گے۔

(۱) فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَاعَشْرَةَ عَيْنًا ۔ اِنِّيْ رَأَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا ۔ تِلْكَ ايَاتُ الْكِتٰبِ ۔ مَاتَ مَعْدِيْكَرِبُ ۔ ذَهَبْتُ اِلٰى بَعْلَبَكَّ ۔ سِيْبَوَيْهِ اِمَامُ النَّحْوِ ۔ حُدُوْدُاللّٰهِ ۔ بَيْنَ بَيْنَ ۔ اَللّٰهُ نُوْرُالسَّمٰوٰتِ ۔ مَتَاعُ الدُّنْيَاقَلِيْلٌ ۔ قُلُوْبُنَاغُلْفٌ ۔ اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ ۔ قَوْمُ نُوْحٍ ۔ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۔ دَارُ الْخُلْدِ ۔ حَيْصَ بَيْصَ ۔ ذَهَبْتُ اِلٰى حَضْرَمَوْتَ ۔

(۲) اُسْتَاذُ الْمَدْرَسَةِ ۔ وَلَدُ الْمُعَلِّمِ ۔ كِتَابُ اللّٰهِ ۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۔ حَجُّ الْبَيْتِ ۔ ايَةُ الْقُرْاٰنِ ۔ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ ۔ اَذَانُ الْمَغْرِبِ ۔ زَكٰوةُ الذَّهَبِ ۔ صَدَقَةُ الْفِطْرِ ۔ صَوْمُ التَّطَوُّعِ ۔ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ ۔ دَرْسُ الْحَدِيْثِ ۔ مُدِيْرُ الْمَدْرَسَةِ ۔ اُخْتُ نَاصِرٍ ۔ اُمُّ زُهَيْرٍ ۔ عَمَّةُ خَالِدٍ (پھوپھی) خَالَةُ نَصِيْرٍ ۔ عَمُّ زُبَيْرٍ ۔ خَالُ زَاهِدٍ۔

نحو میر : بدانکہ ہیچ جملہ کمتر از دو کلمہ نباشد لفظاً چوں: ضَرَبَ زَيْدٌ و زَيْدٌ قَائِمٌ یا تقدیراً چوں: اِضْرِبْ

کہ اَنْتَ درو مستتر ست۔ وازین بیشتر باشد وبیشتر را حدے نیست۔ **بدانکه** چوں کلماتِ جملہ بسیار باشند اسم وفعل وحرف را بایکدیگر تمیز باید کردن ونظر کردن کہ معرب ست یا مبنی وعامل ست یا معمول وباید دانستن کہ تعلقِ کلمات بایکدیگر چگونہ ست تا مسند ومسند الیہ پیدا گردد ومعنیٔ جملہ بتحقیق معلوم شود۔

ترجمه: کوئی بھی جملہ دو کلمات سے کم کلمات پر مشتمل نہیں ہوتا۔ خواہ (دو کلمات) لفظاً ہوں۔ جیسے: ضَرَبَ زَیْدٌ اور زَیْدٌ قَائِمٌ ۔ یاتقدیراً ہوں۔ جیسے: اِضْرِبْ کہ اس میں اَنْتَ کی ضمیر مستتر ہے۔ اور دو سے زیادہ کلمات بھی (جملہ میں) آسکتے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔ **جان لیں** کہ جب جملہ میں آنے والے کلمات بہت زیادہ ہوتے ہیں تو اسم ، فعل ، حرف کی ایک دوسرے سے تمیز کرنا اور یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ کلمہ معرب ہے یا مبنی اور عامل ہے یا معمول؟ اور یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ان کلمات کا ایک دوسرے سے کس طرح کا تعلق ہے؟ تاکہ مسند اور مسند الیہ متعین کیا جاسکے اور جملے کا صحیح اور تحقیقی معنی معلوم کیا جاسکے۔

تشریح: پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں کہ ہر جملہ کم ازکم دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ مسند اور مسند الیہ پر۔ ان میں سے ایک جزو بھی کم ہوتو جملہ بن ہی نہیں سکتا، نہ جملہ اسمیہ نہ فعلیہ نہ ظرفیہ نہ شرطیہ۔ اس لئے اتنا تو طے ہے کہ جملہ میں کم از کم دو کلمات کا ہونا ضروری ہے جن میں سے ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ بن سکتا ہو۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ دونوں کلمات کا لفظاً مذکور ہونا ضروری نہیں۔ اگر ایک محذوف بھی ہوتو بھی جملہ بن جائے گا۔ جیسے: اِضْرِبْ پورا جملہ ہے۔ حالانکہ بظاہر یہ ایک کلمہ ہے۔ اسے کامل جملہ اس لئے تسلیم کیا گیا کہ اس میں مخاطب کی ضمیر مستتر ہے اور اس کا مستتر ہونا واجب ہے اس لئے لفظاً مذکور نہیں۔ لہذا اس ضمیر کو شامل کر کے دو کلمات بن گئے جن میں سے ایک (اِضْرِبْ) مسند اور دوسرا (اَنْتَ) مسند الیہ بن سکتا ہے تو اہل عرب نے اسے پورا جملہ تسلیم کرلیا۔

لیکن اگر دو ایسے کلمات جمع ہوجائیں جن سے مسند اور مسند الیہ کی تکمیل نہ ہوتی ہوتو تیسرا ، چوتھا ، پانچواں حتی کہ دسواں کلمہ بھی لانا پڑے تو تب تک جملہ پورا نہ ہوگا جب تک کلام میں ایک مسند اور ایک مسند الیہ نہ آجائے۔ جیسے: اِبْرَاهِیْمُ فِیْ میں دو کلمات تو آگئے اور ان میں سے ابراھیم مسند الیہ بھی بن سکتا ہے مگر فی میں مسند بننے کی صلاحیت موجود نہیں کیونکہ وہ حرف ہے جو نہ مسند بن سکتا ہے نہ مسند الیہ۔ لہذا اس کے بعد البَیتِ لائیں گے تو فی البیت کا مجموعہ مسند کی جگہ پر آسکے گا اور جملہ مکمل ہوگا۔ لیکن اگر ہم کہیں دَخَلَ فِی الْبَیْتِ تو تین کلمات کے باوجود یہ مرکب اس لئے جملہ نہیں بن رہا کہ اس میں مسند الیہ موجود نہیں۔ اب چوتھے لفظ ساجِدٌ کا اضافہ کر کے دَخَلَ فِیْ البیتِ سَاجِدٌ کہیں گے تو جملہ مکمل ہوگا۔

نحومیر فصل: بدانکه علامتِ اسم آنست کہ الف لام یاحرفِ جر دراوّلش باشد چوں: اَلْحَمْدُ

و بِزَيْدٍ یا تنوین در آخرش باشد چوں زَيْدٌ یا مسند الیه باشد چوں: زَيْدٌ قائِمٌ یا مضاف باشد چوں: غُلَامُ زَيْدٍ یا مصغر باشد چون: قُرَيْشٌ یا منسوب باشد چوں: بَغْدَادِيٌّ یا مثنیٰ باشد چوں: رَجُلَانِ یا مجموع باشد چوں: رِجَالٌ یا موصوف باشد چوں: جَآءَ رَجُلٌ عَالِمٌ یا تائے متحرك بدو پیوند د چوں: ضَارِبَةٌ۔ **وعلامتِ فعل** آنست کہ قد در اوّلش باشد چوں: قَدْضَرَبَ یا سین باشد چوں: سَيَضْرِبُ یا سَوْفَ باشد چون: سَوْفَ يَضْرِبُ یا حرفِ جزم بَوَد چوں: لَمْ يَضْرِبْ یا ضمیرِ مرفوعِ متصل بدو پیوند د چوں: ضَرَبْتُ یا تائے ساکن چوں: ضَرَبَتْ یا امر باشد چوں: اِضْرِبْ یا نهی باشد چوں: لَاتَضْرِبْ۔ **وعلامتِ حرف** آنست کہ ہیچ علامت از علاماتِ اسم وفعل درو نبود۔

ترجمہ: اسم کی علامت یہ ہے کہ اس کے شروع میں الف لام یا حرفِ جر آئے۔ جیسے: اَلْحَمْدُ اور بِزَيْدٍ۔ یا اس کے آخر میں تنوین آئے۔ جیسے: زیدٌ۔ یا وہ مسند الیه ہو۔ جیسے: زَيْدٌ قَائِمٌ یا مضاف ہو۔ جیسے: غُلَامُ زَيْدٍ یا مصغّر ہو جیسے: قُرَيْشٌ۔ یا منسوب ہو۔ جیسے: بَغْدَادِيٌّ یا مثنیٰ ہو۔ جیسے: رَجُلَانِ۔ یا جمع ہو۔ جیسے: رِجَالٌ یا موصوف ہو۔ جیسے: جَاءَ رَجُلٌ عالِمٌ یا اس کے آخر میں متحرك تاء لگی ہو۔ جیسے: ضَارِبَةٌ۔ **فعل کی علامت** یہ ہے کہ اس کے شروع میں قَدْ آئے۔ جیسے: قَدْضَرَبَ۔ یا سین آئے۔ جیسے: سَيَضْرِبُ یا سَوْفَ آئے۔ جیسے: سَوْفَ يَضْرِبُ یا حرفِ جزم (اس سے پہلے) آئے۔ جیسے: لَمْ يَضْرِبْ۔ یا اس کے آخر میں ضمیرِ مرفوعِ متصل (بارز) لگی ہو۔ جیسے: ضَرَبْتِ۔ یا (اس کے آخر میں) ساکن تاء لگی ہو۔ جیسے: ضَرَبَتْ یا وہ امر ہوگا۔ جیسے: اِضْرِبْ یا نہی ہوگا۔ جیسے: لَاتَضْرِبْ۔ **اور حرف کی علامت** یہ ہے کہ اسم یا فعل کی کوئی علامت اس میں نہیں پائی جاتی۔

تشریح: اوپر مصنف نے فرمایا تھا کہ کلام میں چونکہ بہت سارے کلمات اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان کی شناخت ضروری ہے کہ وہ اسم ہے یا فعل یا حرف؟ پھر معرب مبنی کی تحقیق اور عامل ومعمول کی چھان پھٹک کرنے سے ہم صحیح جملہ بنانے اور اس کا مستند اور تحقیقی مفہوم سمجھنے کے قابل ہوں گے۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے کلمے کی تینوں اقسام کی موٹی موٹی علامات بیان فرما کر اسم ، فعل اور حرف کی شناخت کا مرحلہ طلبہ کے لئے آسان فرما دیا۔

علامت وہ چیز ہوتی ہے جو کسی چیز کا خاصہ ہو اور اس کے علاوہ کسی دوسری چیز میں نہ پائی جائے۔ چنانچہ تنوین کو اسم کی علامت کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ صرف اسم میں پائی جاتی ہے، فعل یا حرف پر تنوین کبھی نہیں آتی۔ قد کو فعل کی علامت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صرف فعل سے پہلے آتا ہے، اسم یا حرف سے پہلے کبھی نہیں آتا۔ ان علامات کا فائدہ یہ ہے کہ اسم کی علامات میں سے کوئی ایک علامت بھی ہمیں نظر آئے تو ہم فوراً اسے اسم مان لیں گے۔ اور فعل کی علامت کہیں نظر آجائے تو ہم کسی دوسری دلیل کے بغیر اسے فعل تسلیم کر لیں گے۔

علاماتِ اسم: علمائے نحو نے اسم کی تیس (۳۰) سے زیادہ علامات بیان کی ہیں جن میں سے چند موٹی موٹی علامات

مصنف نے ابتدائی طلبہ کے لئے بیان فرمادی ہیں۔

علاماتِ فعل: علمائے نحو نے فعل کی بیس (۲۰) سے زائد علامات بیان فرمائی ہیں۔ جن میں سے چند اہم علامات مصنف نے ذکر فرمادی ہیں۔

فعل کی علامات میں سے تائے ساکنہ ماضی کے ساتھ مختص ہے۔ سین، سوف اور جازمہ فعل مضارع کے ساتھ مختص ہیں۔ ضمیرِ مرفوعِ متصلِ بارز کا آخر میں آنا اور قدکا شروع میں آنا ماضی اور مضارع میں مشترک ہے۔ جیسے (۱) قَدْبَلَغْتُ۔ فَقَدْجَآءَ۔ لَقَدْجَاءَ كُمْ۔ اور قَدْيَعْلَمُ اللّٰهُ۔ (۲) عَلِمْتُمْ ، اَنْزَلْنَا ، فَرَّقْتَ ، هَا جَرُوا ، بَلَغْتُ ، هَاجَرْنَ وغیرہ میں مختلف ضمائر ماضی میں اور يَعْلَمُوْنَ ، يَقُوْلَانِ ، تَسْمَعِيْنَ وغیرہ میں مختلف ضمائر فعلِ مضارع کے آخر میں لگی ہوئی ہیں۔

تمرین : ذیل کے کلمات کو علامات کی اساس پر شناخت کریں۔

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ، وَلَقَدْيَسَّرْ نَاالْقُرْاٰنَ ، عَيْنَان تَجْرِيَان ، وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ، ءَ اَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ، عَلِمَتْ نَفْسٌ ۔ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ وَالذّٰرِ يٰتِ ذَرْوًا ۔ لَنْ نَّدْعُوَ۔ فِي النَّارِ۔ قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۔ فَضْلُ اللّٰهِ ۔ قُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۔ اِذْهَبَآاِلٰي فِرْعَوْنَ ۔ اَلْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۔ كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۔ فَسَوْفَ يَدْعُوْ ثُبُوْرًا۔ نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ۔ لَقَدْجَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ۔ لَاَ تُصَلِّ عَلٰٓي اَحَدٍمِّنْهُمْ۔ اِذْهَبَآاِلٰي فِرْعَوْنَ۔ عَيْنَان نَضَّاخَتَان۔ فَلْيَضْحَكُوْاقَلِيْلًاوَّلْيَبْكُوْاكَثِيْرًا۔ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۔ لَاتَدْخُلُوْامِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ ۔ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ ۔

نحومیر : فصل : بدانکہ جملہ کلماتِ عرب بردوقسم ست: معرب ومبنی۔ **معرب** آنست کہ آخرش باختلافِ عوامل مختلف شود چوں زید در: جَآءَ نِيْ زَيْدٌ وَّرَاَ يْتُ زَيْدًاوَّمَرَرْتُ بِزَيْدٍ۔ جَآءَ عامل ست وزَيْدٌ معرب ست و ضمہ اعراب ست ودال محلِ اعراب۔ **ومبنی** آنست کہ آخرش باختلاف عوامل مختلف نشود۔ چوں: هٰؤُلَآءِ کہ درحالت رفع ونصب وجر یکساں ست۔

ترجمہ: عربی زبان کے کلمات دوقسم کے ہیں: معرب اور مبنی۔ **معرب** وہ ہے جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہے۔ جیسے: جَاءَ نِيْ زَيْدٌ ، رَاَيْتُ زَيْدًا اور مَرَرْتُ بِزَيْدٍ کی مثالوں میں زَيْد۔ جَاءَ عامل ہے، زید معرب ہے ، ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب۔ اور **مبنی** وہ ہے جس کا آخر عوامل کے بدلنے سے تبدیل نہ ہو۔ جیسے هٰؤُلَآء کہ رفع ، نصب اور جر تینوں حالتوں میں ایک جیسا رہتا ہے۔

تشریح: یہاں سے علمِ نحو کے مقصودی مباحث کا تدریجی آغاز ہورہا ہے۔ نحو کا بنیادی مقصد ہی یہ ہے کہ اعراب کی

پہچان حاصل ہو اور اعراب صرف معرب کلمات کو دیا جاتا ہے ، مبنی پر اعراب تبدیل نہیں ہوتا۔ ہمیں معرب اور مبنی کی پہچان پہلے حاصل کرنی ہے پھر معرب کو اعراب ملنے کے طریقے معلوم کرنے ہیں پھر ان عوامل کو تلاش کرنا ہے جو معرب کلمات کو مختلف اعراب دیتے ہیں ۔ انہی تین چار مقاصد کے اردگرد علم نحو کے مباحث گردش کرتے نظر آتے ہیں ۔

ملاحظہ: مصنف نے یہاں ضمہ کو زَیْد کا اعراب قرار دیا ہے۔ انہوں نے طلبہ کو سمجھانے کے لئے مجازاً ضمہ کو اعراب قرار دیا ہے۔ حقیقت میں اعراب رفع ہے اور ضمہ رفع کی محض علامت ہے جس کی تفصیل اسمِ معرب کے ذیل میں آگے آرہی ہے۔ فافھم ۔

نحو میر: فصل : بدانکہ جملہ حروف مبنی ست واز افعال فعلِ ماضی وامرِ حاضرِ معروف وفعلِ مضارع بانون ہائے جمعِ مؤنث وبانون ہائے تاکید نیز مبنی ست ۔ **بدانکہ** اسمِ غیرِ متمکن مبنی ست واما اسمِ متمکن معرب ست بشرطِ آنکہ در ترکیب واقع شود وفعلِ مضارع معرب ست بشرطِ آنکہ ازنون ھائے جمعِ مؤنث ونونِ تاکید خالی باشد۔ پس درکلامِ عرب بیش ازیں دو قسم معرب نیست ۔ باقی ھمہ مبنی ست ۔ واسمِ غیرِ متمکن اسمیست کہ بامبنیِ اصل مشابھت دارد۔ ومبنیِ اصل سہ چیز ست :فعلِ ماضی وامرِ حاضرِ معروف وجملہ حروف ۔ واسمِ متمکن اسمیست کہ بامبنیِ اصل مشابہ نباشد۔

ترجمہ: تمام حروف مبنی ہیں اور افعال میں سے فعلِ ماضی ، فعلِ امرِ حاضرِ معلوم اور فعلِ مضارع جب اس کے آخر میں نونِ نسوۃ آجائے یانونِ تاکید تو وہ بھی مبنی ہے۔ **جان لیں** کہ اسمِ غیرِ متمکن بھی مبنی ہے اور اسمِ متمکن معرب ہے بشرطیکہ ترکیب میں واقع ہو۔ اور فعلِ مضارع بھی معرب ہے بشرطیکہ جمعِ مؤنث کے نون اور نونِ تاکید سے خالی ہو۔

پس عربی زبان میں دو قسموں کے علاوہ کوئی کلمہ معرب نہیں ۔ باقی سب کلمات مبنی ہیں۔ اسمِ غیرِ متمکن وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو۔ مبنی الاصل تین چیزیں ہیں (۱) فعلِ ماضی (۲) فعلِ امرِ حاضرِ معلوم (۳) تمام حروف ۔ اور اسمِ متمکن وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو۔

تشریح: معرب اور مبنی کے حوالے سے مصنف نے ابتدائی طور پر اتنا معاملہ نکھار دیا ہے کہ (۱) حروف تمام کے تمام مبنی ہیں ۔ (۲) افعال میں سے فعل ماضی بھی مبنی ہے اور فعل امر حاضر معلوم بھی مبنی ہے باقی بچا فعل مضارع تو اس کے جمع مؤنث کے دو صیغے تو پکے مبنی ہیں۔ دیگر بارہ صیغے عام حالات میں تو معرب ہوں گے لیکن جب ان کے آخر میں نونِ تاکید (ثقیلہ یا خفیفہ) لگے گا تو وہ بھی مبنی ہوجائیں گے۔ اور اسماء میں سے تمام غیرِ متمکن اسماء مبنی ہیں۔ صرف متمکن اسماء معرب ہیں۔ اس تقسیم وتفصیل سے یہ بات نکھر کر سامنے آگئی کہ عربی

کلمات کی تینوں اقسام میں سے صرف اسم کی ایک قسم (اسم متمکن) اور فعل کی ایک قسم (فعل مضارع کے بارہ صیغے) معرب ہیں۔ ان کے ماسوا تمام اسماء ، افعال اور حروف مبنی ہیں۔

کیا اسم ترکیب میں آنے کے بعد ہی معرب ہوتا ہے؟: مصنف نے اسم متمکن کے معرب ہونے کو بھی اس شرط سے مشروط کر دیا ہے کہ وہ بھی تب معرب ہوگا جب ترکیب میں واقع ہو۔ اکیلا اسم متمکن مبنی ہوگا۔ یہ شیخ ابن حاجب اور بعض نحوی علماء کا قول ہے۔ جبکہ امام زمخشری اور دیگر محققین کی رائے یہ ہے کہ اسمِ متمکن ترکیب میں آنے سے پہلے بھی معرب ہے اور ترکیب میں آنے کے بعد بھی معرب ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایک ہی اسم کو ہم معرب بھی مانیں گے (ترکیب کے بعد) اور مبنی بھی مانیں گے (ترکیب سے پہلے) جو سراسر تضاد ہے۔

کیا نونِ تاکید سے فعلِ مضارع کا ہر صیغہ مبنی ہوجاتا ہے؟: فعلِ مضارع کے بارہ صیغوں کے معرب ہونے کو بھی مصنف نے مشروط کیا ہے کہ ان کے آخر میں نونِ تاکید نہ آیا ہو۔ یہ مسئلہ نحویوں کے ہاں زیرِ بحث رہا ہے کہ نونِ تاکید کے الحاق سے آیا فعلِ مضارع کے تمام صیغے مبنی ہوجاتے ہیں یا صرف وہ صیغے مبنی ہوتے ہیں جن کے آخر میں ضمیرِ مرفوعِ متصل بارز نہیں آتی (جیسے: يَضْرِبُ ، تَضْرِبُ ، اَضْرِبُ ، نَضْرِبُ) بعض علماء کی اگرچہ یہی رائے ہے کہ نونِ تاکید کے آنے سے فعلِ مضارع کے تمام صیغے مبنی ہوجاتے ہیں۔ لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ ضمیرِ بارز والے صیغے (يَضْرِبَانِ ، تَضْرِبَانِ ، يَضْرِبُوْنَ ، تَضْرِبُوْنَ ، تَضْرِبِيْنَ) تو معرب ہی رہتے ہیں۔ البتہ ضمیرِ بارز سے خالی صیغے مبنی بر فتح ہوجاتے ہیں۔

نحومیر: فصل : بدانکہ اسمِ غیرِ متمکن ہشت قسم ست۔ **اول :** مضمرات۔ چوں۔ اَنَا من مرد وزن و ضَرَبْتُ زدم من و اِيَّایَ خاص مرا و ضَرَبَنِیْ بزد مرا و لِیْ مرا۔ داین ہفتاد ضمیر ست۔

ترجمہ: اسمِ غیر متمکن آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ **اول :** مضمرات۔ جیسے: اَنَا میں مرد یا عورت ، ضَرَبْتُ میں نے مارا ، اِيَّایَ صرف مجھے ، ضَرَبَنِیْ اس نے مجھے مارا اور لِیْ میرا۔ یہ ستر ضمیریں ہیں۔

تشریح: مصنف نے اسمِ غیر متمکن کیلئے آٹھ اقسام تسلیم فرمائی ہیں۔ (۱) مضمرات (۲) اسمائے اشارہ (۳) اسمائے موصولہ (۴) اسمائے افعال (۵) اسمائے اصوات (۶) اسمائے ظروف (۷) اسمائے کنایہ (۸) مرکبِ بنائی۔ حالانکہ ان آٹھ اقسام کے علاوہ اسم کی دیگر دو اقسام اور بھی ہیں جو غیر متمکن ہیں۔ (۱) اسمائے استفہام (۲) اسمائے شرط۔ ہوسکتا ہے مصنف نے ان کا تذکرہ الگ قسم کے طور پر اس لئے نہ فرمایا ہو کہ ان میں سے اکثر اسماء مذکورہ بالا آٹھ اقسام میں بھی آجاتے ہیں۔ جیسے مَنْ اور مَا اسمائے موصولہ میں آچکے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ اسمائے شرط میں بھی آتے ہیں اور اسمائے استفہام میں بھی آتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ اسم کی مستقل اقسام ہیں اور ان میں

سے بعض اسماء ایسے بھی ہیں جو ان آٹھ اقسام میں داخل نہیں اس لئے ان کو اسمِ غیر متمکن کی الگ اقسام کے طور پر ذکر کرنا ضروری ہے۔ ہم ان آٹھ اقسام کی تفصیل کے بعد ان دونوں قسم کے غیر متمکن اسماء کا تذکرہ بھی کریں گے۔ اس طرح اسمِ غیر متمکن کی مجموعی اقسام آٹھ کی بجائے دس بن جائیں گی۔

ضمائر کی بنیادی تعداد مصنف کی تقسیم کے مطابق ستر (۷۰) ہے۔ لیکن بعض علماء نے ضمیرِ مرفوع متصل میں ماضی کی ضمائر کو الگ اور مضارع کی ضمائر کو الگ شمار کیا ہے۔ کیونکہ ماضی میں صرف دو ضمیریں مستتر ہوتی ہیں جبکہ مضارع میں پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے۔ اور دوسرا فرق یہ ہے کہ ماضی اور مضارع میں ضمائر بارزہ کی شکل اور صیغے میں بھی نمایاں فرق ہے۔ علاوہ ازیں اسمِ صفت جب مبتدا یا موصوف وغیرہ کے بعد کلام میں واقع ہوتا ہے تو اس میں بھی ضمیرِ مرفوعِ متصل ،مستتر مانی جاتی ہے اس طرح ضمیرِ مرفوعِ متصل کی تین الگ الگ اقسام بن گئیں۔

اسی طرح منصوبِ متصل میں بھی علماء کا ایک گروہ متصل بالفعل اور متصل بالحرف کو الگ بیان کرتا ہے اور مجرورِ متصل میں بھی متصل بالحرف اور متصل بالمضاف کو الگ رکھا جاتا ہے۔ اس طرح ضمائر کی اقسام پانچ کی بجائے نو اور ضمائر کی تعداد ستر کی بجائے ایک سو چھبیس بن جاتی ہے۔

ف : اس سے آگے مصنف نے چونکہ صرف ضمائر کی تفصیل دی ہے اس لئے ان کا ترجمہ کرنے اور ضمائر کو دوبارہ ترجمہ میں لا کر کتاب کا حجم بڑھانے کی بجائے ہم ان چار اضافی اقسام کی ضمائر لکھیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

نحو میر: چہاردہ **مرفوع متصل** :ضَرَبْتُ ضَرَبْنَا ضَرَبْتَ ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُمْ ضَرَبْتِ ضَرَبْتُمَا ضَرَبْتُنَّ ضَرَبَ ضَرَبَا ضَرَبُوْا ضَرَبَتْ ضَرَبَتَا ضَرَبْنَ ، وچہاردہ **مرفوع منفصل**:اَنَا نَحْنُ اَنْتَ اَنْتُمَا اَنْتُمْ اَنْتِ اَنْتُمَا اَنْتُنَّ هُوَ هُمَا هُمْ هِيَ هُمَا هُنَّ وچہاردہ **منصوب متصل**:ضَرَبَنِيْ ضَرَبَنَا ضَرَبَكَ ضَرَبَكُمَا ضَرَبَكُمْ ضَرَبَكِ ضَرَبَكُمَا ضَرَبَكُنَّ ضَرَبَهٗ ضَرَبَهُمَا ضَرَبَهُمْ ضَرَبَهَا ضَرَبَهُمَا ضَرَبَهُنَّ۔ وچہاردہ **منصوب منفصل**:اِيَّايَ اِيَّانَا اِيَّاكَ اِيَّاكُمَا اِيَّاكُمْ اِيَّاكِ اِيَّاكُمَا اِيَّاكُنَّ اِيَّاهُ اِيَّاهُمَا اِيَّاهُمْ اِيَّاهَا اِيَّاهُمَا اِيَّاهُنَّ۔ وچہاردہ **مجرورِ متصل** :لِيْ لَنَا لَكَ لَكُمَا لَكُمْ لَكِ لَكُمَا لَكُنَّ لَهٗ لَهُمَا لَهُمْ لَهَا لَهُمَا لَهُنَّ۔

تشریح: چودہ ضمائر **فعل مضارع** کے ساتھ آنے والی **مرفوع متصل** :يَضْرِبُ يَضْرِبَانِ يَضْرِبُوْنَ تَضْرِبُ تَضْرِبَانِ يَضْرِبْنَ تَضْرِبُ تَضْرِبَانِ تَضْرِبُوْنَ تَضْرِبِيْنَ تَضْرِبَانِ تَضْرِبْنَ اَضْرِبُ نَضْرِبُ۔

مستتر ضمائر کی تفصیل : فعلِ مضارع کے يَضْرِبُ میں واحد مذکر غائب کی ضمیر مستتر ہے۔ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ وہ ضمیر هُوَ ہوگی۔ تَضْرِبُ (غائبہ) میں واحد مؤنث غائبہ کی ضمیر مستتر ہے جسے هِيَ فرض کیا جاتا ہے۔ تَضْرِبُ

(مخاطب) میں واحد مذکر مخاطب کی ضمیر مستتر ہے جسے اَنْتَ فرض کیا جاتا ہے اَضْرِبُ میں واحد متکلم کی ضمیر مستتر ہے جسے اَنَا کی صورت میں فرض کیا جاتا ہے اور نَضْرِبُ میں جمع متکلم کی ضمیر مستتر ہے جسے نَحْنُ فرض کیا جاتا ہے۔ (مقدّر ماننے کا مطلب فرض کرنا ہوتا ہے۔ فافهم)۔

نوٹ: غائب اور غائبہ کی دونوں ضمیریں جائز الاستتار ہیں۔ یعنی ان افعال کے بعد اگر کوئی اسمِ ظاہر فاعل بن کر آ جائے تو یہاں ضمیر سرے سے فرض نہیں کی جائے گی۔ اگر نہ ہو تو ضمیر فرض کی جائے گی۔ اور دوسری تینوں ضمائر واجب الاستتار ہیں یعنی یہ ضمیریں ہر صورت مستتر ہی رہتی ہیں۔ نہ خود ظاہر ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کی جگہ کوئی اسمِ ظاہر آ سکتا ہے۔

ملحوظه: ماضی میں صرف دو جگہ ضمیر مستتر ہوتی ہے غائب اور غائبہ میں۔ اور دونوں جگہ فعلِ مضارع کی طرح جائز الاستتار ہوتی ہے۔ فعلِ مضارع کے باقی نو صیغوں اور ماضی کے باقی بارہ صیغوں میں ہر صیغے کے آخر میں ضمیرِ مرفوعِ متصلِ بارز آپ کو نظر آ رہی ہے۔ جیسے: ضَرَبْتَ میں تَ ، ضَرَبْنَا میں نَا ، یَضْرِبُوْنَ میں واؤ اور تَضْرِبِیْنَ میں یاء وغیرہ۔

نوٹ: (۱) ضمیر مستتر ہو یا بارز، فعل کے ساتھ آنے والی ضمیر، مرفوعِ متصل کہلاتی ہے۔ (۲) اسمائے صفات میں ضمیر تمام صیغوں میں سیاقِ کلام کے اعتبار سے مستتر ہوتی ہے۔

اسمِ صفت کے ساتھ آنے والی چودہ **مرفوع متصل ضمائر:** هوقائمٌ هُمَاقَائِمَانِ هُمْ قَائِمُوْنَ هِيَ قَائِمَةٌ هُمَا قَائِمَتَانِ هُنَّ قَائِمَاتٌ اَنْتَ قَائِمٌ اَنْتُمَا قَائِمانِ اَنْتُمْ قَائِمُوْنَ اَنْتِ قَائِمَةٌ اَنْتُمَا قَائِمَتَانِ اَنْتُنَّ قَائِمَاتٌ۔ اَنَاقَائِمٌ۔ اَنَاقَائِمَةٌ نَحْنُ قَائِمُوْنَ نَحْنُ قَائِمَاتٌ نَحْنُ قَائِمَانِ نَحْنُ قَائِمَتَانِ۔

ف: (۱) اسمِ صفت میں ضمیر صرف اس وقت فرض کی جاتی ہے جب وہ ترکیب میں خبر یا صفت وغیرہ بن کر آئے اور حدث پر دلالت کرے۔ اکیلا اسمِ صفت بولیں تو اس میں ضمیر مستتر نہیں مانی جاتی۔ اور اگر حدث پر دلالت نہ کر رہا ہو تب بھی اس میں ضمیر مستتر نہیں ہوتی۔

(۲) مذکورہ بالا چودہ مثالوں میں ہم نے ہر صیغۂ صفت چودہ مرفوع منفصل ضمائر کی خبر بنا کر استعمال کیا ہے۔ ان میں سے ہر صیغے میں وہی ضمیر مستتر فرض کی جائے گی جس جیسی ضمیر اس کا مبتدا بن کر پہلے آ رہی ہے۔ جیسے: اَنْتُمْ قَائِمُون میں قائِمون صیغۂ صفت میں انتم ضمیرِ مرفوعِ متصل مستتر مانی جائے گی۔ اَنْتِ قَائِمَةٌ کے جملہ میں قائمة میں اَنْتِ ضمیرِ مرفوعِ متصل مستتر مانی جائے گی وهَلُمَّ جرًّا۔

حروفِ مشبهه بالفعل سے متصل ہو کر آنے والی چودہ **منصوبِ متصل ضمائر:** اِنَّهٗ اِنَّهُمَا اِنَّهُمْ اِنَّهَا اِنَّهُمَا اِنَّهُنَّ اِنَّكَ اِنَّكُمَا اِنَّكُمْ اِنَّكِ اِنَّكُمَا اِنَّكُنَّ اِنَّنِيْ اِنَّنَا (اِنِّی اِنَّا)۔

اسمِ مضاف سے متصل ہو کر آنے والی چودہ **مجرورِ متصل ضمائر:** كِتَابُهٗ كِتَابُهُمَا كِتَابُهُمْ كِتَابُهَا

کِتابُھُمَا کِتا بُھُنَّ کِتابُکَ کِتابُکُمَا کِتا بُکُمْ کِتابُکِ کِتابُکُمَا کِتابُکُنَّ کِتَابِی کِتابُنَا۔

تمرین: درج ذیل امثلہ میں ضمائر کی شناخت کریں، مرفوع، منصوب، مجرور اور متصل و منفصل کی وضاحت کریں۔ نیز یہ بھی واضح کریں کہ متصل ضمیر کس چیز کے ساتھ متصل ہے؟ اور ضمیرِ مرفوعِ متصل میں یہ بھی واضح کریں کہ وہ ضمیرِ متصل مستتر ہے یا بارز؟۔

اِذَاالشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۔ وَاِذَاالنُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ۔ سَنُعِیْدُ ھَا سِیْرَ تَہَاالْاُوْلٰی ۔ قَالَ لَہٗ مُوْسٰی ھَلْ اَتَّبِعُکَ ۔ قُلْنَالَاتَخَفْ ۔ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۔وَاَلْقِ مَافِیْ یَمِیْنِکَ تَلْقَفْ مَاصَنَعُوْا ۔ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔ وَاَنَّہٗ ھُوَاَمَاتَ وَاَحْیٰی ۔ یُرِیْدَانِ اَنْ یُّخْرِجَاکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِھِمَا وَیَذْھَبَا بِطَرِ یْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی۔رَبِّ ارْحَمْھُمَاکَمَارَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا۔ قَالُوْآءَ اِنَّکَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ قَالَ اَنَایُوْسُفُ وَھٰذَآاَخِیْ ۔ لَاتَقُلْ لَّھُمَآاُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْ ھُمَاوَقُلْ لَّھُمَاقَوْلًاکَرِیْمًا۔رَبَّنَالَاتُؤَاخِذْنَآاِنْ نَّسِیْنَآاَوْاَخْطَاْنَا۔رَبَّنَاوَلَاتَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًاکَمَاحَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ لَعَلَّہٗ یَذَّکَّرُاَوْیَخْشٰی ۔اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآاَوْاَنْ یَّطْغٰی ۔ اِنْ مِّنْکُمْ اِلَّاوَارِدُھَا۔ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَآاَنْتَ مَوْلٰنَافَانْصُرْنَاعَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۔ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاقَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ۔اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ/نِی۔وَاْتُوْنِیْ بِاَھْلِکُمْ۔وَاِذَاکَالُوْھُمْ اَوْوَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ۔وَاَلْقَتْ مَافِیْھَا وَتَخَلَّتْ۔اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحًا فَمُلٰقِیْہِ ۔ فَاَمَّاالْاِنْسَانُ اِذَامَاابْتَلٰہُ رَبُّہٗ فَاَکْرَمَہٗ وَنَعَّمَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَکْرَمَنِ۔وَاَمَّآاِذَامَاابْتَلٰہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْ اَھَانَنِ/اَھَانَنِیْ۔فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔ فِیْھِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیَانِ ۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔

نحومیر: دُوُّم اسمائے اشارات : ذَاوذَانِ وَذَیْنِ وَتَاوَتِیْ وَتِہ وَذِہْ وَذِھِیْ وَتِھِیْ وَتَانِ وَتَیْنِ وَاُوْلَاءِ بمد واُوْلٰی بقصر۔

ترجمہ: دُوُّم اسمائے اشارات ہیں۔ ذَا، ذان الخ ۔

تشریح: (۱) مذکورہ بالا اسمائے اشارات کا استعمال وہاں ہوتا ہے جہاں حسّی طور پر کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا ہو۔ یعنی ہاتھ یا انگلی وغیرہ سے اشارہ کرنا ہو۔ اس کے بالمقابل ضمیر اور الف لام سے جو اشارہ ہوتا ہے وہ حسی نہیں بلکہ محض ذہنی طور پر ہوتا ہے۔

(۲) تقسیم اسمائے اشارہ مذکورہ بالا اسمائے اشارہ دو الگ الگ تقسیمات پر تقسیم کئے گئے ہیں ۔ (أ) پہلی تقسیم کے اعتبار سے اسمائے اشارہ دو قسم کے ہیں (۱) مذکر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے (۲) مؤنث کی طرف اشارہ

کرنے کے لئے۔ (ب) پھر مؤنث و مذکر دونوں طرح کے اسمائے اشارات واحد تثنیہ اور جمع کی طرف تقسیم ہوتے ہیں۔ چنانچہ: **واحد مذکر** کے لئے: ذا ، **تثنیہ مذکر** کے لئے۔ ذَانِ اور ذَیْنِ، **جمع مذکر** کے لئے اُولآءِ یا اُولٰی ، **واحدمؤنث** کے لئے تَا ، تِیْ ، تِہْ ، ذِہْ ، ذِہٖ، تِہٖ ، **تثنیہ مؤنث** کے لئے: تَانِ اور تَیْنِ اور **جمع مؤنث** کیلئے اُولآءِ یا اُولٰی وضع کیے گئے ہیں۔

(۳) **ذَانِ ، ذَیْنِ ، ذَا کا تثنیہ نہیں** ان میں سے ہر صیغہ مستقل بالوضع ہے۔ واحد کی اپنی وضع ہے ، تثنیہ اور جمع کی اپنی اپنی وضع ہے۔ یعنی تثنیہ کا لفظ واحد سے تثنیہ نہیں بنایا گیا۔ وگرنہ وہ معرب ہوگا۔ نہ ہی جمع کا لفظ اُولاءِ یا اُولٰی واحد سے بنا ہے۔ اگر تثنیہ کے صیغے واحد ذا ، تا ، تی وغیرہ سے بنائے گئے ہوتے تو وہ ذَانِ ، تَانِ وغیرہ نہیں بلکہ ذَوَانِ ، تَوَانِ یا ذَیَانِ ، تَیَانِ ہوتے۔

(۴) **ذَانِ ، ذَیْنِ معرب نہیں بلکہ مبنی ہیں** مذکر اور مؤنث دونوں طرح کے اسمائے اشارات میں تثنیہ کے لئے اہلِ زبان نے صیغے وضع کرتے وقت ہی انہیں رفع کی حالت کے لئے ذانِ اور تَانِ کی شکل پر اور نصب و جر کی حالت میں ذَیْنِ اور تَیْنِ کی شکل پر وضع کیا۔ گویا یہ الفاظ رفع کی صورت میں ذَانِ ، تَانِ (الف اور نون مکسورۃ پر) مبنی ہیں اور نصب و جر کی صورت میں ذَیْنِ ، تَیْنِ (یائے ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ پر) مبنی ہیں۔ حالانکہ بظاہر یہ رَجُلَانِ / رَجُلَیْنِ کی طرح معرب نظر آتے ہیں کہ جس طرح رَجلانِ رفع کی حالت میں الف اور نونِ مکسورہ کے ساتھ اور نصب و جر کی حالت میں رَجُلَیْنِ یائے ماقبل مفتوح اور نونِ مکسورہ کے ساتھ معرب ہوتا ہے۔

یہ مشابہت تو ضرور موجود ہے مگر اسمائے اشارہ رفع و نصب و جر کا اثر قبول کرکے الف اور یاء سے بدلتے نہیں بلکہ اہل زبان نے ان کو وضع کرتے وقت یہ اصول طے کر دیا کہ رفع کے وقت یہ الف پر اور نصب و جر کے وقت یاء پر مبنی ہوں گے۔ فافهم فانه بحث دقيق وانيق۔

(۵) **اُولَآءِ اور اُولٰی کا فرق** اُولاءِ مد کے ساتھ اہلِ حجاز کی لغت میں جمع (مذکر و مؤنث) کے لئے مستعمل ہے جبکہ بنو تمیم اسے قصر کے ساتھ اُولٰی پڑھتے ہیں۔ دونوں افصح لغات ہیں لیکن تقابل کے وقت لغتِ اہلِ حجاز کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ یہ افصح اللغاتِ فی العرب ہے اور قرآنِ کریم لغتِ حجاز میں نازل ہوا ہے۔

(۶) **اُولَآءِ اور اُولٰی میں واؤ لکھنا واجب ہے:** اُولآءِ پڑھیں یا اُولٰی پڑھیں۔ دونوں صورتوں میں دو امور کا خیال رکھیں (۱) لکھنے میں ہمزہ اور لام کے درمیان واو لازمی لکھی جائے گی اور (۲) یہ واؤ پڑھنے میں نہیں آئے گی

(۷) **واؤ کیوں واجب ہے؟** اسمِ اشارہ میں اُولٰی کو واؤ کے ساتھ لکھنا اس لئے لازمی ہے کہ اسمائے موصولہ میں بھی اُلٰی آتا ہے جسے واؤ کے بغیر لکھنا واجب ہے۔ اس واؤ سے فرق کیا جاتا ہے کہ واؤ ہو تو اسم

اشارہ ہے اور نہ ہوتو اسمِ موصولہ ۔ جیسے : عُمَر اور عَمْرو میں واؤ کے ذریعے رفع و جر کی حالت میں فرق کیا جاتا (لیکن نصب میں چونکہ ضرورت نہیں رہتی اس لئے نصب کی حالت میں عَمْرو سے واؤ اڑا دی جاتی ہے۔ کیونکہ عُمَر پر نصب کی صورت میں تنوین نہیں آتی جبکہ عَمْرو پر تنوین آتی ہے۔ اس لئے نصب کی حالت میں التباس کا اندیشہ باقی نہیں رہتا۔ جیسے: رَاَیْتُ عُمَرَ اور رَاَیْتُ عَمْرًا)۔

(۸) اسمائے اشارہ برائے مکان: مذکورہ بالا اسمائے اشارہ ہر چیز کی طرف اشارہ کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں ۔ لیکن ان کے علاوہ تین اسمائے اشارہ ایسے ہیں جو صرف کسی جگہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے آتے ہیں (۱) هُنَا (۲) ثَمَّ (۳) ثَمَّةَ۔

ثَمَّ پر تائے تانیث کا اضافہ: (۱) ثَمَّ پر تائے مربوطہ کا اضافہ صرف اس اسمِ اشارہ کو لفظی طور پر مؤنث کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ مشارالیہ مذکر ہو یا مؤنث دونوں اسمائے اشارہ سے آپ ان کی طرف یکساں اشارہ کر سکتے ہیں۔ ان دونوں اسماء میں ذَا اور تاء جیسا تذکیر و تأنیث کا افتراق نہیں ہے۔

(۲) یہ تاء صرف مربوطاً لکھی جاتی ہے: ثَمَّةَ میں تاء کو ہمیشہ مربوط (گول تاء) کی صورت میں لکھا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے ملتا جلتا ایک دوسرا لفظ ہے ثُمَّ جو اسم نہیں بلکہ حرفِ عطف ہے۔ اہل عرب اسے بھی لفظی طور پر مؤنث بنا دیتے ہیں اور اس کے آخر میں بھی تاء لگاتے ہیں ۔ چونکہ دونوں الفاظ لکھنے میں ایک جیسے ہیں اور یہاں عُمَر اور عَمْرو یا اُولیٰ اور اُلیٰ کی طرح فرق کرنے کے لئے واؤ کا اضافہ کرنے کی بھی گنجائش نہیں ۔ اس لئے علمائے نحو نے تاء کی کتابت سے دونوں میں فرق ظاہر کر دیا کہ حرفِ عطف کے آخر میں تائے مبسوطہ (لمبی تاء) لگا کر اسے ثُمَّتَ لکھا جائے گا۔ فتدبر!!

(۹) اشارۂ قریب وبعید: مذکورہ بالا اسمائے اشارہ قریب وبعید ہر طرح کے مقام میں استعمال کئے جاسکتے ہیں ۔ البتہ **قریب** کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ان کے شروع میں ھا حرفِ تنبیہ لگا دیا جاتا ہے۔ جیسے **مذکر** میں: هٰذَا ، هٰذَانِ ، هٰذَیْنِ ، هٰؤُلَاءِ ۔ **مؤنث** میں : هٰذِهٖ ، هَاتَانِ ، هَاتَیْنِ ۔ هٰؤُلَاءِ (تانِ اور تَینِ کے ساتھ هَا حرفِ تنبیہ کو الف کے ساتھ اور دیگر تمام اسمائے اشارہ کے ساتھ متصل کر کے کھڑی زبر سے لکھا جاتا ہے) اور اسمِ اشارہ برائے مکان میں : هٰهُنَا۔

اور **بعید** کی طرف اشارہ کرنے کیلئے یا تو ان کے آخر میں صرف حرفِ خطاب (کاف) کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: ذَاكَ ، ذَانِكَ ذَیْنِكَ ، اُولٰئِكَ ، تِیْكَ ، تَانِكَ ، تَیْنِكَ ، اُولٰئِكَ ، هُنَاكَ ۔

لام البعد کا اضافہ: اور بعید کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اسمِ اشارہ کے آخر میں لام البعد کا اضافہ بھی کیا جاتا ہے۔ مگر لام البعد کا زیادہ تر استعمال مذکر ومؤنث کے واحد کے صیغوں کے ساتھ ہے۔ تثنیہ میں سرے سے

نہیں آتا اور جمع میں بعض اہلِ بنوتمیم سے اُولَالِكَ منقول تو ہے لیکن مشہور لغات میں مستعمل نہیں۔
لام البعد اسمِ اشارہ کے آخر میں اکیلا نہیں آتا بلکہ حرفِ خطاب ،کاف سے پہلے آتا ہے۔ جیسے : ذَا کے ساتھ ذٰلِكَ اورتِیْ کے ساتھ تِلْكَ اور هُنَا کے ساتھ هُنَالِكَ ۔

لام البعدسکون پرمبنی ھے یاکسرپر ؟ لام البعد حرف ہے اور مبنی ہے۔اور بناء میں اصل سکون ہے جس طرح اعراب میں اصل حرکت ہے۔ اس لئے جب اسے ساکن پڑھنا ممکن ہوتو ساکن رکھنا واجب ہے۔ چنانچہ تِیْ کے آگے جب لام لگایاتو تِی کی یاء اور لامِ ساکن کے درمیان التقائے ساکنین علی غیرِ حدہِ آ گیا۔ چونکہ ساکنِ اول حرف مدہ تھا اسلئے اسے حذف کردیا تو تِیْلْكَ سے تِلْكَ بن گیا۔لیکن جب ذَا کے بعد لام البعد لگایا اور ذا کے الف اور لامِ ساکن میں التقائے ساکنین آیا توالف کوضابطے کے تحت حذف کرنے سے چونکہ اسم کامحض ایک حرف پر مشتمل ہونا لازم آتا تھا ، اس لئے اس سے بچنے کی خاطر لام البعدکو متحرك کر کے التقائے ساکنین کوختم کردیا گیا والساكِنُ اذاحُرِّكَ ، حُرِّكَ بِالكَسْرِ ۔

(۱۰) **کاف الخطاب کی حقیقت:** اسمِ اشارہ کے آخر میں لگنے والا کاف الخطا ب اپنی شکل وصورت میں اگر چہ ضمیرِ متصلِ مجرور ومنصوب سے مشابہ ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ شاید یہ اسم ہے اورضمیرِ مخاطب ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا ہے نہیں ۔ یہ اسم ہے اور نہ ہی ضمیر ۔ بلکہ یہاں یہ حرفِ خطاب ہے اور ترکیب میں اسے دوسرے حروف کی طرح کوئی اعراب نہیں ملتا۔

(۱۱) **حرفِ خطاب کی تصریف:** اسمِ اشارہ اپنے مشارٌالیہ کے مطابق مذکر ومؤنث اورواحد تثنیہ جمع کی مختلف شکلوں میں تبدیل ہوتا ہے۔ اور ہرطرح کے (واحد تثنیہ جمع مذکر مونث) اسم اشارہ کے ساتھ آپ کاف الخطاب لگاسکتے ہیں۔
اوراگر آپ چاہیں تو مخاطب کے اعتبار سے کاف کو واحد تثنیہ جمع اور مذکر ومؤنث کی مختلف اشکال میں تبدیل کرتے رہیں ۔لیکن حرفِ خطاب کا نہ تو اشارہ کی معنویت پر اثر پڑے گا نہ مشار الیہ کی تذکیر وتأنیث اور افراد وتثنیہ وجمع پر اثر پڑے گا۔
جیسے : تین چار مردوں سے بات کرتے وقت آپ کہنا چاہیں کہ یہ کار نئی ہے تواسم اشارہ اپنے مشارٌالیہ (کار) کی وجہ سے واحدِمؤنث :تِیْ آئے گااور مخاطب چونکہ دو سے زائد مرد ہیں اس لئے حرفِ خطاب جمعِ مذکر :کُمْ آئے گا اور جملہ یوں بنے گا: تِلْكُمُ السَّيَّارَةُ جَدِيْدَةٌ ۔ اور اگر آپ پانچ سات خواتین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ کتاب مفید ہے تومشارٌالیہ (کتاب) کی وجہ سے اسمِ اشارہ واحد مذکر :ذَا آئے گا لیکن چونکہ آپ کی مخاطب خواتین ہیں اوروہ بھی دو سے زیادہ ،اس لئے حرفِ خطاب جمعِ مؤنثِ مخاطب (کُنَّ) آئے گا اور جملہ یوں بنے گا: ذٰلِكُنَّ الْكِتَابُ نَافِعٌ۔ قرآن

کریم میں: فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ میں اشارہ چونکہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا اس لئے اسم اشارہ واحد مذکر (ذَا) اور زلیخا کی مخاطب، خواتینِ مصر تھیں اسلئے حرفِ خطاب جمع مؤنث مخاطب (کُنَّ) آیا (فَذٰلِکُنَّ) اسی طرح: ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ میں اشارہ واحد مذکر کا دین کی طرف اور مخاطب چونکہ جیل کے دو ساتھی ہیں اسلئے حرفِ خطاب تثنیۂ مذکر: کُمَا استعمال ہوا۔

اسمائے اشارہ پر اضافہ: ابن ھشام فرماتے ہیں (۱) اسمِ اشارہ (تِیْ) صرف ھَایا کافِ خطاب کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے، اکیلے استعمال نہیں ہوتا (۲) اسمِ اشارہ برائے مکان (ثَمَّ) ان دونوں (ھَا اور کاف الخطاب) میں سے کسی ایک کے ساتھ کبھی استعمال نہیں ہوتا۔ اور (۳) اسمِ اشارہ (ذِی) کاف کے ساتھ نہیں آتا (ھَا) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

علامہ احمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ: ذِیكَ (ذی کے ساتھ کافِ خطاب لگا کر) کہنا درست نہیں ہے۔ اور میرے علم میں کوئی ایسا اسمِ اشارہ نہیں جس کے ساتھ کاف الخطاب تو آتا ہو مگر اس کے ساتھ حرفِ تنبیہ ھَا کا استعمال ممنوع ہو۔

ف: مزید تفصیل کے لئے ہماری تصنیف بدایۃ النحو کا مطالعہ فرمائیں۔

(۱۲) اگر اسمِ اشارہ کے بعد اسمِ معرف باللام آئے؟ اگر اسمِ اشارہ کے بعد ایسا اسم آئے جس پر الف لام آرہا ہو تو وہ اسم اس کا مشارٌ الیہ بن جاتا ہے اور اگر اس کے بعد آنے والا معرف باللام نہ ہو تو اسمِ اشارہ مبتدا اور وہ اس کی خبر بن جاتا ہے۔ جیسے: ذٰلِكَ الْكِتَابُ میں کتاب خبر نہیں مشار الیہ ہے۔ اس لئے اس کا ترجمہ (یہ کتاب) کیا جائے گا۔ اشارہ اور مشار الیہ مل کر ایسا مرکب بنتے ہیں جس سے سامع کو کوئی خبر یا طلب حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ مرکب بھی مرکبِ غیر مفید ہوگا۔ اور ذٰلِكَ کتابٌ میں چونکہ کتاب پر الف لام نہیں۔ اس لئے یہ ذٰلِكَ کی خبر ہے۔ اس کا ترجمہ (یہ کتاب ہے) کریں گے۔ مبتدا اور خبر مل کر جملۂ اسمیۂ خبریہ بنے گا۔

اگر معرف باللام اسم کو اسمِ اشارہ کی خبر بنانا ہو اور اگر معرف باللام اسم کو اسمِ اشارہ کی خبر بنانا ہو تو اس اسم کے موافق (واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث) ضمیر اس اسم سے پہلے لانا لازم ہے۔ اس ضمیر کو ضمیر الفصل کہتے ہیں۔ جیسے: ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

چونکہ الفوزُ معرف باللام ہے اور اگر اسے اسمِ اشارہ کے فوراً بعد لے آئیں تو خبر کی بجائے مشار الیہ بن جائے گا۔ اس لئے اس سے پہلے ضمیر الفصل لانا لازمی ہوا۔ اور چونکہ الفوز کا کلمہ مفرد مذکر ہے اس لئے ضمیر الفصل بھی مفردِ مذکر (هُوَ) لائی گئی۔ اسی طرح اُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ میں المفلحون سے پہلے ضمیر کا لانا بھی واجب ہے اور اس کا جمع مذکر ہونا بھی واجب ہے کیونکہ المفلحون جمعِ مذکر کا صیغہ ہے۔

(۱۳)اسمِ اشارہ اور مشار الیه کامرکب غیرِ مفید ھے: چونکہ اسمِ اشارہ اور مشارٌالیہ سے تشکیل پانے والا مرکب غیرِ مفید اور ناقص ہے ، اس لئے یہ جملے کا جزو(مبتدا ، فاعل وغیرہ) بن کر آئے گا۔

تمرین: ذیل کے جملوں میں شناخت کریں کہ اسمِ اشارہ(۱) واحد کا ہے ، تثنیہ کا ہے یا جمع کا ؟ (۲) مذکر کا ہے یا مؤنث کا؟ (۳) قریب کا ہے یا بعید کا؟ اس کے ساتھ حرفِ خطاب واحد کا ہے یا تثنیہ یا جمع کا؟ (۴) مرکب تام ہے (جملۂ اسمیہ) یا ناقص (اسمِ اشارہ اور مشارٌ الیہ)؟ اور ترجمہ بھی کریں۔

(۱) تِلْكُمُ الْجَنَّةُ ۔ اِنَّ هٰذَالْقُرْاٰنَ ۔ هٰذَايَوْمُ الْفَصْلِ ۔ وهٰذَاالْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۔ لا تَقْرَبَاهٰذِهِ الشَّجَرَةَ ۔ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ ۔ مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ ۔ عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ ۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ۔ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَالْحَقُّ ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔

(۲) ذٰلِكُمُ الطِّفْلُ ذَكِيٌّ ۔ تِلْكُمَاالْقَرْيَةُ جَمِيْلَةٌ۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ نافِعٌ ۔ هٰذَانِ اُسْتَاذَانِ ۔ اُولَآئِكَ طُلَّابٌ ۔ هٰٓؤُلَآءِ طَالِبَاتٌ ۔ هٰذَانِ الْوَلَدَانِ مُجْتَهِدَانِ ۔ تَانِكُمُ الْبِنْتَانِ صَغِيْرَتَانِ ۔ اُولَآئِكُنَّ النِّسَاءُ مُؤْمِنَاتٌ ۔ ذَانِكُمُ الْوَلَدَانِ نَشِيْطَانِ ؟ اَلْقَلَمُ هٰهُنَا ۔ وَالْكِتَابُ هُنَالِكَ ۔ هٰهُنَامَدْرَسَةٌ قَدِيْمَةٌ ۔ هُنَالِكَ مَسْجِدٌ جَامِعٌ ۔ هُنَاكَ بَيْتُ الْاُسْتَاذِ۔

نحومیر: سِوُم: اسمائے موصولہ ۔ اَلَّذِيْ واَللَّذَانِ واللَّذَيْنِ واَلَّذِيْنَ ۔ والَّتِيْ واللَّتَانِ وَاَللَّتَيْنِ وَاللَّاتِيْ وَاللَّوَاتِيْ وَمَا وَمَنْ وَاَيٌّ وَاَيَّةٌ ۔ والف لام بمعنی الذی دراسمِ فاعل واسمِ مفعول چوں: اَلضَّارِبُ واَلْمَضْرُوْبُ وذُوْ بمعنی اَلَّذِيْ درلغتِ بنوطے نحو: جَآءَ نِيْ ذُوْضَرَبَكَ ۔ **بدانکه** اَيٌّ وَاَيَّةٌ معرب ست۔

ترجمه: تیسری قسم اسمائے موصولہ ہیں: اَلَّذِيْ اَللَّذَانِ الخ اور وہ الف لام جو اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول پر داخل ہوکر اَلَّذِي کا معنیٰ دیتا ہے۔ جیسے :اَلضَّارِبُ اور اَلْمَضْرُوْبُ اور بنوطَيِّئ کی زبان میں ذُوْ بمعنی اَلَّذِی ۔جیسے : جَآءَ نِيْ ذُوْضَرَبَكَ ۔ **جان رکھیں که** اَيٌّ اور اَيَّةٌ معرب ہیں۔

تشریح: (۱) اسمائے موصوله کی تقسیم: اسمائے اشارات کی طرح اسمائے موصولہ کے بھی چند صیغے مذکر ومؤنث اور واحد تثنیہ جمع کے اعتبار سے وضع کردہ ہیں اور چند عمومی صیغے ہیں ۔ چنانچہ اَلَّذِيْ واحد مذکر کے لئے اَللَّذَانِ حالتِ رفع میں تثنیہ مذکر کے لئے اَللَّذَيْنِ حالتِ نصب وجر میں تثنیہ مذکر کے لئے اَلَّذِيْنَ جمع مذکر کیلئے اَلَّتِيْ واحد مؤنث کے لئے اَللَّتَانِ حالتِ رفع میں تثنیہ مؤنث کے لئے اَللَّتَيْنِ حالتِ نصب وجر میں تثنیہ مؤنث کے لئے اَللَّاتِيْ ، اَللَّوَاتِيْ (اور اسی طرح اَللَّائِيْ اور اَللَّوَآئِيْ بھی) جمع مؤنث کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

(۲) اَللّذَانِ ، اللّتَانِ مبنی ھیں: یہ تمام اسمائے موصولہ بھی غیر متمکن ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں ۔ تثنیہ اور جمع مذکر کے صیغوں سے یہ شبہ نہ پڑے کہ یہ صیغے معرب ہیں ۔ یہ معرب نہیں بلکہ مبنی ہیں اور اَللّذَانِ کو (ذَانِ کی طرح) اھلِ لغت نے وضع کرتے وقت حالتِ رفع کے لئے وضع کیا (و کذا اَللّتَانِ) اور اَللّذَیْنِ کو وضع کرتے وقت اہل لغت نے اسی حالت پر وضع کیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ عامل کے داخل ہونے کے بعد ہم اَللّذَانِ کو اَللّذَیْنِ بنا کر یائے ماقبل مفتوح سے اسے اعراب دیتے ہیں ۔ جیسے ہم رَجُلَانِ کو نصب یا جر کا عامل داخل ہونے کے بعد نصب یا جر دیتے ہوئے رَجُلَیْنِ کر دیتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ نصب اور جر کی حالت میں ہمیں اہل زبان کی طرف سے پہلے سے تیار کردہ اَللّذَیْنِ کا لفظ (اسم اشارہ ذَیْنِ اور تَیْنِ کی طرح) مل جاتا ہے اور ہم اسے من وعن اٹھا کر عبارت میں اسی طرح استعمال کرتے ہیں جیسے ھٰذَا ، ذٰلِكَ ، اَلَّذِی کو ہم من وعن استعمال کرتے ہیں اور مبنی ہونے کی وجہ سے عامل کا ان تک کوئی اعرابی اثر نہیں پہنچتا۔

(۳) نفیِ تثنیه : اسمائے اشارہ میں بھی ہم نے تصریح کی ہے کہ ذَانِ ، ذَیْنِ ، تَانِ تَیْنِ کے صیغے ذَا یاتی کا تثنیہ ہرگز نہیں ہیں ۔ بلکہ تثنیہ کے اشارہ کے لئے اہل لغت نے یہ مستقل اور نئے الفاظ وضع کئے ہیں ۔ ان تثنیہ پر دلالت کرنے والے الفاظ کا مفرد پر دلالت کرنے والے الفاظ سے واحد تثنیہ کا وہ رشتہ نہیں جو واحد سے تثنیہ بنائے جانے والے الفاظ کا ہوتا ہے ۔جیسے کتابٌ سے کِتَابَانِ وغیرہ کہ مفرد اصل ہے اور تثنیہ اس کی فرع ہے۔ مفرد پر الف نون کا اضافہ کر کے قیاس قاعدے کے مطابق تثنیہ کا صیغہ تیار کر لیا گیا۔

یہاں مفرد کا لفظ الگ سے وضع کیا گیا اور تثنیہ کا الگ سے وضع کیا گیا ہے۔ اس لئے ہر ایک مستقل بالوضع ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اشارات میں بھی اور اسمائے موصولہ میں بھی تثنیہ کا صیغہ وضع کرتے وقت اہلِ لغت نے دو ایسے امور کا خصوصیت سے التزام کیا ہے جن کے بغیر کام چلا ناممکن نہیں تھا۔ ایک تو مفرد اور تثنیہ کے الفاظ یکساں ہوں اور دوسرا یہ کہ تثنیہ کے لئے جو لفظ وضع کیا جائے وہ اس تثنیہ کے عین مطابق ہو جو قیاسی قاعدے کے تحت واحد سے بنایا جاتا ہے۔ اور اہل لغت نے یہ اہتمام اتنی دقت سے کیا کہ دونوں جگہ تثنیہ کے الفاظ کو واحد کے صیغے پر مشتمل رکھتے ہوئے رفع کے لئے الگ اور نصب وجر کے لئے الگ شکل میں بالکل اسی طرح وضع کیا جس طرح معرب تثنیہ کے صیغے رفع میں الف اور نصب وجر میں یاء سے آتے ہیں ۔ اور ان کے نون کو کسر پر مبنی کر کے تثنیہ کے عمومی صیغے سے مشابہت سو فیصد مکمل کر دی۔

اسی طرح جمع مذکر میں اَلَّذِیْنَ کو اگرچہ جمعِ مذکرِ سالم کی ایک (نصب وجر والی) حالت کے موافق بنایا ہے لیکن اس میں بھی یہ اھتمام کیا ہے کہ جمعِ مذکرِ سالم کے ساتھ مشابہت کامل رہے ۔ چنانچہ یاء سے ماقبل کو مکسور بھی کیا اور نون کو مفتوح بھی کیا۔

(۴) کتابتِ اسمائے موصوله : الف لام سے شروع ہونے والے اسمائے موصولہ میں سے تین صیغے (اَلَّذِیْ ، اَلَّتِیْ اور اَلَّذِیْنَ) ہمیشہ ایک لام کے ساتھ لکھے جاتے ہیں جبکہ دیگر تمام صیغے دو لاموں کے ساتھ لکھے جاتے ہیں ۔ اور

جب ان الف لام والے صیغوں پر لامِ جارہ یالامِ تو کید داخل ہوتا ہے تو تمام صیغے دولام سے لکھے جاتے ہیں۔ جیسے:
لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ ، لِلَّذِین یُؤْلُونَ۔ لِلَّاتِیْ۔ لِلَّذَیْنِ ۔ لِلَّتَیْنِ وغیرہ۔

(۴)اسمِ موصول کی تعریف: اسمِ موصول وہ اسم ہے جو اس وقت تک جملہ کا حصہ نہیں بن سکتا جب تک اس کے ساتھ صلہ نہ مل جائے۔ اوراس کا صلہ ہمیشہ جملہ خبریہ ہوتا ہے۔

اسمِ موصول جملۂ خبریہ کومرکب غیرمفید بنادیتاھے: اسمِ موصول وہ عجیب الاثر اسم ہے جو اپنے بعد آنے والے جملۂ خبریہ کو مرکبِ مفید سے مرکبِ غیرِ مفید بنا دیتا ہے۔ جیسے :اَلَّذِیْ ذَهَبَ اِلٰی مُلْتَانَ چار کلمات پر مشتمل مرکب ہے جس میں موصول کے بعد صلہ پورا جملہ فعلیہ خبریہ ہے۔ لیکن اس مرکب کے بولنے پر (جو آدمی ملتان گیا) سامع کو کوئی خبر یا طلب حاصل نہیں ہوتی ۔ جب ہم اس پورے مرکب کو کسی جملہ کا جزو بنا کر لاتے ہیں تو خبر یا طلب کا مفہوم حاصل ہوتا ہے۔ جیسے :رَجَعَ الَّذِیْ ذَهَبَ اِلٰی مُلْتَانَ ۔ یہاں رجع فعل ہے اور اسم موصول اپنے صلہ (جو ایک مکمل جملۂ خبریہ ہے) سمیت فعل رجع کا فاعل واقع ہوا ہے۔ اسی طرح رَاَیْتُ مَنْ ضَرَبْتَهٗ اَمْسِ میں مَن اسم موصول اوراس کا صلہ ضَرَبْتَهٗ اَمْسِ (جو مکمل جملۂ فعلیہ خبریہ ہے) مل کر رَاَیْتُ کامفعول بہ واقع ہوئے ہیں۔

عربی زبان میں صرف اسمائے موصولہ اور حروف موصولہ (ان کی بحث حروف کے ضمن میں آئے گی) میں اتنی طاقت ہے کہ وہ پورے جملہ کو مفرد کے معنی میں کر دیتے اور مرکبِ تام کو مرکبِ ناقص بنا ڈالتے ہیں۔ لہذا اسمِ موصول یا حرفِ موصول اور ان کے صلہ سے مل کر تشکیل پانے والا مرکب بھی مرکبِ غیرِ مفید اور ناقص ہے (اسی لئے کتاب کے شروع میں ہم نے صاحبِ نحو میر کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا تھا کہ مرکبِ غیرِ مفید کی صرف تین اقسام ہیں)۔

(۵)جملۂ صلہ اور عائد: اسمِ موصول کے بعد صلہ میں ایسے جملہ کا آنا ضروری جس میں ایسی ضمیر پائی جائے جو اسمِ موصول کی طرف راجع ہو۔ (۱) راجع ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ضمیر غائب کی ہو۔ مخاطب اور متکلم کی ضمیر اسمِ ظاہر کی طرف عائد نہیں ہوتی ۔ (۲)ضمیر اور اس کے مرجع کا افراد ، تثنیہ ،جمع، تذکیر وتأنیث میں موافق ہونا ضروری ہے۔ جیسے : جاء الذی ذَهَبَ اَمسِ۔جاءَ اللّذانِ ضَرَبَانَعِیْمًا۔کَفَرَ الَّذِین قَالُوْااِنَّ اللّٰهَ هوالْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ۔ رَأیتُ الَّتِی طَبَخَتِ الطَّعَامَ ۔ حَضَرَتِ الطَّالِبَتَانِ اللَّتَانِ نَجَحَتَافِی الْاِمْتِحَانِ ۔ نَدِمَتِ النِّسْوَۃُ اللَّاتِیْ لَمْ یَحْتَجِبْنَ ۔

(٦) مَن اور مَا دونوں ایسے اسمائے موصولہ ہیں جو واحد ، تثنیہ ، جمع اور مذکر ومؤنث سب کیلئے یکساں استعمال ہوتے ہیں ۔ صرف اتنا سافرق ہے کہ مَن کا ذوی العقول کیلئے اور ماکا غیر ذوی العقول کے لئے استعمال اکثر ہے۔ جیسے:
جَاءَ مَنْ سَقَاكَ :رَأَیْتُ مَااشْتَرَیْتَهٗ ۔

(۷)مَنْ اور مَا کاعائد: چونکہ مَنْ اور ما لفظی طور پر مفرد مذکر ہیں اس لئے ان کے صلہ میں ان کی طرف عائد

ہونے والی ضمیر ہر حال میں واحد مذکر غائب کی بھی آسکتی ہے۔ خواہ مَن اور ما واحدِ مذکر کے علاوہ دیگر پانچ معانی تثنیۂ مذکر ، جمعِ مذکر ، واحدِ مؤنث ، تثنیۂ مؤنث ، جمعِ مؤنث پر دلالت کرتے ہوں۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر اس معنی کے مطابق راجع کی جائے جس معنی پر من یا ما دلالت کر رہے ہیں۔ یعنی واحد کے لئے واحد ، تثنیہ کے لئے تثنیہ ، جمع کے لئے جمع ، مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث۔

نحو میں لفظ اور معنی کی رعایت: جن کلمات میں لفظ اور معنی میں تفاوت آجاتا ہے وہاں علمائے نحو لفظ کی رعایت کو بھی درست مانتے ہیں اور معنی کی رعایت کو بھی۔ ماسوائے کِلَا اور کِلْتَا کے کہ علمائے بصرہ نے ان کی لفظ ہی کی رعایت فرمائی ہے اور اسے صرف مفرد کا حکم دیا ہے۔ جیسے کِلَاهُمَا جَيِّدٌ۔ اور علمائے کوفہ نے صرف معنی کی رعایت کی ہے اور اسے صرف تثنیہ کا حکم دیا ہے۔ جیسے: کِلَا هُمَا اُسْتَاذَانِ۔

لفظ اور معنی کی رعایت کے اعتبار سے ضمائر کا فرق ذیل کے نقشہ سے واضح ہوگا۔ اس نقشہ میں ہم ایک جملہ الذی وغیرہ اسمائے موصولہ سے بنائیں گے اور اس کے بالمقابل ایک جملہ میں مَن کے لفظ کی رعایت کرتے ہوئے اور دوسرے جملہ میں اس کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے ضمائر عائد کریں گے جس سے مسئلہ مزید واضح ہو جائے گا۔ مَن کی مثال سمجھ لینے کے بعد ما کو اس پر قیاس کر لیں۔

ضمیر مرفوع عائد کرتے ہوئے

جملہ اَلَّذِیْ کے ساتھ	مَن کے لفظ کی رعایت	مَن کے معنی کی رعایت
جَاءَ الَّذِیْ ضَرَبَكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبَكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبَكَ
جَآءَ اللَّذَانِ ضَرَبَاكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبَكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبَاكَ
جَاءَ الَّذِيْنَ ضَرَبُوْكَ	جَاءَ مَنْ ضَرَبَكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبُوْكَ
جَآءَتِ الَّتِیْ ضَرَبَتْكَ	جَاءَ مَنْ ضَرَبَكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبَتْكَ
جَآءَتِ اللَّتَانِ ضَرَبَتَاكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبَكَ	جَآءَ من ضَرَبَتَاكَ
جَآءَتِ اللَّاتِیْ ضَرَبْنَكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبَكَ	جَآءَ مَنْ ضَرَبْنَكَ

منصوب ضمیر عائد کرتے ہوئے

رَاَیْتُ الَّذِیْ رَاَیْتَهٗ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهٗ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهٗ
رَاَیْتُ الَّذَیْنِ رَاَیْتَهُمَا	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهٗ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهُمَا

رَاَیْتُ الَّذِیْنَ رَاَیْتَهُمْ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهٗ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهُمْ
رَاَیْتُ الَّتِیْ رَاَیْتَهَا	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهٗ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهَا
رَاَیْتُ اللَّتَیْنِ رَاَیْتَهُمَا	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهٗ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهُمَا
رَاَیْتُ اللَّاتِیْ رَاَیْتَهُنَّ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهٗ	رَاَیْتُ مَنْ رَّاَیْتَهُنَّ

ضمیر مجرور عائد کرتے ہوئے

مَرَرْتُ بِالَّذِیْ مَرَرْتَ بِهٖ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهٖ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهٖ
مَرَرْتُ بِاللَّذَیْنِ مَرَرْتَ بِهِمَا	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهٖ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهِمَا
مَرَرْتُ بِالَّذِیْنَ مَرَرْتَ بِهِمْ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهٖ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهِمْ
مَرَرْتُ بِالَّتِیْ مَرَرْتَ بِهَا	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهٖ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهَا
مَرَرْتُ بِاللَّتَیْنِ مَرَرْتَ بِهِمَا	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهٖ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهِمَا
مَرَرْتُ بِاللَّاتِیْ مَرَرْتَ بِهِنَّ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهٖ	مَرَرْتُ بِمَنْ مَّرَرْتَ بِهِنَّ

(۸) اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول پر آنے والا الف لام بھی حرف کی شکل میں اسمِ موصول ہوتا ہے۔ (جیسے اسمائے اشارات کے آخر میں کاف الخطاب اسمِ ضمیر کی شکل میں حرف تھا) یہ صرف اَلَّذِی کے معنی میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی اسم فاعل یا اسم مفعول کے صیغے کے مطابق تذکیر وتأنیث اور واحد و تثنیه و جمع میں بدلتا رہے گا۔

اسم فاعل پر اَلْ موصوله	معنی	اسم مفعول پر اَلْ موصوله	معنی
اَلْقَاتِلُ	اَلَّذِیْ قَتَلَ	اَلْمَقْتُوْلُ	اَلَّذِیْ قُتِلَ
اَلْقَاتِلَانِ	اَللَّذَانِ قَتَلَا	اَلْمَقْتُوْلَانِ	اَللَّذَانِ قُتِلَا
اَلْقَاتِلُوْنَ	اَلَّذِیْنَ قَتَلُوْا	اَلْمَقْتُوْلُوْنَ	اَلَّذِیْنَ قُتِلُوْا
اَلْقَاتِلَةُ	اَلَّتِیْ قَتَلَتْ	اَلْمَقْتُوْلَةُ	اَلَّتِیْ قُتِلَتْ
اَلْقَاتِلَتَانِ	اَللَّتَانِ قَتَلَتَا	اَلْمَقْتُوْلَتَانِ	اَللَّتَانِ قُتِلَتَا
اَلْقَاتِلَاتُ	اَللَّوَاتِیْ قَتَلْنَ	اَلْمَقْتُوْلَاتُ	اَللَّائِیْ قُتِلْنَ

ملحظ: جمع میں جمعِ مکسر کے صیغوں کا معنی بھی اسی طرح کیا جائے گا جیسے سالم کے صیغوں کا کیا گیا ہے۔

کیا اَلْ موصوله صرف اسمِ فاعل اوراسمِ مفعول پر آتا ہے؟: مصنف نے ال

موصولیہ کواسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے ساتھ مختص فرمایا ہے۔علمائے نحو کا اس میں اختلاف گذرا ہے کہ اسمِ موصول اَلْ آیا صرف اسمِ فاعل اوراسمِ مفعول پر ہی آ سکتا ہے یا صِفَتِ مُشَبَّهَه پر بھی آ سکتا ہے؟

ایک فریق اس کا صفتِ مشبھہ پر آنا بھی جائز قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا فریق اسے اس لئے درست نہیں مانتا کہ چونکہ صفتِ مشبھہ دوام اور ثبوت کا معنی دیتی ہے ، حدث اور تجدد کا معنی نہیں دیتی اسلئے اس کو فعل کی تاؑ ویل میں نہیں مانا جاسکتا جو حدوث اور تجدد پر دلالت کرتا ہے۔اسمِ فاعل اوراسمِ مفعول چونکہ حدث پر دلالت کرتے ہیں اس لئے اَل موصوله ان پر داخل ہوسکتا ہے کیونکہ یہ دونوں اسمائے صفت فعل کی تاویل میں ہوسکتے ہیں۔مثلاً۔ اَلشَّارِبُ کو اَلَّذِی شَرِبَ کے معنی میں کریں یا اَلْمَنْصُوْرُ کو اَلَّذِی نُصِرَ کی تاؑ ویل میں کریں تو بالکل معنی درست بنتا ہے۔لیکن اَلشَّرِیْفُ کو اَلَّذِی شَرُفَ یا اَلْکَرِیْمُ کو اَلَّذِی کَرُمَ کے معنی میں کرنا اس لئے درست نہیں کہ الشریف اور الکریم میں صفت دوام اور ثبوت کے طور پر ثابت ہورہی ہے جبکہ فعلِ ماضی میں حدوث اور ایجاد کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

(۹)اَلْ موصوله فعلِ مضارع اور مبتداپر بھی آتاھے: اَلْ موصوله کا اصل استعمال تو یہی ہے کہ وہ اسمِ فاعلِ یااسمِ مفعول پر آئے اور وہ اسمِ فاعل یا اسمِ مفعول اس کا صله واقع ہواور اس کی ضمیر اس کی طرف عائد ہو۔لیکن اہلِ عرب نے اسے بعض دفعہ فعلِ مضارع پر اور بعض دفعہ جملۂ اسمیہ میں مبتدا پر بھی داخل کیا ہے۔ فعلِ مضارع پر ال موصوله کو لاتے ہوئے مشہور عربی شاعر فرزدق کہتا ہے۔ع

مَااَنْتَ بِالْحَكَمِ التُّرْضٰى حُكُوْمَتُهٗ   وَلَاالْاَصِيْلِ وَلَاذِیْ الرَّأْیِ وَالْجَدَلِ

یہاں اَلتُّرْضٰى کا اَلْ موصوله ،اَلَّذِی کے معنی میں ہے۔مصرعہ کی تقدیر یوں ہوگی : مَااَنْتَ بِالْحَكَمِ الَّذِیْ تُرْضٰى حُكُوْمَتُهٗ (تو ایسا حکم بھی نہیں کہ جس کے فیصلے پسند کیے جاتے ہوں)۔

جملۂ اسمیہ میں مبتدا پر داخل کرتے ہوئے ایک شاعر کہتا ہے: ع

مِنَ الْقَوْمِ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُمْ   لَهُمْ دَانَتْ رِقَابُ بَنِیْ عَدِیّ

یہاں اَلرَّسُوْلُ میں جوال آیا ہے وہ ال موصوله بمعنی اَلَّذِیْنَ ہے۔مصرعہ کی تقدیر یوں ہوگی : مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مِنْهُمْ

(اس قوم میں سے ہیں جس قوم میں سے حضرت رسول اللہ ﷺ ہیں)۔

(۱۰) ذو کو الذی یااَلَّتِی یا ان کے فروع کے معنی میں بطور اسمِ موصول صرف بَنُوطَیِّئ استعمال کرتے ہیں(طَیِّئ بروزنِ فَيْعِلٌ مثل :طَیِّبٌ وسَیِّدٌ ہے۔فارسی اور اردو میں طے کہہ دیا جاتا ہے۔)

ذُوالطَّائیة میں دولغات: بنوطَیِّئ میں ذُو موصوله کی دو لغات ہیں ۔ اشھر واکثر لغت تو یہ ہے کہ (۱) واحد، تثنیه ،جمع اور مذکر ،مؤنث ، عاقل وغیرِ عاقل سب پر دلالت کرنے کے لئے ذُو ہی آئے گا اور (۲)

ہمیشہ مبنی علی سکون الواو ہوگا۔ جیسے سنان بن فحل الطائی کا یہ شعر ہے: ع

فَإِنَّ الْمَآءَ مَآءُ اَبِیْ وَجَدِّیْ   وَبِئرِیْ ذُوْحَفَرْتُ وَذُوْطَوَیْتُ

یہاں ذو، الذی کے معنی میں ہے اور تقدیر جملہ یوں ہے: وَبِئرِی الَّذِیْ حَفَرْتُ وَالَّذِیْ طَوَیْتُ (اور میرا کنواں وہ ہے جسے کھودا بھی میں نے ہے اور جس کے گرد دیوار بھی میں نے بنائی ہے)۔

لغتِ بنی طیّئ میں قسم کے موقعہ کا یہ جملہ بھی مشہور ہے: لَا ، وَذُوْفِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ ۔ اَیْ: لَا وَالَّذِیْ فِی السَّمَآءِ عَرْشُهٗ (اس عظیم ذات کی قسم جس کا عرش آسمان میں ہے!)۔

دوسرا قول ۔ بعض بنو طیّئ ذو موصولہ پر وہ تمام احکام جاری کرتے ہیں جو ذو بمعنی: صَاحِب پر جاری ہوتے ہیں (جو اسمائے ستہ میں سے ہے) یعنی (۱) تذکیر وتانیث اور (۲) افراد وتثنیہ وجمع میں صیغوں کا بدلنا اور (۳) رفع ونصب وجر میں اعراب کا بدلنا۔ ان حضرات کے نزدیک ذو صرف واحد مذکر مرفوع پر دلالت کرتا ہے۔ تثنیہ مذکر کے لئے ذَوَا، جمع مذکر کے لئے ذَوُوْ، واحد مؤنث کیلئے ذاتٌ، تثنیہ مؤنث کے لئے ذَوَاتا اور جمع مؤنث کے لئے ذَوَاتٌ آئے گا۔ اور دوسرا یہ کہ ذو موصولہ صرف رفعی حالت میں ذو رہے گا، نصب میں ذا اور جر میں ذِیْ بن جائے گا۔ منظور بن سُحَیْم الفَقْعَسی کا شعر اسی لغت پر ہے: ع

فَاِمَّا کِرَامٌ مُّوْسِرُوْنَ لَقِیْتُهُمْ   فَحَسْبِیْ مِنْ ذِیْ عِنْدَ هُمْ مَاکَفَانِیَا

دوسرے مصرعہ میں ذی کو یاء کے ساتھ جر دی گئی ہے۔ یہاں ذی بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور تقدیر جملہ یوں بنتی ہے: فَحَسْبِیْ مِنَ الَّذِیْ عِنْدَ هُمْ مَاکَفَانِیْ (ان کے پاس جو مال واسباب ہے اس میں سے مجھے وہ کافی ہے جو میری ضرورت پوری کردے)۔

ملاحظہ: چونکہ ذو کا استعمال بنو طیّئ تک محدود ہے اھلِ حجاز اور بنو تمیم جو لغت میں دو بڑے اور اہم ترین ماخذ ہیں ، اس کے قائل نہیں۔ اس لئے عربی زبان میں اسے قبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ عربی مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کو اس کا تعارف اس لئے کرا دیا جاتا ہے کہ اگر ان کی نظر میں کبھی ایسا لفظ گذرے تو انہیں معلوم ہو کہ ذوفلاں قبیلے کی لغت میں الذی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس اختصاص ہی کی وجہ سے ذو موصولہ کو ذو الطائیۃ بھی کہا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح مَا وَلَا مشبھتان بلیس کو ماالحجا زیہ اور لا الحجاز یۃ کہہ دیا جاتا ہے۔ کیونکہ بنو تمیم کے نزدیک ما اور لا ، لیس کا عمل نہیں کرتے ۔ یہ عمل صرف اہل حجاز کے نزدیک کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم چونکہ اہل حجاز کی لغت پر اترا ہے (لِاَنَّھا اَفْصَحُ اللُّغَاتِ الْعَرَبِیَّةِ وَالْقُرْاٰنُ اَفْصَحُ کَلَامٍ فِی اللُّغَةِ الْعَرَبِیَّةِ) اس لئے قرآنِ کریم میں ما اور لا کے اِعمال کی درجنوں مثالیں ملتی ہیں۔

(۱۱) ذا موصولہ: حیرت کی بات یہ ہے کہ مصنف نے ذو الطائیۃ کا تذکرہ تو کیا لیکن ذا موصولہ کا تذکرہ نہیں فرمایا حالانکہ امام النحو سیبویہؒ نے ذو کو اسمائے موصولہ میں شمار نہیں فرمایا جبکہ ذا کا باقاعدہ تذکرہ کیا ہے اور اہلِ حجاز

و تمیم کی لغت کے عین مطابق اور قرآنِ مقدس میں جابجا وارد بھی ہے۔ جیسے: مَاذَاتَفْقِدُوْنَ ۔ اَیْ: مَاالَّذِیْ تَفْقِدُوْنَ۔
امام سیبویہؒ فرماتے ہیں کہ ذا اس وقت موصولہ ہوتا ہے جب وہ من استفہامیہ یا ما استفہامیہ کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ ماذا ؟ ومَنْ ذَا ۔ لبید بن ربیعة کا شعر ہے: ع

اَلَاتَسْأَلَانِ الْمَرْءَ مَاذَايُحَاوِلُ　　　اَنَحْبٌ فَيُقْضٰى اَمْ ضَلَالٌ وَّبَاطِلُ

اس شعر میں ما ذا یحاول میں ذا موصولہ بمعنی الذی ہے۔ تقدیر عبارت یوں بنتی ہے: مَاالَّذِیْ یُحَاوِلُ (کس چیز کیلئے تگ ودو کر رہا ہے؟)

اور مَنْ ذا کے شاہد کے طور پر اعشیٰ کا یہ شعر پیش کیا جاسکتا ہے: ع

وَقَصِيدَةٍ تَأْتِي الْمُلُوكَ غَرِيبَةٍ　　　قَدْ قُلْتُهَالِيُقَالَ مَنْ ذَاقَالَهَا ؟

دوسرے مصرعہ میں مَنْ ذا بمعنی مَنِ الَّذِی ہے (کون ہے وہ شاعر جس نے یہ قصیدہ کہا ہے؟)۔

ذوالطائیة اور ذاموصولہ کا فرق: ذو کی بحث میں ہم ذکر کرآئے ہیں کہ لغت بنی طیّئ میں افصح واغلب یہی ہے کے ذُوموصولہ واؤ کے سکون پر مبنی ہے۔ یہاں یہ بتلانا ضروری ہے کہ ذا موصولہ بھی سکونِ الف پر مبنی ہے۔ یعنی من ذا اور ماذا میں آنے والا ذا موصولہ مبنی ہونے کی وجہ سے رفع ونصب وجر کی تینوں حالتوں میں ذا ہی رہے گا (ذو اور ذِی نہیں بنے گا) اور بنو طیّئ کا ذو بھی مبنی ہونے کی وجہ سے ہر اعرابی حالت میں ذو ہی رہے گا (ذا ور ذی سے تبدیل نہیں ہوگا) یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ طلبہ کو یہ وہم نہ ہو کہ ذو بھی موصولہ ہے اور ذا بھی موصولہ ہے تو کہیں یہ ایک ہی کلمہ کی رفعی اور جری حالتوں کا اعراب بالحرف تو نہیں جیسے ذو بمعنی صَاحِب کی تین اعرابی حالتیں (ذُو ، ذَا اور ذِی) ہیں؟۔

اَلْاُلٰی : ذاموصولہ کی طرح مصنف نے اَلْاُلٰی موصولہ کا تذکرہ بھی نہیں فرمایا۔ اسمائے اشارات کے ضمن میں اس کا تذکرہ اس لحاظ سے آیا تھا کہ یہ اسم جب اسمِ موصول کے طور پر آتا ہے تو اس کے ھمزہ اور لام کے درمیان واؤ نہیں لکھی جاتی اسے اَلْاُلٰی لکھا جاتا ہے۔ اور جب یہی اسم اسمِ اشارہ کے طور پر آتا ہے تو اس کے ھمزہ اور لام کے درمیان واؤ لکھی جاتی ہے۔ جیسے: اُولٰی ۔

اَلْاُلٰی موصولہ کا استعمال: الذین کے معنی میں ہے۔ یعنی جمع مذکر عاقل کیلئے۔ البتہ کبھی کبھی غیر عاقل کی جمع کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے وھو قلیلٌ جدًّا۔ جمع مذکر عاقل کیلئے اسے مُرَّةُ بنُ الْعَدَاءِ الْفَقْعَسِیُّ نے اس شعر میں استعمال کیا ہے۔: ع

رَاَيْتُ بَنِي عَمِّي الْاُلٰى يَخْذُلُوْنَنِيْ　　　عَلٰى حَدَثَانِ الدَّهْرِ اِذْيَتَقَلَّبُ

الاُلٰی پہلے مصرعہ میں الّذین کے معنی میں ہے بنی عم مذکر عاقل کی جمع کے لئے آیا ہے۔ تقدیرِ عبارت یوں ہوگی: اَلَّذِیْنَ

یَخْذُلُوْنَنِیْ (جو لوگ میری مدد سے ہاتھ کھینچ لیتے اور دشمن کے سامنے مجھے تنہا چھوڑ دیا کرتے ہیں) غیرِ عاقل کی جمع کے لئے اَلْاُلٰی کو شاعر یزید بن مفرّغ نے استعمال کیا ہے: ع

تُھَیِّجُنِیْ لِلْوَصْلِ اَیَّامُنَا الْاُلٰی　　　مَرَرْنَ عَلَیْنَا وَالزَّمَانُ وَرِیْقٗ

اَیَّامٌ غیر عاقل کی جمع ہے جس کے لئے اس شعر کے پہلے مصرعہ میں اَلْاُلٰی لایا گیا ہے اس لئے یہاں یہ الذین کی بجائے اللّاتی کے معنی میں ہوگا۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی: اَیَّامُنَا اللَّاتِیْ مَرَرْنَ عَلَیْنَا (ہمارے وہ ایام جو ہم پر گذرے)۔

(۱۲) اَیٌّ واَیَّةٌ۔ اَیٌّ واجب الاضافت اسماء میں سے ہے یہ ہمیشہ اسمِ مفرد کی طرف مضاف ہو کر آتا ہے۔ استعمال کے اعتبار سے اس کی پانچ اقسام ہیں (۱) موصولی (۲) وصفی (۳) حالی (۴) استفھامی (۵) شرطی۔

اَیٌّ موصولہ ہمیشہ اسمِ معرفہ کی طرف مضاف ہوتا ہے، نکرہ کی طرف مضاف ہو کر کبھی نہیں آتا، وصفی اور حالی صرف نکرہ کی طرف مضاف ہوتا ہے، معرفہ کی طرف کبھی مضاف نہیں ہوتا۔ استفھامی اور شرطی، نکرہ کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے اور معرفہ کی طرف بھی۔

اَیٌّ وصفی اور حالی اضافت سے منقطع کبھی نہیں ہوتا۔ لیکن شرطی، استفھامی اور موصولہ اَیٌّ بعض دفعہ مقطوع الاضافت بھی ہو جاتا ہے (لیکن اس وقت اس کا مضاف الیہ منوی ہوتا ہے) ایسے میں یہ معرب ہوتا ہے اور حسبِ موقعہ اسے اعراب بالحرکت ملتا ہے۔ جیسے: اَیٌّ ھُوَ مُخْلِصٌ یُفْلِحُ۔ عَامِلْ اَیًّا ھُوَ اَمِیْنٌ۔

(۱۳) اَیٌّ موصولہ کا حکم: اَیٌّ موصولہ الذی کے معنی میں ہوتا ہے۔ امامِ خلیل بن احمد، یونس، زَجّاج، اَخفش اور علمائے کوفہ کے نزدیک اَیٌّ موصولہ ہمیشہ معرب ہوتا ہے۔

امامِ سیبویہ اور جمہور علمائے بصرہ کے نزدیک عام حالات میں تو اَیٌّ معرب ہی ہے لیکن ایک حالت میں مبنی علی الضم ہوتا ہے۔ وہ صورت یہ ہے کہ اَیٌّ مضاف ہو (مقطوع الاضافت نہ ہو) اور اس کا صدرِ صلہ محذوف ہو۔ جیسے: ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ کُلِّ شِیْعَةٍ اَیُّھُمْ اَشَدُّ عَلَی الرَّحْمٰنِ عِتِیًّا۔ اگر یہاں پر اَیٌّ مبنی علی الضم نہ ہوتا بلکہ معرب ہوتا تو اسے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب بالفتحۃ لفظاً ہونا چاہئے تھا۔ علمائے کوفہ کے خلاف یہ آیت بہت بڑا شاہد ہے۔ علاوہ ازیں غَسَّانُ بْنُ وَعْلَةَ کا یہ شعر بھی اس کا شاہد ہے: ع

اِذَا مَالَقِیْتَ بَنِیْ مَالِكٍ　　　فَسَلِّمْ عَلٰی اَیُّھُمْ اَفْضَلُ

یہاں شاعر نے بھی عَلٰی جارہ کے باوجود اَیٌّ کو جر کا کسرہ نہیں دیا۔ کیونکہ صدرِ صلہ محذوف ہونے کی وجہ سے اَیٌّ مبنی علی الضم ہو گیا۔ آیت میں بھی اور شعر میں بھی صلہ کے شروع میں ھُوَ ضمیر محذوف ہے۔ والتقدیر: اَیُّھُمْ ھُوَ اَ

ملاحظہ: مصنف نے اسمائے موصولہ کا شمار کرنے کے بعد خصوصیت سے فرمایا ہے کہ اَیٌّ اور اَیَّةٌ معرب ہیں۔ یہ قول

یا تو زجاج اور امام خلیل وغیرہ علماء کی موافقت میں اختیار کیا ہے یا اس کا مطلب یہ لیا جا سکتا ہے کہ اَیٌّ کی پانچ اقسام میں اس کے استعمال کے تمام طرق میں چونکہ یہ معرب ہے۔صرف ایک استعمال میں مبنی ہے ، اس لئے مصنف نے تغلیباً اسے معرب قرار دیدیا ہے۔

(۱۴)**حذفِ عائد:** آخر میں ایک بات یاد رہے کہ قرینہ ہوتو اسمِ موصولہ کے صلہ میں سے عائد کو حذف کرنا درست اور جائز ہے۔جیسے : اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ کہ یہاں من کی طرف راجع ہونے والی واحد مذکر کی ضمیرِ منصوب متصل محذوف ہے ۔تقدیر عبارت ہوگی :مَنْ اَحْبَبْتَہٗ ۔

(۱۵)**مقامِ صلہ میں مخاطب اور متکلم کی ضمیر کا استعمال** :اسمِ موصول پر عائد ہونے والی ضمیر عام طور پر غائب کی ہوتی ہے ۔لیکن سیاق کلام اگر متکلم کا ہوتو وہاں غائب کے علاوہ متکلم کی اور مخاطب کا ہوتو غائب اور مخاطب دونوں طرح کی ضمیر لانا درست ہے ۔(۱)**متکلم** کی مثال مرفوع ضمیر کے ساتھ :اَنَاالَّذِیْ ضَرَبَ / اَنَا الَّذِی ضَرَبْتُ ۔ (۲)منصوب ضمیر کے ساتھ :اَنَاالَّذِی ضَرَبَہُ الْاَسْتَاذُ / اَنَا الَّذِی ضَرَبَنِی الْاُسْتَاذُ (۳)مجرور ضمیر کے ساتھ :اَنَا الَّذِی رَضِیَ عَنْہُ الْوَالِدُ / اَنَاالَّذِی رَضِیَ عَنِّی الْوَالِدُ ۔ (۴)**مخاطب** کی مثال ضمیرِ مرفوع کے ساتھ :اَنْتَ الَّذِیْ ضَرَبَ / اَنْتَ الَّذِیْ ضَرَبْتَ (۵)ضمیر منصوب کے ساتھ :اَنْتَ الَّذِی اَکْرَمَہُ الْاَمِیْرُ / اَنْتَ الَّذِیْ اَکْرَمَکَ الْاَمِیْرُ (۶)ضمیرِ مجرور کے ساتھ:اَنْتَ الَّذِی نَظَرَ اِلَیْہِ الْمُعَلِّمُ / اَنْتَ الَّذِیْ نَظَرَ اِلَیْکَ الْمُعَلِّمُ۔

ہم نے متکلم اور مخاطب کے حوالے سے صرف واحد مذکر کی تین تین مثالیں (ضمیر مرفوع ۔منصوب اور مجرور کی) بیان کی ہیں ۔ اساتذۂ کرام اسی پر قیاس کر کے تثنیہ وجمع مذکر اور واحد ، تثنیہ وجمع مؤنث کی پانچ مثالیں ضمیرِ مرفوع ، منصوب اور مجرور کو عائد بناتے ہوئے طلبہ کو سکھلا دیں۔

تمرین : درجِ ذیل مثالوں میں اسمِ موصول ،صلہ اور عائد کی شناخت کریں:

اور عائد ہونے والی ضمیر کو دیکھیں کہ وہ مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور؟ اور واحد ہے ، تثنیہ ہے یا جمع ؟ اور مذکر ہے یا مؤنث؟ اور مذکور ہے یا محذوف ؟

(۱)اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھَدَ انَالِھٰذَا ۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ ۔ وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ ۔ قَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ ۔ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۔ ھٰذَایَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِی کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ ۔ وَالَّذَانِ یَاْتِیٰنِھَا مِنْکُمْ ۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔اِنَّکَ لَاتَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ۔اَرِنَا الَّذَیْنِ اَضَلّٰنَا ۔ قَدْاَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ یَخْلُقُ مَایَشَآءُ ۔ لَاتَھْدِیْ مَنْ ھُوَمُسْرِفٌ کَذَّابٌ ۔ اِتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَاالنَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ۔ قَدْخَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۔ ھٰذِہٖ جَھَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِھَا الْمُجْرِمُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْاِمنْ بَعْدِ ھِمْ ۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَفِي بَيْتِهَا۔ وَمَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا ۔ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً ۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ۔ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآاُنْزِلَ اِلَيْكَ۔ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ۔ وَيَخْلُقُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ ۔وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔

(۲) (احادیث مبارکہ) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ ۔ اَلْمُجَاهِدُمَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ ۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اَمِنَ جَارُهٗ بَوَآئِقَهٗ ۔اَلْكَيِّسُ مَنِ اتَّعَظَ بِغَيْرِهٖ ۔ خَيْرُ النَّاسِ مَنْ يَّنْفَعُ النَّاسَ ۔ خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ ۔ ثَلَاثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ ۔ اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًاخَالِصًا ۔

نحومیر: چہارم اسمائے افعال ۔ وآن بردوقسم ست : **اول** بمعنی امرِحاضرِ معلوم چوں رُوَيْدَ وَبَلْهَ وَحَيَّهَلْ وَهَلُمَّ ۔ **دُوُم** بمعنی فعل ماضی ۔ چوں :هَيْهَاتَ وَشَتَّانَ ۔

ترجمہ : چوتھی قسم اسمائے افعال کی ہے۔ یہ دوقسم پر ہیں: **اول** امر حاضر معلوم کے معنی میں ۔ جیسے: رُوَيْدَ الخ ۔**دُوُم** فعل ماضی کے معنی میں ۔جیسے هَيْهَاتَ الخ ۔

تشریح : (۱) **اسمائے افعال کی دونہیں بلکہ تین اقسام ہیں:** سب سے پہلے یہ بات واضح ہو کہ اسمائے افعال دوقسم کے نہیں بلکہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

برصغیر میں رائج نحوی نصاب کی کتب میں نجانے دواقسام میں انہیں کیوں منحصر کیا گیا ہے۔متقدمین ومتأخرین کی تمام کتب میں ان کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔تیسری قسم ان اسمائے افعال کی ہے جو فعل مضارع کے معنی میں آتے ہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ اسمائے افعالِ مضارع کی تعداد اسمائے افعالِ ماضی سے کئی گنا زیادہ ہے۔مگراس کا ہمارے نصاب میں کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ یہاں ہم چند اسمائے افعالِ مضارع کاذکرکرتے ہیں اور ساتھ میں عربی میں ان کا معنی بھی لکھ رہے ہیں جس سے واضح ہوگا کہ یہ فعلِ مضارع ہی کے معنی میں ہیں ۔

(۲) اسمائے افعال مضارع۔

اسمِ فعل	معنی	اسمِ فعل	معنی	اسمِ فعل	معنی
اَوَّهْ	اَتَوَجَّعُ	آهِ	اَتَوَجَّعُ	اُفِّ	اَتَضَجَّرُ
بَخْ	اَتَعَجَّبُ	وَيْ	اَعْجَبُ	وَاهًا	اَتَعَجَّبُ

(۳) اسمائے افعال میں علمائے نحو نے مزید کئی تفاصیل بیان فرمائی ہیں جن کا ایک نہایت خوبصورت گلدستہ آپ ہماری تألیف کتاب الاعاریب میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔لیکن ہم نے اپنی نہایت تحقیقی تصنیف معجم الصرف والنحو میں

اس پر جو تحقیق کی ہے وہ قارئین اور علماء کے لئے انگشت بدنداں کر دینے والی ایک اچھوتی تحقیق ہے۔

(۴)اسمائے افعال کے معانی: جو چند اسمائے افعال مصنف نے ذکر کئے ہیں ان کا ترجمہ اس طرح ہے:

رُوَيْدَ: مہلت دو۔ بَلْهَ: چھوڑو۔ حَيَّهَلْ: آ و۔ هَلُمَّ: آ وَ / لاؤ۔ هَيْهَاتَ: وہ دور ہوا۔ شَتَّانَ۔ وہ جدا ہوا

(۵)اسمائے افعال کی تقسیمات: اسمائے افعال دو طرح کے ہیں: (۱) منقول اور (۲) مُرتَجَل۔ **مُرتَجَل** ان اسماء کو کہتے ہیں جو اولِ وضع میں ہی کسی فعل (ماضی، مضارع یا امر حاضر معلوم) کے معنی کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ اور منقول وہ ہیں جو وضعِ اول میں کسی اور معنی کے لئے وضع ہوئے۔ بعد میں انہیں اسمائے افعال کے معنی میں نقل کر لیا گیا۔ منقول اسمائے افعال تین طرح کے ہیں، (ا) ظرف سے منقول۔ جیسے: دُوْنَكَ: لو۔ وَرَآءَكَ: پیچھے ہٹو وغیرہ۔ (ب) جار مجرور سے منقول۔ جیسے: اِلَيْكَ: لو۔ عَلَيْكَ: لازم پکڑو وغیرہ۔ (ج) مصدر سے منقول۔ جیسے: رُوَيْدَ: مہلت دو۔ بَلْهَ: چھوڑو۔ وغیرہ اس سے زیادہ تفصیل مبتدی طلبہ کی استعداد سے فائق اور ان کیلئے بوجھ ہوگی۔ اساتذہ کرام ہماری دوسری کتب میں مطالعہ فرمالیں۔ بڑے درجات کے طلبہ کیلئے بہت مفید ابحاث ہیں۔

(۶)اسمِ فعل قَطْ کی تحقیق: ہم نے اسمائے افعال میں قصداً زیادہ تفصیل میں جانے سے گریز کیا ہے۔ لیکن لفظِ قَطْ پر چند گذارشات پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔

(أ) اسمِ فعل کے معنی میں آنے والا قَطْ مبنی علی السکون ہے مبنی علی الضمہ نہیں ہے۔ اور مشدد طاء والا مبنی علی الضّم قَطُّ، اسمِ ظرف ہے، اسم فعل نہیں ہے۔ یہ وضاحت اس لئے کرنا پڑی کہ عام طلبہ و اساتذہ تو کجا کئی حواشی اور شروحات میں اسمِ فعل قَطْ پر پورے طمطراق سے ضمہ بھی لگایا گیا ہوتا ہے اور تشدید بھی!

(ب)قَطْ کے دو استعمال: قط کے عربی میں دو استعمال ہیں۔ **اول:** حَسْبُ کے معنی میں، چونکہ حَسْبُ واجب الاضافت اسماء میں سے ہے اس لئے قَطْ جب حَسْبُ کے معنی میں ہوگا تو لازماً مضاف ہو کر آئے گا۔ جیسے: قَطْ حَامِدٍ دِرْهَمٌ (حامد کو ایک درہم کافی ہے)۔ اور قَطِیْ کتابُ اللّٰہِ (مجھے اللہ کی کتاب کافی ہے) اس پر بعض دفعہ فائے تزیینیہ داخل ہوتی ہے تو یہ فَقَطْ بن جاتا ہے۔ جسے غلطی سے فَقَطٌّ بنا کر نہ صرف مشدد کر دیا جاتا ہے بلکہ مبنی علی الضمہ بھی سمجھا جاتا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ فَقَطْ کی فاء محض تزیینیہ نہیں ہے بلکہ جوابِ شرط کی فاء ہے۔ یہ جہاں آتا ہے وہاں تقدیرِ عبارت مثلاً یوں ہوتی ہے: اِذَاسَمِعْتَ ذٰلِكَ فَقَطْكَ ذٰلِكَ (جب تم نے یہ سن لیا تو یہ تمہیں کافی ہے) أی فَيَكْفِيْكَ ذٰلِكَ۔

(ج)قَطْ سرے سے فعلِ امر کا اسم نہیں بن سکتا: یہاں جو حضرات قط کو اسمِ فعلِ امر قرار دیتے ہیں (یہ اسم، فعل امر حاضر کیلئے سرے سے نہیں آتا) اور فرماتے ہیں کہ قَطْ کے معنی اِنْتَهِ (رک جاؤ) کے ہیں وہ سراسر تسامح کا شکار ہیں۔ اگر یہ اسم اِنْتَهِ (فعل امر) کے معنی میں ہے تو کیا عربی میں وہ اس کے استعمال کی ایک

مثال دکھا سکتے ہیں جہاں یہ واضح طور پر اِنْتَهِ کے معنی میں استعمال ہو رہا ہو؟۔ یا اگر عربی زبان میں مثال نہیں ملتی تو خود سے کوئی ایک آدھ جملہ بنا کر اس کے ذریعے اِنْتَهِ کا معنی ادا فرما سکتے ہیں؟ مثلاً قَطْ مِنَ الذُّنُوْبِ کہہ کر اِنْتَهِ مِنَ الذُّنُوْبِ کا مفہوم ادا کر سکتے ہیں؟

(د)**قَطْ فعلِ مضارع کا اسم ھے:** اور قَطْ کا دوسرا استعمال اسمِ فعلِ مضارع کے طور پر ہوتا ہے۔ اس وقت یہ یکفی کے معنی میں ہوتا ہے۔ ایسے میں آپ کہیں گے : قَطْ زَیْدًا دِرْھَمٌ ۔اَیْ : یَکْفِیْ زَیْدًا دِرْھَمٌ ۔ اور واحد متکلم کی ضمیر اگر اس کے بعد آئے تو اس سے پہلے نونِ وقایہ بھی لگانا واجب ہوگا: قَطْنِیْ کِتَابُ اللّٰہِ ۔ کیونکہ یہاں یہ فعل کے معنی میں ہے اور فعل کی آخری حرکت (اعراب کی ہو یا بناء کی) کو یائے متکلم پر قربان کر کے مکسور کبھی نہیں کیا جاتا بلکہ اس حرکت یا سکون کو بچانے کی خاطر یاء سے پہلے نونِ وقایہ لایا جاتا ہے۔ اس لئے جو اسم اس کے معنی میں ہوگا اس کیلئے بھی نونِ وقایہ ضروری ہوگا۔

ف: قَطْ کی طرح قَدْ (جو عام طور پر بطور حرف صرف خبری مثبت اور متصرف افعال کے ساتھ آتا ہے) بطور اسم بمعنی حَسْبُ بھی آتا ہے اور بطور اسمِ فعلِ مضارع بمعنی (یَکْفِیْ) بھی آتا ہے۔ اس کے استعمال کے طریقے (حَسْبُ کے معنی میں اور یَکْفِیْ کے معنی میں) بالکل وہی ہیں جو قَطْ کے ہیں۔ یعنی (۱) جب اسم حَسْبُ کے معنی میں ہوگا تو واجب الاضافۃ الی المفرد ہوگا۔ جیسے: قَدْعَبْدِالرَّحْمٰنِ دَرْسُ النَّحْوِ۔ اور اگر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوگا تو اس کے آخر میں مناسبت کا کسرہ لگانا واجب ہوگا۔ جیسے: قَدِیْ مَاحَفِظْتُ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ ۔ (۲) اور جب فعل مضارع یَکْفِیْ کے معنی میں ہوگا تو اس کا مابعد مفعول بہ بن کر منصوب ہوگا۔ جیسے : قَدْزُبَیْرًاسَیَّارَۃٌ صَغِیْرَۃٌ ۔ اور اگر اس کے بعد یائے متکلم مفعول بہ بن کر آئے تو قَدْ اسمِ فعل کا سکون بچانے کے لئے یاء سے پہلے نونِ وقایہ کا لانا واجب ہوگا۔ جیسے: قَدْنِیْ حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسم ۔

تمرین: اسمائے افعال کی شناخت کریں اور بتلائیں کہ وہ ماضی ، مضارع یا امر میں سے کس فعل کے معنی میں ہیں؟

هَلُمَّ شُهَدَآءَ كُمْ ۔ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۔ هَاتُوْ ابُرْ هَانَكُمْ ۔ هَآءُ مُ اقْرَءُ وا كِتٰبِيَهْ ۔ هَاتِ ماءً ۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةَ ۔هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۔شَتَّانَ زُبَيْرٌ وَّسَاجِدٌ ۔رُوَيْدَ الطُّلَّابَ ۔ بَلْهَ الذُّنُوْبَ۔ قَطْكَ اللّٰهُ۔قَدْشُعَيْبًا دِرْهَمٌ ۔ هٰذِهٖ خمسة كُتُبٍ فَقَطْ۔عَلَيْكَ الصَّلٰوةَ۔اِلَيْكَ التَّفْصِيْلَ۔دُوْنَكَ الْكِتَابَ۔ هَاكَ الْبَيَانَ۔

نحو میر: پنجم: اسمائے اصوات چوں: اُحْ اُحْ وَاُفْ اُفْ وبَخٍ ونَخْ وَغَاقِ ۔

تشریح: اسمائے اصوات وہ آوازیں ہیں جو مختلف حالتوں یا آوازوں کی نقالی یا مختلف جانوروں کو بلانے ، اٹھانے ، بٹھانے ، ڈرانے یا ڈانٹنے کے لئے نکالی جاتی ہیں۔

بنیادی طور پر یہ کلمات بے معنی اور مہمل ہیں کیونکہ یہ نہ اپنی ذات میں کسی معنی پر دلالت کرتے ہیں نہ غیر میں۔ اس لئے اسم تو کجا انہیں تو کلمہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ کتاب کے آغاز میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ کلمہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی معنی پر دلالت کرے۔ ان آوازوں کو جب اہلِ لغت نے نقل یا جانوروں کی آوازوں یا انہیں بلانے وغیرہ مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کیا تو بے معنی اور بے مقصد آواز ہونے کے باوجود انہیں ان معانی اور مقاصد کا اسم قرار دے دیا گیا جن پر یہ دلالت کرتے ہیں۔ اور چونکہ یہ مختلف آوازوں (اصوات) کے اسم ہیں اس لئے ان کا نام اسماء الاصوات رکھ دیا گیا۔

بخ اسم صوت نہیں: مصنف نے بَخ کو بھی اسمائے اصوات میں شمار کیا ہے اور ہمارے شارحین بھی اسے خوشی کے وقت کی آواز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ دنیا کے کسی خطے میں بسنے والے انسان بھی خوشی میں بخ بخ کی آوازیں نہیں نکالتے۔ جیسے اُحْ اُحْ کھانسی کی آواز کا اسم ہے تو صاف واضح ہے کہ واقعی آدمی کھانسی میں اُحْ اُحْ کی آوازیں نکالتا ہے۔

اصل مشکل یہ ہے کہ ہمارے نحوی نظام میں چونکہ اسمِ فعلِ مضارع کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس لئے اسمائے فعلِ مضارع کو اسم قرار دینے اور پھر مبنی کی قسم بنانے میں انہیں سو طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ابھی پیچھے آپ قط کی بحث میں پڑھ کر آئے ہیں کہ وہ سیدھا سادا اسمِ فعلِ مضارع (یکفی کا اسم) ہے۔ لیکن مہربانوں نے اسے اسمِ فعلِ امر بنا رکھا ہے (اِنْتَہِ کا اسم) حالانکہ اِنْتَہِ مِنَ الذَّنْبِ کی جگہ یہ حضرات ساری عمر قَطْ مِنَ الذَّنْبِ نہیں کہہ سکتے۔

آپ نے گزشتہ بحث میں اسمائے فعلِ مضارع کے ضمن میں بَخ کا تذکرہ پڑھا ہے۔ یہ اسمِ صوت نہیں بلکہ اسمِ فعلِ مضارع ہے جو تعجب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ غزوۂ اُحُد میں جب حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ: سَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ تو ایک صحابی حضرت نے بَخٍ بَخٍ کہتے ہوئے ہاتھ میں پکڑی کھجوریں بھی پھینک دیں اور سیدھے میدان کارزار کی طرف بڑھے اور شہادت تک پیچھے مڑنے کا نام نہ لیا۔

یہ لفظ اکیلا ہو تو مبنی علی السکون (بَخْ) ہوتا ہے اور درمیانِ کلام میں ہو تو مبنی علی الکسر مع التنوین ہوتا ہے۔ مبالغہ کا معنی ادا کرنے کیلئے اسے تکرار سے لایا جاتا ہے بَخٍ بَخٍ۔

تنوین اور مبنی اسماء: تنوین اعراب کی علامت ہے اس لئے کسی مبنی اسم پر تنوین کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسمائے افعال اسم کی واحد قسم ہے جو مکمل مبنی بھی ہے اور اس میں سے چند اسماء پر مبنی ہونے کے باوجود تنوین بھی آتی ہے۔ یعنی تنوین سمیت کسی خاص حرکت پر مبنی ہوتے ہیں۔ جیسے اُفٍّ ، بَخٍ ، وَاھًا (اور یہ تینوں اسماءِ فعل مضارع کے معنی میں ہیں)۔

نَخْ: اسم مبنی علی السکون ہے اور اونٹوں کو بٹھانے کیلئے آتا ہے۔ غاق کوے کی آواز کی نقل ہے۔ اسمائے اصوات ان کے علاوہ بھی بے شمار ہیں۔ یہاں بطور مثال یہ چند ذکر کئے گئے ہیں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ اس قبیل کے تمام اسماء بھی مبنی ہوتے ہیں۔

نحومیر: ششم : اسمائے ظروف۔ **ظرفِ زمان** چوں: اِذْ وَاِذَا وَمَتٰی وَکَیْفَ وَاَیَّانَ وَاَمْسِ وَمُذْ وَمُنْذُ وَقَطُّ وَعَوْضُ ، وَقَبْلُ وَبَعْدُ وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوفِ منوی باشد۔ **وظرفِ مکان**۔ چوں: حَیْثُ وَقُدَّامُ وَتَحْتُ وَفَوْقُ وقتیکہ مضاف باشند ومضاف الیہ محذوف منوی باشد۔

تشریح: (۱) **چند مزید مبنی اسمائے ظروف:** ظرفِ زمان میں مذکورہ بالا اسماء کے علاوہ: اَلْآنَ اور بھی مبنی ہے۔ اور ظرفِ مکان میں مذکورہ اسماء کے علاوہ: لَدٰی ، لَدُن ، اَیْنَ ، اَنّٰی ، ثَمَّ ، ثَمَّةَ بھی مبنی ہیں۔

(۲) مصنف نے ظرفِ زمان کے آخر میں بھی اور ظرف مکان کے آخر میں بھی فرمایا ہے کہ جب یہ مضاف ہوں اور ان کا مضاف الیہ محذوف بھی ہو اور متکلم کی نیت میں موجود بھی ہو۔ اب یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ حکم تمام اسماء کے لئے بیان فرما رہے ہیں یا بعض کیلئے؟ سب کے لئے تو ہو نہیں سکتا کیونکہ بیشتر اسماء ایسے ہیں جو کبھی مضاف نہیں ہوتے۔ پھر بعض کا حکم ہے تو کس کا ہے؟

مصنفؒ کی فہرست میں ظرفِ زمان کے آخری تین اسماء (عَوْضُ قَبْلُ بَعْدُ) اور ظرفِ مکان کی فہرست میں حَیْثُ کے ماسوا دیگر تمام اسمائے ظروف کے مبنی علی الضم ہونے کی یہی شرط ہے کہ وہ مضاف بھی ہوں ان کا مضاف الیہ محذوف بھی ہو اور وہ محذوف مضاف الیہ متکلم کی نیت میں موجود بھی ہو۔ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو مذکورہ بالا تمام اسماء معرب ہو جائیں گے۔ حَیْثُ واحد اسمِ ظرفِ مکان ہے جو جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اور جملۂ اسمیہ کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے اور فعلیہ کی طرف بھی۔ جیسے: اِجْلِسْ حَیْثُ عَبْدُالرَّحِیْمِ جَالِسٌ (۲) اِجْلِسْ حَیْثُ جَلَسَ النَّاسُ۔ یاد رہے کہ حَیْثُ کبھی مقطوع عنِ الاضافت نہیں ہوتا۔

نوٹ: مضاف الیہ محذوف منوی ہونے کی صورت میں صرف مذکورہ بالا اسمائے ظروف ہی مبنی علی الضم نہیں ہوتے بلکہ: وَرَآءٌ ، خَلْفٌ ، اَمَامٌ وغیرہ بھی اس صورت میں مبنی علی الضم ہو جاتے ہیں۔

(۳) **معرب یا مبنی کے اعتبار سے اسمائے ظروف کی تین اقسام:** مذکورہ بالا تشریح سے یہ حقیقت سامنے آ گئی کہ اسمائے ظروف میں سے مبنی اسماء کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایک وہ جو ہر حال میں مبنی ہے (۲) اور دوسری وہ جو عام طور پر تو معرب ہوتی ہے لیکن تین شرائط پائے جانے کی صورت میں مبنی ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کا مبنی ہونا دائمی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ یہیں سے تیسری بات از خود معلوم ہوگئی کہ ان کے ماسوا تمام اسمائے ظرف معرب ہیں ،

جیسے ، یَوْمٌ ، اُسْبُوْعٌ ، شَھْرٌ ، سَنَۃٌ ، لَحْظَۃٌ ، بُرْھَۃٌ ، فَتْرَۃٌ ، دَھْرٌ اسمائے ظروف زمان میں سے اور: جَانِبٌ ، یَمِیْنٌ ، یَسَارٌ ، وَسْطٌ ، تُجَاہٌ ، شِمالٌ ، دُوْنٌ وغیرہ اسمائے ظرفِ مکان میں سے۔ اس قبیل کے اسمائے ظروف کسی حال میں عارضی طور پر بھی مبنی نہیں ہوتے۔

(۴) قَبْلُ اور بَعْدُ کی اصل وضع مکانِ مبہم کے لئے تھی پھر زمانِ مبہم کے لئے بھی اسے مستعار لے لیا گیا۔ اب یہ دونوں اسماء، ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ زمانیت اور مکانیت کے حوالے سے ان کے معنی کا تعین ان کے مضاف الیہ سے ہوتا ہے۔ اگر مضاف الیہ مکان ہو تو ظرفِ مکان ۔ جیسے: اَلْبَیْتُ قَبْلَ الْمَسْجِدِ اور مضاف الیہ ظرفِ زمان ہو تو قبل اور بعد بھی ظرف زمان شمار ہوں گے۔ جیسے: اٰتِیْکَ قَبْلَ الْعَصْرِ ۔

(ظرف پر مزید مفصل بحث بدایۃ النحو اور نہایت جامع گفتگو کے لئے ملاحظہ کریں ہماری تالیف: کتاب الا ضافۃ)۔

(۵) معانیٔ اسمائے ظروف: اِذْ ماضی کیلئے (جب) اِذَا مستقبل کے لئے (جب) مَتٰی (کب/ جب) کیف حال کے لئے (کیسا/ جیسا) اَیَّانَ مستقبل سوالِ زمان کے لئے (کب) اَمْسِ (گذشتہ کل) مُذْ اور مُنْذُ ماضی میں ابتدائے وقت کے لئے (فلاں وقت سے) قَطُّ ماضی منفی کی تأ بید کے لئے (ابھی تک/ بالکل) عَوْضُ مستقبل منفی کی تأ بید کے لئے (کبھی بھی) ظرفِ مکان میں سے: حَیْثُ (جہاں) قُدَّام اور اَمَام (آگے) خَلْف اور وَرَآء (پیچھے) تَحْتُ (نیچے) فَوْقُ (اوپر) کے معنی میں آتا ہے۔

(۶) لَدُنْ کا خصوصی حکم : لَدُنْ عربی زبان کا واحد اسم ہے جس کے بعد اگر یائے متکلم مضاف الیہ بن کر آجائے تو یاء سے پہلے نونِ وقایہ کا لانا واجب ہے۔ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ۔

تمرین: ظرفِ زمان اور ظرفِ مکان کی شناخت کریں اور بتلائیں کہ یہ ظرف معرب ہے یا مبنی ؟ اور دائمی مبنی ہے یا عارضی؟

وَمِنْ قَبْلُ مَافَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ کِتَابُ مُوْسٰی ۔ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَیَّنَ لَهُمْ ۔ هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ ۔ اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ ۔اَیَّانَ مُرْسٰهَا۔اَیْنَ شُرَکَآئُکُمْ ۔ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاعِلْمًا ۔ وَاِنَّهٗ لَدَیْنَالَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ۔ لَایَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۔ وَمِنْ فَوْقِکُمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ ۔لِلّٰهِ الْاَمْرُمِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ۔ مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَ تْهُمُ الْبَیِّنَةُ ۔ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۔ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ ۔ مَاعِنْدَکُمْ یَنْفَدُوَمَاعِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۔ وَلَدَیْنَامَزِیْدٌ ۔ مِنْ لَّدُنْ عَلِیْمٍ حَکِیْمٍ ۔ اَلَمْ تَرَکَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۔ بَیْنَهُمَابَرْزَخٌ ۔قِیْلَ ارْجِعُوْاوَرَآئَکُمْ ۔ وَمَآاُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۔وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاعِلْمًا۔ اِذَاوَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۔ اِذْزَاغَتِ الْاَبْصَارُ۔

یہاں ہم پھر یہ گذارش کریں گے کہ ظرف کے موضوع پر بدایۃ النحو اور اسمائے ظروف کے معرب ومبنی اور مضاف وغیر

مضاف ہونے سے متعلق تفصیلی اور تحقیقی بحث کتاب الا ضافة میں ضرور دیکھیں ۔ کیونکہ مبتدی طلبہ کی استعداد کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہاں کئی ابحاث سرے سے چھیڑ ہی نہیں سکے۔

نحومیر : **هفتم** : اسمائے کنایات چوں: کَمْ و کذا کنایت از عدد و کَیْتَ و ذَیْتَ کنایت از حدیث۔

ترجمه: ساتویں قسم اسمائے کنایات ہیں جیسے : کَمْ اور کَذَا کنایۃ ازعدد کیلئے اور کَیْتَ اور ذَیْتَ کنایہ از حدیث کے لئے۔

تشریح: اسمائے کنایہ دوطرح کے ہیں (۱) پہلی قسم وہ ہے جو کسی عدد یا مقدار کی جگہ کثرت کے اظہار کے لئے بولی جاتی ہے۔اس کے لئے دوکلمات کَمْ ، کَذَا آتے ہیں جن کا ترجمہ (اتنا) کیا جائے گا اور (۲) دوسری قسم وہ ہے جو کسی گفتگو یا واقعہ کا تذکرہ کرنے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔اس کے لئے کیتَ اور ذَیتَ آتے ہیں ۔ یاد رہے کہ کَذا بھی کنایہ از حدیث کے لئے آتا ہے۔

جیسے اردو میں ایک طریقہ بات کرنے کا یہ ہے کہ ہم بتلائیں کہ یہ گھر تعمیر کرنے پر میرے پچاس لاکھ روپے خرچ ہوگئے ۔ اور ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم مذکورہ رقم کا ذکر کرنے کی بجائے ایسا لفظ استعمال کریں جس سے ظاہر ہو کہ ہم نے خطیر رقم صرف کی ہے ۔جیسے ہم کہیں کہ ہم نے اس کی تعمیر پر اتنا پیسہ لگایا ہے ۔ یہاں **اتنا** اردو کا کنایہ ازعدد ہو جائے گا ۔اسی طرح عربی میں آپ: اَنْفَقْتُ فِی اِنْشَآءِ هٰذَا الْبَیْتِ خَمْسِیْنَ اَلْفَ رُوْبِیَّةٍ ۔بھی کہہ سکتے ہیں اور خَمسِینَ الف کی تصریح کی بجائے : اَنْفَقْتُ فِی اِنْشَاءِ هٰذَاالْبَیْتِ کَذَارُوْبِیَّةً بھی کہہ سکتے ہیں۔یا کَمْ کا استعمال کرتے ہوئے: کَمْ رُوبِیَّةٍ اَنْفَقْتُ فِی اِنْشَاءِ هٰذَاالْبَیْتِ کہہ سکتے ہیں۔ان دونوں جملوں میں کَمْ اور کَذَا ،خمسین الف کے عدد سے کنایہ بن کر استعمال ہوئے ہیں۔

ملاحظه: کَمْ کے بعد تمیز (روبیة)مجرور ہوتی ہے اور کَذَا کے بعد منصوب ۔اسی طرح کنایہ از حدیث کو بھی سمجھ لیں کہ پورا واقعہ سنانے کی بجائے آپ بعض دفعہ اردو میں کہتے ہیں کہ میرے ساتھ یہ یہ معاملہ پیش آیا ۔ یا فلاں نے مجھ ایسے ایسے کہا۔اسی طرح اصل بات کا اگر مخاطب کو علم ہو تو بات مختصر کرنے کیلئے عربی میں بھی اسمِ کنایہ از حدیث کا استعمال رائج ہے۔ جیسے: اَتَانِیْ عَامِرٌ وَقَالَ لِیْ کَذَا وَ کَذَا (میرے پاس عامر آیا اور اس نے مجھ سے ایسے ایسے کہا) اور یہ کذا یا کیت یا ذیت تبھی کہا جائے گا جب مخاطب اس گفتگو یا قصہ سے واقف ہوگا کہ عامر نے کہا کیا؟۔

قول کی طرح قصہ کی حکایت میں ان کا استعمال اس طرح ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ اگر کوئی واقعہ پیش آیا تو آپ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ ایسے ایسے یہ واقعہ پیش آیا ہے۔عربی میں ایسے ایسے کی جگہ کَیْتَ ، یا کَیْتَ و کَیْتَ ، یا ذَیْتَ ، یا کَیْتَ وَذَیْتَ ، یا کَذَا یا کَذَا وَکَذَا کہہ سکتے ہیں۔

نحو میر : **هشتم** : مرکبِ بنائی چوں: اَحَدَعَشَرَ ۔

ترجمہ: آٹھواں مرکبِ بنائی ہے۔ جیسے اَحَدَ عَشَرَ۔

تشریح: مصنف نے اسمِ غیرِ متمکن کی کل آٹھ اقسام بیان فرمائی ہیں۔ ہم نے اس بحث کے آغاز میں عرض کیا تھا کہ اسمِ غیرِ متمکن کی آٹھ نہیں بلکہ دس اقسام ہیں۔ یہاں ہم نویں اور دسویں قسم کا ذکر کرتے ہیں۔

اسمِ غیرِ متمکن کی نویں قسم: اسمائے استفہام ہے۔ اور یہ نو اسم ہیں مَنْ ، مَا ، مَتٰی ، اَیْنَ ، کَیْفَ ، کَمْ ، اَنّٰی ، اَیَّانَ اور اَیٌّ ۔ (اَیٌّ معرب ہے)۔

معانی: مَنْ (کون) مَا (کیا) مَتٰی (کب) اَیْنَ (کہاں) کَیْفَ (کیسا/کیسے) کَمْ (کتنا) اَیَّانَ (کب) مگر کسی عظیم القدر واقعہ کے بارے میں ہی اَیَّان کے ساتھ سوال کیا جاتا ہے۔ اَنّٰی (کہاں) اور اَیٌّ (کون/کیا) کے معنی میں آتا ہے۔

صدارتِ کلام: اسمائے استفہام ہمیشہ صدرِ کلام میں آتے ہیں۔ کوئی چیز ان پر مقدم نہیں آسکتی البتہ حروفِ جارہ یا مضاف ان پر مقدم ہوسکتا ہے۔ جیسے: عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ میں مَا پر عَنْ جارہ مقدم ہے۔

مااستفهامیه کا حذفِ الف: مَا استفہامیہ پر جب حرفِ جارہ داخل ہو تو اس کا الف حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ۔

دسویں قسم: اسمائے شرط ہیں یہ دس اسماء ہیں: مَنْ ، مَا ، اَیْنَ ، مَتٰی ، حَیْثُمَا ، مَهْمَا ، اَنّٰی ، اَیَّانَ ، اَیٌّ (مگر یہ معرب ہے) اور اِذْمَا (مگر یہ اسم نہیں بلکہ علمائے بصرہ کے نزدیک بالاتفاق حرف ہے)۔ اور کوفیوں کے نزدیک کَیْفَمَا بھی۔

ان میں سے اَیْنَ اور مَتٰی کے ساتھ مَا زائدۃ بھی لگ سکتا ہے جیسے: اَیْنَمَا ، مَتٰی مَا ۔ چونکہ یہ اسماء فعل میں جزم کا دوبارعمل کرتے ہیں اس لئے ان پر گفتگو بھی ان کے مقام پر کی جائے گی اور مثالیں اور تمرینات بھی وہیں درج کی جائیں گی۔ یہاں ان کو ذکر کرنے کا صرف ایک مقصد ہے کہ اسمِ غیرِ متمکن میں یہ اسماء بھی شامل ہیں۔

خلاصۂ مبحثِ اسمِ غیرِ متمکن: اسمِ غیرِ متمکن کی پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسم کی یہ خاص قسم (جو اپنے اندر دس اقسام کو لئے ہوئے ہے) مبنی ہوتی ہے اور اس قسم کے اسماء کے آخر میں عامل کے بدلنے سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ان کے ماسوا عربی زبان میں جو بھی اسم پایا جائے گا وہ معرب شمار ہوگا۔ خواہ اس پر اعراب پڑھا جاسکے۔ جیسے: کتابٌ ، نعمةٌ ، ظلماتٌ ، عثمانُ ، رَجلانِ ، حمراءُ۔ المؤمنون وغیرہ۔ یا بظاہر اعراب نہ پڑھا جاسکے۔ جیسے: مُوسیٰ ، هُدًی ، کتابِیْ وغیرہ۔

تمرین: درجِ ذیل مثالوں میں سے اسمائے استفہام کو پہچانیں اور ترجمہ کریں:

اَنّٰی لَکِ ھٰذَا ۔ مَنْ ذَا الَّذِی یُقْرِضُ اللّٰہَ ۔ مَاذَاتَعْبُدُوْنَ ۔ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ ۔ فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا۔ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُالْمُکَذِّبِیْنَ ۔اَیَّانَ مُرْسٰھَا۔ اَیْنَ شُرَکَآءُ کُمْ ۔ اَیُّکُمْ یَأْ تِیْنِیْ بِعَرْشِھَا۔ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ۔ اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۔ مَاذَآاَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ مَتٰی نَصْرُاللّٰہِ ۔ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۔ مِمَّ خُلِقَ ۔ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ۔فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ۔عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ۔ کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ ۔ اَیْنَ شُرَکَآءِ یَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۔مَنْ یَّرْزُقُکُمْ ۔ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ ۔ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ ۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ ۔فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیَاتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ۔

نحومیر: بدانکه اسم بر دوضرب ست: معرفه ونکره ۔**معرفه** آنست کہ موضوع باشد برائے چیزے معیّن وآن برہفت نوع ست: **اول** مضمرات **دُوُم** اعلام ۔ چوں: زَیْد وعَمْرو **سِوُم** اسمائے اشارات **چھارُم** اسمائے موصولہ واین دوقسم رامبہمات گویند۔**پنجُم** معرفہ بندا۔ چوں: یارَجُلُ ۔ **ششُم** معرفہ بالف ولام چوں: الرَّجُلُ ۔**ھفتُم** مضاف بیکی ازینہا ۔ چوں : غُلَامُہٗ وَغُلَامُ زَیْدٍ وغُلَامُ الَّذِیْ عِنْدِیْ وَغُلَامُ الرَّجُلِ ۔ ونکرہ آنست کہ موضوع باشد برائے چیزے غیرِ معین ۔ چوں رَجُلٌ وفَرَسٌ ۔

ترجمه: اسم دوقسم کا ہوتا ہے ، معرفہ اورنکرہ۔ **معرفه** وہ اسم ہے جوکسی معیّن چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ یہ (معرفہ) سات قسم کا ہوتا ہے۔ **اول** مضمرات **دُوُم** اعلام **سِوُم** اسمائے اشارات **چھارُم** اسمائے موصولہ **پنجُم** نداء کے ذریعے جس اسم کومعرفہ بنایا گیاہو۔ جیسے: یارَجُلُ ۔ **ششُم** معرفہ بالف ولام ۔ جیسے: الرَّجُل ۔ **ھفتُم** ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہونے والا اسم ۔جیسے: غلامُہٗ ، غُلَامُ زَیْدٍ ، غُلَامُ الَّذِی عِنْدِیْ ،غلامُ الرَّجُلِ ۔

تشریح: (۱)معرب اور مبنی کی تقسیم اوراس کے ضمن میں مبنی کی تمام اقسام کے بیان سے فارغ ہوکر معرب کے بیان سے پہلے اسم کی چند اہم تقسیمات کا مصنف نے یہاں سے آغاز کیا ہے۔اسم کی ان اقسام کا جاننا معرب کی اقسام اوراعراب کی تفصیل جاننے سے پہلے نہایت اہم اورضروری ہے۔

یہاں انہوں نے اسم کے معنی کی عمومیت وخصوصیت کے حوالے سے پہلی تقسیم کا ذکرفرمایا ہے کہ اگراسم کسی معین معنی پردلالت کرے تو اسے معرفہ اور غیرمعین معنی پر دلالت کرے تو اسے نکرہ کہتے ہیں۔

پھر جوقسم چند معین اورمخصوص افراد پر مشتمل ہے اس کی وضاحت کردی تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس کے علاوہ تمام اقسام دوسری قسم (نکرہ) سے ہیں۔

(۲)ان سات اقسام میں سے چاراقسام (۱)مضمرات (۲) اعلام (۳)اسمائے اشارہ اور (۴) اسمائے موصولہ ذاتی اوربنیادی طور پر معرفہ ہیں ۔دوسری تین اقسام کونکرہ سے معرفہ بنایا جاتا ہے۔

(۳) جو اسم بنیادی طور پر نکرہ ہو اور اسے (۱) الف لام (۲) نداء یا (۳) اضافت کی وجہ سے معرفہ بنایا گیا ہو، اگر اس کو معرفہ بنانے کا سبب زائل ہو جائے تو وہ دوبارہ نکرہ ہو جائے گا۔

(۴) اضافت چار بنیادی معرفہ اقسام کے علاوہ **معرف باللام** کی طرف ہو کر بھی نکرہ کو معرفہ بناتی ہے۔ نداء میں آنے والا مضاف اضافت کی وجہ سے نہیں بلکہ نداء کی وجہ سے معرفہ ہوتا ہے۔

(۵) **معرفہ بندا** سے مراد یہ ہے کہ بلانے والا اگر نکرہ اسم کو معین کر کے مخاطب بنائے تو نداء کی وجہ سے وہ نکرہ بھی معرفہ ہو جائے گا۔ جیسے: رَجُل ایک نکرہ اسم ہے۔ لیکن اگر کوئی آدمی کسی متعین مرد کو یا رجل کہہ کر بلائے تو چونکہ اس کو متعین کر کے مخاطب بنایا ہے اس لئے یہاں نداء کی وجہ سے رجل معرفہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی اندھا آدمی پکارے یارَجُلاً خُذْبِیَدِی تو چونکہ اندھا ہونے کی وجہ سے وہ کسی آدمی کو متعین کر کے نہیں بلا رہا بلکہ وہ تو کسی بھی (غیر معین) شخص کو بلا رہا ہے کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ لے۔ اس لئے یہاں رجل معرفہ نہیں ہوگا بلکہ نکرہ ہی رہے گا۔

تمرین: درج ذیل آیات واَمثلہ میں سے معرفہ نکرہ کی شناخت کریں اور معرفہ کی قسم کا تعین کریں۔

لَهُمْ فِيهَادَارُالْخُلْدِ ۔كُوْنُوْاقِرَدَةً خَاسِئِيْنَ ۔ اَنَااَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ لَافَارِضٌ وَّلَابِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ۔وَهٰذَاالْبَلَدِالْاَمِيْنِ۔كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ۔ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ۔عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ۔ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِالْمُرْسَلِيْنَ ۔ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًاوَّجَحِيْمًاوَّطَعَامًاذَاغُصَّةٍ وَّعَذَابًااَلِيْمًا۔رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا۔مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَاعَلَى الْاَرَآئِكِ ۔اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِّكْرَوَاِنَّالَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ وَمَا هُوَبِقَوْلِ شَاعِرٍ۔ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَارَيْبَ فِيْهِ۔اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۔ فِيْهَاكُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۔ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَاالْمُجْرِمُوْنَ۔اَلَكُمُ الذَّكَرُوَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًاقِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۔ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اِذْقَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَعَشَرَ كَوْكَبًاوَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِيْنَ۔وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِوَشَاهِدٍوَّمَشْهُوْدٍ۔ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتَابُ مُوْسٰٓى اِمَامًاوَّرَحْمَةً۔

نحو میر: **بدانکہ:** اسم بر دو صنف است: مذکر و مؤنث۔ مذکر آنست کہ درو علامت تأنیث نباشد۔ چوں: رَجُلٌ۔ و مؤنث آنست کہ درو علامتِ تأنیث باشد۔ چوں اِمْرَأَةٌ ۔ و علامتِ تأنیث چہار ست: **تاء**

چوں:طلحة **والفِ مقصوره** چوں حُبْلٰی **والفِ ممدوده** چوں :حَمْرَآءُ **وتائے مقدره** چوں: اَرْضٌ کہ دراصل اَرْضَةٌ بودہ ست بدلیل اُرَیْضَةٌ زیرا کہ تصغیر اسماء را باصلِ خود برد۔ واین رامؤنثِ **سماعی** گویند۔ **وبدانکه** مؤنث بردوقسم ست: حقیقی ولفظی۔**حقیقی** آنست کہ بازائے اوحیوانے مذکر باشد۔ چوں:اِمْرَاَةٌ کہ بازائے اورَجُلٌ ست ونَاقَةٌ کہ بازائے اوجَمَلٌ ست۔**ولفظی** آنست کہ بازائے اوحیوانے مذکر نباشد۔ چوں:ظُلْمَةٌ وَّقُوَّةٌ۔

ترجمه: اسم دوقسم کا ہوتا ہے: مذکر اور مؤنث۔ **مذکر** وہ اسم ہوتا ہے جس میں تأنیث کی کوئی علامت موجود نہ ہو۔ جیسے: رَجُلٌ اور **مؤنث** وہ ہوتا ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت موجود ہو۔ جیسے: اِمْرَاَةٌ۔ **تانیث کی چار علامات ہیں۔**

(۱) **تاء:** جیسے: طَلْحَةُ۔ (۲) **الف مقصوره:** جیسے: حُبْلٰی۔ (۳) **الفِ ممدوده:** جیسے: حَمْرَآءُ۔ (۴) **تائے مقدره:** جیسے: اَرْضٌ کہ اصل میں اَرْضَةٌ تھا اور اس کی دلیل (اس کا مصغر) اُرَیْضَةٌ ہے۔ کیونکہ تصغیر اسم کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے (التَّصغیرُ وَالتکسِیرُ یَرُدَّانِ الْاَشیاءَ اِلٰی اُصولِها) اس قسم کو مؤنثِ سماعی کہتے ہیں۔

جان لیں کہ مؤنث دوقسم کا ہوتا ہے۔ حقیقی اور لفظی۔ **حقیقی** وہ اسمِ مؤنث ہے جس کے مقابلے میں کوئی مذکر حیوان موجود ہو۔ جیسے: اِمْرَاَةٌ کہ اس کے بالمقابل رَجُلٌ مذکر موجود ہے اور جیسے نَاقَةٌ کہ اس کے بالمقابل اس کا مذکر: جَمَلٌ موجود ہے۔ اور **لفظی** وہ اسمِ مؤنث ہے جس کے بالمقابل کوئی حیوانِ مذکر (اس کی جنس کا) موجود نہ ہو۔ جیسے: ظُلْمَةٌ، قُوَّةٌ۔

تشریح: (۱) **مؤنث کی صرف تین علامات ہیں:** مصنف نے مؤنث کی چار علامات بیان فرمائی ہیں، جبکہ حقیقت میں علامات صرف تین ہیں۔ اور علمائے نحو کے ہاں صرف پہلی تین علامات کا ذکر بطور علامت کیا جاتا ہے۔

مؤنث سماعی کا مطلب: مؤنث سماعی میں تاء کو مقدر ماننے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کی علامت ہے اور پہلے سے موجود ہے اور اس کی وجہ سے ہم اسے مؤنث ماننے پر مجبور ہوئے ہیں جیسے: حبلٰی، حمراء وغیرہ میں جب تأنیث کی علامت ہمارے سامنے آتی ہے تو ہم بلا حیل وحجت اسے مؤنث ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

تاء کو مقدر ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اَرضٌ، سماءٌ، نارٌ، نَفْسٌ، حَرْبٌ، سوقٌ، دارٌ، خَمْرٌ، جَهَنَّمُ، جَحِیْمٌ، سَقَرُ، رِیْحٌ وغیرہ جیسے درجنوں اسماء ہمیں عربی زبان میں ایسے ملتے ہیں جن میں تأنیث کی مذکورہ تین علامات میں سے کوئی علامت بھی نہیں پائی جاتی اور اہل عرب بالا جماع انہیں مؤنث مانتے ہیں۔

اور ہم اوپر مؤنث کی تعریف میں یہ کہہ چکے ہیں کہ مؤنث وہ ہوتا ہے جس میں تأنیث کی کوئی علامت پائی جائے۔ اب ہمارے پاس دو ہی راستے بچتے ہیں۔ (۱) پہلا یہ کہ ہم اہل عرب کے اجماع کے برعکس ان اسماء کو اس دلیل سے مذکر قرار دیدیں کہ چونکہ ان میں تأنیث کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی اور مؤنث تو صرف وہی اسم ہوتا ہے جس میں کوئی علامت تأنیث پائی جائے، لہذا یہ اسماء مذکر ہیں۔ مگر ہم تو کجا کسی عرب نحوی کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ اہلِ عرب کے استعمال کے برخلاف وہ مؤنث کے مذکر ہونے کا فیصلہ صادر کردے۔ اس لئے کہ ضوابط اہلِ زبان کے استعمال کے تابع ہیں۔ اہلِ زبان کا استعمال ضوابط کے تابع نہیں۔ جب ضابطے اور استعمال میں ٹکراؤ آئے گا تو اہلِ زبان کا پلہ بھاری رہے گا اور ضابطے میں گنجائش نکالنے کی تدبیر کرنا پڑے گی۔ اس لئے (۲) دوسرا راستہ یہی بچتا ہے کہ اسے مؤنث ماننا جب مجبوری بن گیا ہے تو اب کسی طرح اس میں تأنیث کی علامت ثابت کی جائے۔ اس کا اور کوئی راستہ نہیں کہ ہم فرض کرلیں کہ ان جیسے اسماء میں ایک تاء محذوف مان لی جائے اور یوں فرض کرلیا جائے کہ گویا اَرضٌ اصل میں اَرْضَةٌ تھا۔ یہ تاء محض فرضی تاء ہے۔ مقدر کا مطلب ہی مفروضہ ہوتا ہے۔

(۲) علاماتِ تانیث میں سے صرف تاء کو مقدر مانا جاتا ہے۔ دوسری دو علامات کو مقدر نہیں مانا جاتا۔

(۳) **مؤنث کی دو ابتدائی تقسیمات:** مصنف نے مبتدی طلبہ کی استعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف دو تقسیمات ذکر کی ہیں۔ مناسب ہوتا کہ پہلی چار اقسام کو ذکر کرکے آخر میں ارض کو محض سماعی قرار دینے کی بجائے حضرت مصنف دیگر نحاۃ کی طرح پہلے مؤنث کو قیاسی اور سماعی پر تقسیم کرتے۔ پھر تین علامات کا تذکرہ کرکے بتلاتے کہ یہ تینوں اقسام قیاسی ہیں اور ارض سماعی ہے۔ مؤنث کی دیگر تقسیمات اور نہایت مفصل اور جامع بحث ہم نے اپنی کتاب: المؤنثُ واَحکامُهٗ فِی اللغةِ العَرَبِیةِ میں کی ہے۔

(۴) مؤنث میں جب علامت ظاہر ہو تو قیاسی اور مقدر ہو تو سماعی کہلاتی ہے اور خواہ مؤنث قیاسی ہو یا سماعی دونوں اقسام حقیقی بھی ہوسکتی ہیں اور لفظی بھی۔ (۱) **مؤنث قیاسی حقیقی** کی مثال۔ جیسے: اِمْرَاَةٌ۔ یہ حقیقی اسلئے ہے کہ اس کے مقابل رَجُلٌ موجود ہے اور قیاسی اسلئے ہے کہ اس میں تائے تأنیث لفظاً موجود ہے۔ (۲) **مؤنثِ قیاسیِّ لفظی** کی مثال۔ جیسے: ظُلْمَةٌ۔ یہ لفظی اس لئے ہے کہ اس کے بالمقابل کوئی حیوانِ مذکر موجود نہیں اور قیاسی اس لئے ہے کہ اس میں تائے تأنیث لفظاً موجود ہے۔ (۳) **مؤنثِ سماعیِّ حقیقی** کی مثال۔ جیسے: اُمٌّ۔ یہ سماعی اس لئے ہے کہ اس میں تأنیث کی کوئی ایک بھی علامت لفظاً موجود نہیں۔ اس لئے مجبوراً ہمیں فرض کرنا پڑے گا کہ اس میں ایک تاء محذوف ہوئی ہے۔ اور جب اس کی تصغیر بنائیں گے تو وہاں اس تاء کو لفظ میں ظاہر کرنا واجب ہوجائے گا اور اُمَیْمٌ کہنا درست نہ ہوگا بلکہ تاء لاکر اُمَیْمَةٌ کہنا ضروری ہوگا۔ اور حقیقی اس لئے ہے کہ اس کے مقابل مذکر حیوان اَبٌ موجود ہے۔ (۴) مؤنثِ سماعیِّ لفظی کی مثال جیسے: عَیْنٌ، اُذُنٌ۔ یہ دونوں

اسماءِ مؤنثِ سماعی اس لئے ہیں کہ ان میں تأنیث کی کوئی علامت لفظاً موجود نہیں ۔اہلِ لغت نے انہیں ہمیشہ مؤنث کے طور پر استعمال کیا ہے اور اسی مجبوری سے ہم بھی انہیں مؤنث تسلیم کررہے ہیں۔ اور اس مجبوری کو سندِ جواز بخشنے کے لئے ہم ان میں ایک تاء کو مقدر تسلیم کرتے ہیں اور یہ دونوں اسماء مونث لفظی اس لئے ہیں کہ ان دونوں کے بالمقابل کوئی مذکر حیوان نہیں پایا جاتا۔ اور چونکہ علامت نہ ہونے کے باوجود یہ دونوں اسماء مؤنث ہیں اور ان میں ہم نے ایک موہوم تاء فرض کررکھی ہے۔ اس لئے تصغیر بناتے وقت ان کے آخر میں تاء اسی طرح لگائیں گے جس طرح مختوم بالتاء کلمات کی تصغیر بناتے وقت لگاتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تصغیر: اُذَيْنَةٌ اور عُيَيْنَةٌ بنے گی۔

(تصغیر کے تفصیلی قوانین وضوابط جاننے کے لئے ہماری تألیف: قَوَاعِدُا لتَّصْغِير کا مطالعہ فرمائیں جس میں ہم نے متقدمین علمائے نحو کی درجنوں کتب سے چھان پھٹک کرکے نہ صرف ایک کم پچاس (۴۹) قوانین جمع کئے ہیں بلکہ شاذ تصغیروں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا ہے جہاں قاعدہ کسی اور صیغے کا تقاضا کرتا ہے اور اہلِ لغت کسی اور صیغے میں تصغیر بناتے ہیں۔ پھر اہلِ زبان کے اختیارات کے آگے قاعدہ ،قانون اور ضابطہ گھٹنے ٹیکے ، نظریں جھکائے سرِ تسلیم خم کئے نظر آتا ہے)۔

(۵)علاماتِ تانیث کا تعلق صرف اسمِ معرب سے ھے: چونکہ مبنی اسماء کا تفصیلی بیان پہلے گذر چکا ہے۔ اس لئے یہاں اسماء کے مذکر ومؤنث ہونے کے حوالے سے جو معیار مقرر کیا گیا ہے اس کا تعلق صرف معرب اسماء سے ہے۔ یعنی معرب اسماء میں سے مذکر وہ ہوگا جس میں لفظاً یاتقدیراً مؤنث کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور مؤنث وہ ہوگا جس میں ایک آدھ علامت لازماً پائی جائے بھلے تقدیراً ہی کیوں نہ پائی جائے۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ کل کلاں کوئی طالبعلم اَلَّتِيْ ، هٰذِهٖ وغیرہ اسمائے موصولہ واشارہ اور هِيَ ، هُنَّ وغیرہ ضمائر میں علاماتِ تأنیث نہ ڈھونڈتا پھرے۔ مبنی اسماء اپنی وضع کے اعتبار سے مذکر یا مؤنث ہوتے ہیں۔ واضع نے جس لفظ کو مذکر کے لئے وضع کیا وہ مذکر ہے اور جس مبنی اسم کو مؤنث کے لئے وضع کیا وہ مؤنث ہے اس میں تأنیث کی علامت نہ صرف یہ کہ ضروری نہیں بلکہ مبنی اسماء میں کہیں بھی تأنیث کی علامت نہیں پائی جاتی۔ فافهم۔

تمرین: درجِ ذیل مثالوں میں مذکر اور مؤنث کو پہچانیں اور بتلائیں کہ کس علامت کے ذریعے آپ نے مؤنث کو پہچانا۔ اور ہر صیغے میں یہ بھی واضح کریں کہ مؤنث حقیقی ہے یا لفظی اور قیاسی ہے یا سماعی؟

قَالَتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰهُمْ۔ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا۔ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۔ بَيْضَآءَ لِلنّٰظِرِيْنَ۔ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۔ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۔ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۔

نحو میر: بدانکه اسم بر سہ صنف ست : واحد ومثنیٰ ومجموع ۔ **واحد** آنست کہ دلالت کند بر یکے چوں: رَجُلٌ **ومثنی** آنست کہ دلالت کند بر دو بسبب آنکہ الف یا یائے ماقبل مفتوح ونونے مکسورہ بآخرش پیوندد۔ چوں : رَجُلَانِ وَرَجُلَيْنِ۔ **ومجموع** آنست کہ دلالت کند بر بیش از دو بسبب آنکہ تغیرے درواحدش کردہ باشد لفظاً چوں : رِجَالٌ یا تقدیراً چوں : فُلْكٌ کہ واحدش نیز فُلْكٌ ست بروزنِ قُفْلٌ وجمعش ہم فُلْكٌ بروزنِ اُسْدٌ۔

ترجمہ: اسم تین قسم کا ہوتا ہے: واحد ، تثنیہ اور جمع ۔ **واحد** وہ اسم ہوتا ہے جو ایک چیز پر دلالت کرے۔ جیسے: رَجُلٌ ۔ **تثنیہ** وہ ہوتا ہے جو دو افراد پر اس وجہ سے دلالت کرے کہ اس کے آخر میں یا تو الف اور نون مکسورہ کا اضافہ کیا گیا ہے یا یائے ماقبل مفتوح اور نونِ مکسورہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جیسے: رَجُلَانِ اور رَجُلَيْنِ ۔ اور **جمع** وہ اسم ہے جو اس وجہ سے دو سے زائد افراد پر دلالت کرے کہ اس کے اصل میں کوئی تبدیلی کر دی گئی ہے خواہ وہ تبدیلی لفظاً ہو۔ جیسے: رِجَالٌ یا تقدیراً کی گئی ہو۔ جیسے: فُلْكٌ کہ اس کا واحد بھی فُلْكٌ بروزنِ قُفْلٌ ہے اور اس کی جمع بھی فُلْكٌ بروزنِ اُسْدٌ ہے۔

تشریح: اسم جن افراد پر دلالت کرتا ہے ان افراد کی تعداد اور مقدار کے اعتبار سے وہ تین قسم کا ہے (۱) **واحد** جو صرف ایک فرد پر دلالت کرتا ہے (۲) **تثنیہ** جو دو افراد پر اس وجہ سے دلالت کرتا ہے کہ اس کے واحد کے آخر میں الف نون یا یاء نون کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ شرط لگانے سے اِثْنَانِ ، اِثْنَتَانِ ، ثِنْتَانِ ، کِلَا اور کِلْتَا خارج ہو گئے کہ پہلے تین کلمات اگرچہ دو افراد پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن اس وجہ سے نہیں کہ ان کو کسی واحد کے آخر میں الف نون یا یاء نون کا اضافہ کر کے بنایا گیا ہے۔ یہ الفاظ وضع ہی الف نون کے ساتھ کئے گئے ہیں۔ انہیں اِثْنٌ ' اِثْنَةٌ اور ثِنْتٌ کے آگے تثنیہ کا الف نون لگا کر مثنی نہیں بنایا گیا۔ جبکہ کِلَا اور کلتا اگرچہ دو افراد پر ہی دلالت کرتے ہیں لیکن چونکہ کسی واحد کے آخر میں الف نون لگانے کی وجہ سے نہیں بلکہ اصل وضع کی وجہ سے دو پر دلالت کرتے ہیں اس لئے یہ دونوں کلمات بھی تثنیہ کی تعریف سے خارج ہو گئے ۔ (اسی لئے انہیں تثنیہ نہیں بلکہ تثنیہ کے ملحقات میں شمار کیا جاتا ہے) ۔ اور (۳) **جمع** : وہ ہے جو واحد کے صیغے میں کسی قسم کے لفظی تغیر یا تقدیری تغیر سے بنایا گیا ہو۔ جیسے رجالٌ ، کُتُبٌ ، مُسْلِمُوْنَ وغیرہ۔ اور فُلْكٌ کی مثال متن میں گذر چکی ہے۔

نحو میر: بدانکہ جمع باعتبار لفظ بر دو قسم ست ۔ جمعِ تکسیر وجمعِ تصحیح ۔ **جمع تکسیر** آنست کہ بنائے واحد درو سلامت نباشد ۔ چوں : رِجَالٌ ومَسَاجِدُ ۔ وابنیۂ جمع تکسیر در ثلاثی بسماع تعلق دارد وقیاس رادرو مجالے نیست ۔ امادر رباعی وخماسی بروزن فَعَالِلُ آید ۔ چوں : جَعْفَرٌ وجَعَافِرُ ۔ وجَحْمَرِشٌ وجَحَامِرُ ۔ بحذفِ

حرفِ خامس۔

ترجمہ: جمع اپنے لفظ کے اعتبار سے دو قسم کی ہے: جمعِ مکسّر اور جمعِ صحیح ۔ **جمعِ مکسر** وہ ہوتی ہے جس میں واحد کا صیغہ سلامت نہ رہے۔ جیسے: رِجَالٌ اور مَسَاجِدُ ۔ اور جمعِ مکسّر کے ثلاثی کے صیغوں کا تعلق سماع سے ہے، قیاس کا یہاں کوئی دخل نہیں ۔ لیکن رباعی اور خماسی کی جمع ہمیشہ فَعَالِلُ کے صیغے پر آتی ہے جیسے: جَعْفَرٌ سے جَعَافِرُ اور جَحْمَرِشٌ سے جَحَامِرُ پانچویں حرف کو حذف کر کے۔

تشریح: (۱) **ثلاثی کی جمعِ مکسّربھی قیاسی ہے:** مصنف کا یہ قول کہ ثلاثی میں جمعِ مکسّر کا تعلق صرف اور صرف سماع سے ہے اور یہ کہ اس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ، محلِ نظر ہے۔ اس لئے کہ فنِ نحو کے ذخیرے کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ثلاثی میں بھی ہر وزنِ جمعِ مکسر کا تعلق بنیادی طور پر قیاس ہی سے ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ثلاثی میں قیاسی وزن سے ہٹ کر اہلِ زبان نے بہت کثرت سے دوسرے صیغوں کا استعمال کیا ہے۔ اور یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ جہاں قیاس اور سماع کا تصادم آجائے وہاں صرف سماع کی چلتی ہے۔ قیاس کو گھاس نہیں ڈالی جاتی۔

اس لئے یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ثلاثی الفاظ میں جمعِ مکسر کا قیاسی صیغہ استعمال کرنے سے پہلے لغت کی کتب میں دیکھ لیا جائے کہ اہلِ لغت نے کہیں قیاسی صیغے سے ہٹ کر کوئی دوسرا صیغہ نہ استعمال کیا ہو۔ لیکن یہ کہنا حقیقت سے سراسر ہٹ کر ہے کہ اس کا تعلق صرف سماع سے ہے اور قیاس کا اس میں سرے سے کوئی دخل ہی نہیں۔

(۲) چونکہ برصغیر میں رائج نصابی کتب میں یہ فلسفہ مشہور ہو گیا ہے کہ ثلاثی کی جمع کا قیاس سے کوئی تعلق نہیں اس لئے اس موضوع پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہی نہ محسوس کی گئی۔ انشاء اللہ عنقریب ہم اپنی صرف کی ایک اہم تالیف میں اسے پوری تفصیل سے زیرِ بحث لائیں گے۔ وباللہ التوفیق۔

نحو میر: وجمعِ تصحیح آنست کہ بنائے واحد درو سلامت ماند۔ وآں بر دو قسم ست۔ جمعِ مذکر و جمعِ مؤنث۔ **جمعِ مذکر** آنست کہ واوے ماقبلِ مضموم یا یائے ماقبلِ مکسور ونونے مفتوح در آخرش پیوندد ۔ چوں : مُسْلِمُوْنَ ومُسْلِمِيْنَ۔

وجمعِ مؤنث آنست کہ الفے با تائے بآخرش پیوندد۔ چوں: مُسْلِمات۔

ترجمہ: اور **جمعِ صحیح** وہ ہے جس میں واحد کا صیغہ سلامت رہے۔ اور یہ جمع دو قسم کی ہے: جمعِ مذکر و جمعِ مؤنث۔ **جمعِ مذکر** وہ ہوتی ہے جس کے (واحد کے) آخر میں واوٗ ماقبل مضموم یا یاء ماقبل مکسور اور نونِ مفتوح آتا ہے۔ جیسے: مُسْلِمُوْنَ اور مُسْلِمِيْنَ۔ اور **جمعِ مؤنث** وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء آتی ہے جیسے: مُسْلِمَاتٌ۔

تشریح: (۱) جمعِ مکسر کے بعد جمعِ صحیح کی تعریف بیان کر رہے ہیں اسے عام طور پر جمع سالم کہتے ہیں۔
(۲) **جمعِ مذکرِ سالم کی شرائط:** جمعِ مذکرِ سالم یا اسم سے آتی ہے یا صِفت سے۔
جمعِ اسم کی چھ شرائط: اسم سے جمعِ مذکرِ سالم آنے کی چھ شرائط ہیں: ۔(۱) یہ کہ وہ اسم عَلَم ہو (۲) مذکر کے لئے وضع کیا گیا ہو (۳) عاقل کا اسم ہو (۴) تائے تأنیث سے خالی ہو (۵) ترکیب سے خالی ہو (٦) اسے دو حروف کے ذریعے اعراب نہ دیا جاتا ہو۔ جیسے: زَیْدَانِ زَیْدُوْنَ وغیرہ۔ **احترازی مثالیں:** (۱) انسانٌ چونکہ عَلَم نہیں اسلئے اس سے جمعِ مذکرِ سالم نہیں آ سکتی (۲) زینب چونکہ مذکر نہیں بلکہ مؤنث کا عَلَم ہے (۳) لَاحِقٌ مذکر اور علم تو ہے مگر گھوڑے (غیر عاقل کا نام ہے) (۴) حمزۃ مذکر عاقل کا عَلَم تو مگر اس کے آخر میں تائے تأنیث ملحق ہے (۵) مَعْدِیْکَرَبُ مرکبِ منعِ صرف ہے، سِیْبَوَیْہِ مرکبِ مزجی ہے، عَبْدُالرَّحْمٰنِ مرکبِ اضافی ہے اور جَادَالْحَقُّ مرکبِ اسنادی ہے اس لئے ان میں سے کسی ایک کی جمعِ مذکرِ سالم نہیں آ سکتی ۔(٦) مثنیٰ اور جمع مذکر سالم کے صیغوں کو دو حروف سے اعراب دیا جاتا ہے (الف اور یاء سے یا واؤ اور یاء سے) اس لئے ان سے بھی جمع مذکر سالم نہیں آ سکتی ۔ جیسے: حَسَنَیْنِ یا محمدون کسی شخص کا نام ہو۔
مرکب، مثنیٰ اور جمعِ سالم کی جمع: اگر کوئی اسمِ عَلَم، مرکبِ اسنادی ، مزجی ، منعِ صرف ، منقول عن المثنٰی یا منقول عنِ الجمع المذکرِ السالم ہو تو اس کا تثنیہ اور جمع بنانے کے لئے لفظِ ذُوْ کی طرف رجوع کیا جائے گا اور تثنیہ بنانے کے لئے ذُوْ کا تثنیہ (ذَوَا) اور جمع بنانے کے لئے ذُوْ کی جمع (ذَوُوْ) کو اسمِ علم کی طرف مضاف کر کے لایا جائے گا۔ جیسے: جَآءَنِیْ ذَوَامَعْدِیْ کَرَبَ ،وَذَوَاسِیْبَوَیْہِ ،وَذَوَا تَأَبَّطَ شَرًّا ، وَذَوَاحَسَنَیْنِ وَذَوَاخَالِدِیْنَ (تثنیہ میں) اور: جَآءَنِیْ ذَوُوْمَعْدِیْ کَرَبَ وذَوُوْسِیْبَوَیْہِ وَذَوُوْجَادَالْحَقُّ وَذَوُوْا حَسَنَیْنِ وَذَوُوْخَالِدِیْنَ (جمعِ مذکر میں)۔
جمعِ صفت کی چھ شرائط: صفت سے جمعِ مذکرِ سالم آنے کی شرائط بھی چھ ہی ہیں: (۱) مذکر کی صفت ہو (۲) عاقل ہو (۳) تائے تأنیث سے خالی ہو (۴) اَفعلِ فعلاء نہ ہو (۵) فَعْلَان کا وہ صیغہ نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتی ہے (٦) مذکر و مؤنث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہونے والی صفت نہ ہو۔ جیسے: ضَارِبٌ سے ضَارِبُوْن وغیرہ۔ **احترازی مثالیں:** ۔چنانچہ (۱) طَالِقٌ ، ناھِدٌ کو مؤنث کی صفت ہونیکی وجہ سے (۲) سابِقٌ کو (گھوڑے) غیر عاقل کی صفت ہونے کی وجہ سے (۳) عَلَّامَۃٌ ، خَلِیْفَۃٌ کو تائے تانیث کی وجہ سے (۴) اَسْوَدُ ، اَحْمَرُ کو اس وجہ سے کہ یہ وہ افعلِ صفتی ہیں جن کی مؤنث فَعْلَاءُ کے وزن پر سَوْدَآءُ ، حَمْرَاءُ آتی ہے (۵) عَطْشَانُ ، غَضْبَانُ کو اس وجہ سے یہ فَعْلَانُ کا وہ صیغہ ہیں جن کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر: عَطْشٰی ، غَضْبٰی آتی ہے اور (٦) عَانِسٌ کو اس وجہ سے غیر شادی شدہ مرد یا عورت دونوں پر یکساں بولا جاتا ہے، ان تمام اسماء میں سے کسی

ایک کو بھی جمعِ مذکرِ سالم کے طور پر جمع نہیں بنایا جا سکتا۔

جمعِ مؤنثِ سالم کی شرائط: جمع مؤنثِ سالم نو (۹) قسم کے اسماء سے آتی ہے:۔(۱) مؤنث اسمِ عَلَم سے۔ جیسے: مَرْیَم، سُعَاد، زَیْنَب سے: مَرْیَمَاتٌ، سُعَادَاتٌ، زَیْنَبَاتٌ (۲) ہر ایسے اسم سے جس کے آخر میں تائے تانیث ملحق ہو۔ جیسے: شَجَرَةٌ، بَقَرَةٌ، حَمْزَةُ، طَلْحَةُ سے: شَجَرَاتٌ، بَقَرَاتٌ، حَمَزَاتٌ، طَلَحَاتٌ (۳) مؤنث کی صفت سے بشرطیکہ (۱) یا تو وہ مختوم بالتاء ہو۔ جیسے: مُسْلِمَةٌ، کَافِرَةٌ سے: مُسْلِمَاتٌ، کَافِرَاتٌ (۲) یا وہ تفضیل پر دلالت کرتی ہو۔ جیسے: ضُرْبٰی سے ضُرْبَیَاتٌ۔

ملاحظه: چونکہ مؤنث کی صفت کے لئے ہم نے دو شرائط لگائی ہیں کہ یا تو وہ صفت مختوم بالتاء ہو یا تفضیل پر دلالت کرتی ہو۔ اس لئے مؤنث کی ایسی صفت سے جو ان دونوں شرائط پر پوری نہ اترے جمعِ مؤنثِ سالم نہیں آئے گی جیسے: حَائِضٌ، حَامِلٌ، طَالِقٌ، نَاهِدٌ، طَامِثٌ وغیرہ۔(۴) مذکرِ غیرِ عاقل کی صفت سے۔ جیسے: جِبَالٌ شَامِخَاتٌ میں جمع مؤنث سالم اس لئے آئی کہ یہ غیر عاقل کی صفت ہے۔ وگرنہ مفرد میں یہ مذکر (شَامِخٌ) آرہی ہے۔(۵) ان مصادر سے جو تین سے زائد حروف پر مشتمل ہیں۔ بشرطیکہ وہ مصدر بطور مفعولِ مطلق نہ آرہا ہو۔ جیسے: اِکْرَامَاتٌ، تَطْبِیْقَاتٌ، اِنْطِلَاقَاتٌ وغیرہ (۶) مذکرِ غیرِ عاقل کی تصغیر سے۔ جیسے: دِرْهَم غیرِ عاقل اسم ہے، اس کی تصغیر دُرَیْهِم سے اگر جمع بنائیں تو وہ جمعِ مؤنثِ سالم آئے گی۔ جیسے: دُرَیْهِمَاتٌ۔(۷) اسمِ مؤنثِ مختوم بالالفِ الممدودة سے۔ بشرطیکہ وہ فَعْلَاءِ صِفتی نہ ہو۔ جیسے: صَحْرَآءُ سے صَحْرَاوَاتٌ اور عَذْرَآءُ سے عَذْرَاوَاتٌ

ضابطه: (۱) جمعِ مؤنثِ سالم بناتے وقت الفِ ممدودہ کے بعد آنے والا همزہ وجوباً واؤ سے تبدیل ہوجاتا ہے۔(۲) فَعْلَاءِ صِفتی سے جمعِ سالم اسی طرح ممنوع ہے جس طرح اس کے مذکر افعلِ صفتی سے جمعِ سالم لانا ممنوع ہے۔ **ضابطه:** یہ ہے کہ ان دونوں کی صرف جمعِ مکسر لائی جاتی ہے اور وہ بھی صرف فُعْلٌ کے وزن پر۔ جیسے: اَحْمَرُ سے بھی حُمْرٌ اور حَمْرَآءُ سے بھی حُمْرٌ۔(۸) اسمِ مؤنثِ مختوم بالالفِ المقصورة سے۔ بشرطیکہ وہ فَعْلَانُ صفتی کا فَعْلٰی کے وزن پر آنے والا اسمِ مؤنث نہ ہو۔ جیسے: حُبْلٰی، ضُرْبٰی، ذِکْرٰی سے: حُبْلَیَاتٌ، ضُرْبَیَاتٌ، ذِکْرَیَاتٌ۔ **ملاحظه:** فَعْلان کی مؤنث جب فَعْلٰی کے وزن پر آئے تو اس سے جمعِ مؤنثِ سالم نہیں آتی بلکہ صرف جمعِ مکسر آتی ہے۔ جیسے: عَطْشٰی سے عِطَاشٌ وغیرہ۔

ضابطه: الفِ مقصورہ والی مؤنث کی جمعِ مؤنثِ سالم جب بناتے ہیں تو اس کے الفِ مقصورہ کو یاء سے بدلنا واجب ہوجاتا ہے۔(۹) غیر عاقل کا وہ اسمِ علم جو اِبْنٌ یا ذُوْ سے شروع ہوتا ہو، اس کی جمع بھی الف تاء سے آتی ہے جیسے: اِبْنُ آوٰی (گیدڑ) کی جمع بَنَاتُ آوٰی اور ذُوْالْقَعْدَةِ، ذُوْالْحِجَّةِ (اسلامی مہینوں کے نام) کی جمع: ذَوَاتُ الْقَعْدَةِ، ذَوَاتُ الْحِجَّةِ۔

ملحق بجمع المؤنث السالم: ان نو مقامات کے علاوہ جو جمع الف تاء سے آئے گی اسے جمعِ مؤنثِ سالم نہیں بلکہ ملحق بجمعِ المؤنثِ السالم کہا جائے گا۔

نحو میر: وبدانکه جمع باعتبار معنی بر دو نوع ست: جمعِ قِلّت وجمعِ کثرت۔ جمعِ قِلّت آنست کہ بر کم از دہ اطلاق کنند وآنرا چہار بناء ست۔ **اَفْعُلٌ** چوں: اَکْلُبٌ **واَفْعَالٌ** چوں: اَقْوَالٌ **واَفْعِلَةٌ** چوں: اَعْوِنَةٌ **وفِعْلَةٌ** چوں: غِلْمَةٌ۔ ودو **جمع تصحیح** بے الف ولام یعنی: مُسْلِمُوْنَ ومُسْلِمَاتٌ۔ **وجمع کثرت** آنست کہ بر دہ وبیشتر از دہ اطلاق کنند۔ وابنیۂ آں ہر چہ غیر ازیں شش بناء ست۔

ترجمہ: معنی کے اعتبار سے جمع دو قسم کی ہے: جمعِ قلت اور جمعِ کثرت۔ **جمع قلت** وہ ہے جو دس سے کم افراد پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے چار صیغے ہیں: (۱) **اَفْعُلٌ** جیسے: اَکْلُبٌ۔ (۲) **اَفْعَالٌ** جیسے: اَقْوَالٌ (۳) **اَفْعِلَةٌ** جیسے: اَعْوِنَةٌ اور (۴) **فِعْلَةٌ** جیسے: غِلْمَةٌ اور **جمعِ سالم** کے دو صیغے جب ان پر الف لام نہ آ رہا ہو یعنی مسلمون اور مُسْلِمَاتٌ (الف لام کے بغیر)۔

اور جمعِ کثرت وہ ہے جو دس اور اس سے زیادہ افراد پر دلالت کرے۔ جمعِ قلت کے مذکورہ چھ صیغوں کے ماسوا جمع کے تمام صیغے جمع کثرت کے ہیں۔

تشریح: (۱) اہلِ لغت نے اکثر ثلاثی اسماء کے لئے جمعِ قلت کے الگ اور جمعِ کثرت کے الگ اوزان مقرر کئے ہیں۔ نیز جہاں وزن قیاسی طور پر مقرر نہیں وہاں اہلِ لغت سے اکثر مفردات کی دونوں طرح کی جمع سماعاً منقول ہے۔

(۲) **جمعِ قِلّت وکثرت کا استعمال:** جن کلمات سے جمعِ قلت اور جمعِ کثرت دونوں کے اوزان قیاساً منقول ہیں یا سماعاً وارد ہیں۔ ان میں بہتر یہی ہے کہ معنی کی رعایت رکھتے ہوئے جمع قلت یا کثرت کا استعمال کیا جائے۔ اور جن ثلاثی اسماء کا قیاساً یا سماعاً ایک ہی وزن منقول ہے وہاں قلت اور کثرت دونوں کے لئے وہی ایک صیغہ کام دے گا۔ اگر جمع قلت کی جگہ کثرت کا یا اس کے برعکس صیغہ استعمال کر لیا جائے تو ممنوع تو نہیں ہے البتہ فصیح کلام میں اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن شاعر کیلئے اس کی پوری پوری اجازت ہے۔ کیونکہ کئی جگہ اس کے لئے مصراع کا وزن برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ (جمعِ مکسر کے تمام اوزان ہم نے تفصیل سے بدایۃ الصرف میں جمع کئے ہیں۔ وہاں دیکھ لئے جائیں)۔

تمرین: واحد وتثنیہ وجمع کے صیغوں کی پہچان کریں۔ ملحقاتِ تثنیہ وملحقاتِ جمعِ سالم کی شناخت کریں۔ جمع قلت اور کثرت کا فرق واضح کریں۔ اور ہر جمع کا وزن نکالیں۔

سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ وَّاَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ وَنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ۔ مُتَّکِئِیْنَ فِیْهَا عَلٰی

الْاَرَآئِكِ ۔ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۔ كَمَايَئِسَ الْكُفَّارُمِنَ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۔ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ(کالجوابی)وَقُدُوْرٍرَّاسِيَاتٍ ۔ مَاكَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوامَسَاجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۔ جَعَلْنَافِىْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالًافَهِىَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ ۔ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآاَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۔اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِىْ نَعِيْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِىْ جَحِيْمٍ ۔ قُلْ ءٰٓ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُ نْثَيَيْنِ اَمَّااشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ اِذْتَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ شُرَّعًا۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًاوَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًاوَّكَاْ سًادِهَاقًا۔

نحومیر: **بدانکہ** اعرابِ اسم سہ ست : رفع ونصب وجر ، اسمِ متمکن باعتبارِ وجوہِ اعراب برشانزدہ قسم ست **اول:** مفردِ منصرفِ صحیح چوں: زَيْدٌ **دُوُم :** مفردِ منصرفِ جاریِ مجرائے صحیح چوں: دَلْوٌ **سِوُم :** جمعِ مکسَّرِ منصرف چوں: رِجَالٌ۔ رفعِ شان بضمہ باشد ونصب بفتحہ وجر بکسرہ ۔چوں: جَآءَنِیْ زَيْدٌ وَدَلْوٌورِجَالٌ ورَاَيْتُ زيدًاودَلْوًاورجالًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَدَلْوٍورِجَالٍ۔

ترجمہ: اسم کا اعراب تین طرح کا ہوتا ہے: رفع ، نصب اور جر۔ اسمِ متمکن کی اعراب قبول کرنے کے اعتبار سے سولہ اقسام ہیں۔ **اول :** مفردِ منصرفِ صحیح جیسے: زید۔ **دوم** مفردِ منصرفِ جاریِ مجرائے صحیح جیسے: دَلْوٌ۔**سوم :** جمعِ مکسَّرِ منصرف جیسے: رِجَالٌ۔ان تینوں قسم کے متمکن اسماء کو رفع ضمہ کے ساتھ ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ دی جاتی ہے۔ جیسے: جَآءَنِیْ زَيْدٌ وَدَلْوٌورَجَالٌ۔وَرَاَيْتُ زَيْدًاوَّدَلْوًاوَّ رِجَالًا۔ وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَّوَدَلْوٍورَجَالٍ ۔

تشریح: (۱) پیچھے آپ نے اسمِ غیرِ متمکن کی تمام اقسام پڑھیں ۔ یہاں سے اسم متمکن کی بحث شروع ہورہی ہے۔ اسم میں صرف اسمِ متمکن معرب ہوتا ہے جس کا آخر عامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے۔

چونکہ اسمِ متمکن ہرطرح کا اعراب قبول کرتا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا ہر اسمِ متمکن کو ہمیشہ ایک جیسا اعراب ملتا ہے یا اعراب کی علامات مختلف قسم کے اسمائے متمکنہ میں تبدیل ہوتی رہتی ہیں؟

مصنف نے بحث کے آغاز ہی میں یہ صراحت فرمادی ہے کہ قبولیت اعراب کے حوالے سے اسمِ متمکن کی سولہ اقسام ہیں۔ آگے تفصیل سے ان کا بیان شروع کردیا ہے جس میں وہ بتلائیں گے کہ ان سولہ اقسام کے متمکن اسماء کو نوقسم کا اعراب ملتا ہے۔(۱) کسی کو حرکت سے کسی کو حرف سے (۲) کسی کو تمام حرکات سے، کسی کو بعض حرکات سے (۳) کسی کو لفظاً اور کسی کو تقدیراً۔

(۲)**اصلِ اعراب :** اسم کا اصل اعراب حرکت کا ہے۔مجبوری کے درجے میں صرف تثنیہ اور جمع مذکر سالم کو مستقل طور پر حروف کا اعراب دیا گیا ہے۔(اسمائے ستہ کو تین حالتوں میں حرکت سے اور صرف ایک حالت میں حرف سے اعراب دیا جاتا ہے)۔

(۳)**پہلی قسم :** مفردِ منصرفِ صحیح سے مراد یہ ہے کہ اسمِ متمکن مفرد ہو یعنی تثنیہ اور جمع نہ ہو، منصرف ہو یعنی غیرِ منصرف نہ ہو (جس پر تنوین اور کسرہ نہیں آتا) اور صحیح ہو یعنی معتل الآخر نہ ہو۔صرفیوں کے ہاں صحیح وہ ہوتا ہے جس کے حروفِ اصلیہ میں کہیں بھی حرفِ علت یا ہمزہ نہ ہو اور اس میں ایک جنس کے دو حروف اکٹھے نہ ہوں۔لیکن نحوی حضرات صحیح سے مراد وہ کلمہ لیتے ہیں جس کا لامِ کلمہ حرفِ علت نہ ہو۔

(۴)**دوسری قسم :** مفردِ منصرفِ جاریِ مجرائے صحیح سے مراد یہ ہے کہ وہ اسمِ مفرد بھی ہو ، منصرف بھی ہو (جس کی اوپر ہم نے وضاحت کردی ہے) مگر صحیح تو نہ ہو لیکن صحیح جیسا ہو۔یہ ایسے اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں اگر چہ حرف علت آرہا ہو (اور اس وجہ سے وہ نحویوں کے نزدیک بھی صحیح نہیں رہا) مگر وہ حرفِ علت متحرك ہو اور اس کا ماقبل ساکن ہو۔

ماقبل کے ساکن ہونے کی وجہ سے چونکہ حرف علت پر حرکت پڑھنا حرفِ صحیح کی طرف آسان ہو جاتا ہے اس لئے ایسے کلمہ کو شبیہ بالصحیح یا الجاری مجری الصحیح کہتے ہیں۔یعنی صحیح اگر چہ نہیں مگر اس کے قائمقام ضرور ہے۔ جاری مجرائے صحیح دو طرح کے اسماء ہوتے ہیں۔(۱) ایک وہ جن کے آخر میں حرفِ علت متحرك مخفَّف ہو اور ان سے پہلے ایک حرفِ صحیح ساکن ہو۔جیسے: نَحْوٌ ، نَهْيٌ ، وَحْيٌ ، عَفْوٌ وغیرہ۔(۲) دوسرے وہ جن کے آخر میں حرفِ علت مشدّد ہو۔کیونکہ مشدد حرف دو حروف کے قائمقام ہوتا ہے جن میں سے پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہوتا ہے جیسے: عَدُوٌّ ، عَفُوٌّ ، نَبِيٌّ ، ذَكِيٌّ وغیرہ۔

(۵)**تیسری قسم :** جمعِ مکسرِ منصرف کا مطلب یہ ہے کہ اسمِ متمکن جمع ہو یعنی واحد و تثنیہ نہ ہو، مکسّر ہو یعنی جمعِ سالم کی کسی ایک قسم سے تعلق نہ رکھتا ہو اور منصرف ہو یعنی جمعِ مکسر کے غیرِ منصرف صیغوں میں سے نہ ہو۔جمعِ مکسر میں سے جمعِ منتهی الجموع کے صیغے جیسے: مَسَاجِدُ ، مَصَابِيْحِ اور وہ صیغے جن کے آخر میں الفِ ممدودہ آتا ہے۔جیسے: شُعَرَآءُ ، اَنْبِيَاءُ وغیرہ اور وہ صیغے جن کے آخر میں الفِ مقصورہ آتا ہے۔جیسے: جَرْحٰى قَتْلٰى ، سُكَارٰى ، صَحَارٰى فَتَاوٰى وغیرہ یہ تین قسم کے صیغے غیرِ منصرف ہیں، باقی تمام صیغے منصرف ہیں۔

ان تینوں قسم کے متمکن اسماء کا اعراب ایک جیسا ہے کہ رفع ضمہ سے،نصب فتحہ سے اور جر کسرہ سے دی جاتی ہے۔ (۱) چونکہ ان اسماء کو حرکت سے اعراب دیا جاتا ہے ، اس لئے اس اعراب کو اعراب بالحرکت کہا جاتا ہے (۲) اور چونکہ ان کو ملنے والا اعراب ان تینوں اقسام پر لفظاً پڑھا اور لکھا جاتا ہے اس لئے اس کو اعرابِ لفظی کہا جاتا ہے۔(۳)

اور چونکہ تینوں قسم کے اعراب الگ الگ علامتوں سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ کوئی اعراب کسی دوسری قسم کے اعراب کی علامت کے ساتھ نہیں دیا جاتا اس لئے اس اعراب کو اعرابِ حقیقی کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان تینوں اقسام کے اعراب کو ہم اعراب بالحرکت حقیقی لفظی کہیں گے۔

تمرین: درج ذیل اسماء کی شناخت کریں کہ اسمِ متمکن کی سولہ اقسام میں سے کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان پر آنے والے اعراب کی وضاحت کریں۔

أَنْزَلَ اللّٰهُ الْكِتَابَ۔ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔ سُرُرٌمَّرْفُوْعَةٌ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ ۔ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ۔ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا وَّطَعَامًا۔ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِفِيْٓ اَيْمَانِكُمْ۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّمُّبِيْنٌ۔ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اَنْهٰرٌمِّنْ مَّآءٍ غَيْرِاٰسِنٍ۔ وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلَاثَةً۔ عُرُبًا اَتْرَابًا لِاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا۔ جَزَآءً مِنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا۔ هَدْيًا ' بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ وَهُوَالْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ۔ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَاءِ اللّٰهِ النَّارُ۔ قَدْيَئِسُوْامِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَايَئِسَ الْكُفَّارُمِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ۔

نحومیر: چهارم: جمعِ مؤنث سالم ۔ رفعش بضمہ باشد ونصب وجر بکسرہ ۔ چوں: هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَاَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ ۔ **پنجم:** غیرِ منصرف وآں اسمیت کہ دوسبب از اسبابِ منعِ صرف در وباشد واسبابِ منعِ صرف نہ ست عدل ووصف وتانیث ومعرفہ وعجمہ وجمع وترکیب ووزنِ فعل والف ونون زائدتان ۔ چوں: عُمَرُ ، وَاَحْمَرُ وَطَلْحَةُ وَاِبْرَاهِيْمُ وَمَسَاجِدُ وَمَعْدِيْكَرِبُ وَاَحْمَدُ وَعِمْرَانُ ۔ رفعش بضمہ باشد ونصب وجر بفتحہ چوں: جَآءَ عُمَرُ وَرَاَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

ترجمہ: چهارم جمعِ مؤنثِ سالم ہے۔ اسے رفع ضمہ سے اور نصب وجر (دونوں اعراب) کسرہ سے دیئے جاتے ہیں۔ جیسے: هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَاَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ ۔ **پنجم:** غیرِ منصرف۔ یہ وہ اسم ہے جس میں منعِ صرف کے اسباب میں سے دو اسباب موجود ہوں ۔ منعِ صرف کے نو اسباب ہیں : (۱) عدل (۲) وصف (۳) تأنیث (۴) معرفہ (۵) عُجمہ (۶) جمع (۷) ترکیب (۸) وزنِ فعل (۹) الف ونون زائدتان ۔ جیسے: عُمَرُ وَاَحْمَرُ وَطَلْحَةُ وَزَيْنَبُ وَاِبْرَاهِيْمُ وَمَسَاجِدُ وَمَعْدِيْكَرِبُ وَاَحْمَدُ وَعِمْرَانُ ۔ ان کا رفع ضمہ سے اور نصب وجر فتحہ سے آتا ہے۔ جیسے: جَآءَ عُمَرُ وَرَاَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ۔

تشریح :(۱) معمولی اعرابی فرق: چوتھی اور پانچویں قسم کا اعراب بھی پہلی تین اقسام جیسا ہی ہے ، صرف ایک ایک اعراب کے فرق کی وجہ سے یہ ان سے الگ ہوگئی ہیں۔ چنانچہ جمعِ مؤنثِ سالم رفع اور جر میں ان کے

ساتھ شریک ہیں مگر نصب میں فرق آ گیا کہ اسے نصب فتحہ کی بجائے کسرہ سے دیا جاتا ہے۔ اور اسمِ غیرِ منصرف رفع اور نصب میں پہلی تین اقسام کے ساتھ شریک ہے مگر جر میں اس کا راستہ بدل گیا کہ اسے جر کسرہ کی بجائے فتحہ سے ملتی ہے۔

چونکہ ان دونوں کا اعراب تمام حالتوں میں الگ الگ علامتوں سے ظاہر نہیں ہوتا بلکہ جمع مؤنث سالم کا نصب کا اعراب اس کے جر کے اعراب (کسرہ) کے تابع ہوگیا ہے اور غیر منصرف کا جر کا اعراب اس کے نصب کے اعراب (فتحہ) کے تابع ہوگیا ہے اس لئے ان دونوں اقسام کا اعراب حقیقی نہ رہا۔ اس لئے ہم کہیں گے کہ جمعِ مؤنثِ سالم اور اسمِ غیرِ منصرف کا اعراب بالحرکت حکمی لفظی ہے۔

(۲) جمعِ مؤنثِ سالم کا دوسرا نام: الف اور تاء سے بننے والی جمع کو تغلیباً جمعِ مؤنثِ سالم کہا جاتا ہے کہ اس کا زیادہ استعمال مؤنث کی جمع کے لئے آتا ہے۔ آپ بدایۃ النحو میں جب اس کی شرائط اور مثالیں دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اسم کی کئی ایسی اقسام کی جمع بھی الف تاء سے آتی ہے جو مؤنث نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن ھشام اور دیگر کئی علمائے نحو نے اسے جمعِ مونثِ سالم کی بجائے الجمع بِالْأَلِفِ وَالتَّاءِ الزَّائِدَتَيْنِ کا نام دیا ہے۔

(۳) غیرِ منصرف کے اسباب: اسمِ غیرِ منصرف وہ اسم ہے جس میں منعِ صرف کے یا تو دو اسباب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو کے قائمقام ہو۔ اور درجِ ذیل نو اسباب میں سے جمعِ منتھی الجموع اور الفِ تأنیث (خواہ مقصورہ ہو یا ممدودہ) ایسے اسباب ہیں جنہیں دو سبب کے قائمقام سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر صیغہ جمع منتھی الجموع کا ہو جیسے مَسَاجِدُ یا الفِ ممدودہ یا مقصورہ تأنیث کے لئے آ رہا ہو جیسے: حَمْرَآءُ وسَكْرٰى تو وہاں کسی دوسرے سبب کے بغیر بھی اسم غیر منصرف ہوجائے گا۔

(۴) اسبابِ منعِ صرف میں عدل: (ا) سب سے پہلا سبب **عدل** ہے۔ عدل کے معنی پھیرنے کے ہیں۔ نحوی زبان میں عدل سے مراد یہ ہے کہ ایک لفظ کو اس کی حقیقی شکل سے پھیر کر اس سے دوسری شکل بنا دی گئی ہو۔ خواہ تحقیقاً ایسا نظر آئے۔ جیسے ایک کو وَاحِدٌ کہتے ہیں۔ لیکن جب کہنا ہو کہ ایک ایک کر کے آ ؤ تو وَاحِدٌ اوَاحِدًا کہنے کی بجائے اہل عرب نے وَاحِد سے دو طرح کے صیغے نکال لئے (۱) أُحَاد بروزنِ فُعَال اور (۲) دوسرا مَوْحَد بروزنِ مَفْعَل۔ ایک سے دس تک ان تمام اسمائے عدد سے یہ صیغے ضرورت کے وقت استعمال کئے جاتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے: أُولِيٓ أَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ اس ایک آیت میں تین اعداد سے یہ معدول اسماء لائے گئے ہیں اور لطف کی بات یہ کہ پہلا مَفْعَل اور دوسرے دونوں فُعَال کے وزن پر لا کر دونوں اوزان کو قرآن کریم نے سندِ صحت بخش دی ہے بعض دفعہ یہ عدل تحقیقی نہیں بلکہ تقدیری ہوتا ہے۔ یہ زیادہ تر فُعَل کے وزن پر آنے والے اسمائے اعلام میں ہوتا ہے۔ جیسے عُمَرُ، زُفَرُ، زُحَلُ وغیرہ۔ ان اعلام کو جب علمائے نحو نے دیکھا کہ عَلَم کے علاوہ ان میں منعِ صرف کا کوئی

سبب نہیں پایا جاتا تو یہ فرض کرلیا گیا کہ گویا یہ تمام اعلام ، فاعِلٌ کے وزن سے اس وزن (فُعَل) پر ڈھالے گئے ہیں۔ چونکہ یہاں محض یہ فرض کیا گیا کہ عُمَرُ کو عامِرٌ سے ، زُفَرُ کو زَافِرٌ سے اور زُحَلُ کو زَاحِلٌ سے بنایا گیا ہے ، اس لئے اس فرضیت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان اسماء کا عدل تحقیقی نہیں بلکہ تقدیری ہے (یعنی فرضی ہے)۔

ملاحظہ: فُعَل کے وزن پر عدلِ تقدیری کا استعمال زیادہ تر اعلام میں ہوتا ہے اور ان کی تعداد بھی بیس سے کم ہے۔ طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم ان سب کا یہاں تذکرہ کردیتے۔ البتہ اسمائے صفت میں سے صرف پانچ اسماء ہیں جن میں عدلِ تقدیری مانا گیا اور وہ بھی فُعَل ہی کے وزن پر آتی ہے: جُمَعُ ، کُتَعُ ، بُتَعُ ، بُصَعُ ، اُخَرُ۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ (رفع ضمہ کے ساتھ تنوین کے بغیر) اور دوسری جگہ ارشاد ہے: مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (جو فتحہ کے ساتھ تنوین کے بغیر) دونوں جگہ اسے غیر منصرف کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور عربی زبان میں اس کا بطورِ غیرِ منصرف استعمال شائع وذائع ہے۔

یہ تو واضح ہے کہ اُخَرُ اُخْرٰی کی جمع ہے جو اسمِ تفضیل ہے اور آخَرُ کی مؤنث ہے۔ اور عربی زبان کے ہر ثلاثی مصدر کی اسمِ تفضیل اَفْعَل اور اس کی مؤنث فُعْلٰی کے وزن پر ہی آتی ہے۔ اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ ہر فُعْلٰی تفضیلی کی جمع تکسیر فُعَلٌ آتی ہے مگر غیرِ منصرف نہیں بلکہ منصرف ہوکر۔ جیسے: ضُرْبٰی سے ضُرَبٌ ، نُصْرٰی سے نُصَرٌ ، شُرْفٰی سے شُرَفٌ۔ وزن تو پوری عربی زبان میں یہی (فُعَلٌ ہی) ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ پوری زبان میں صرف اُخْرٰی سے جمع تکسیر فُعَلٌ کے وزن پر لائے تو وہ منصرف سے غیرِ منصرف ہوگئی؟

علمائے نحو نے اس پر تفصیل سے کلام فرما کر تحقیقی طور پر ثابت فرمایا ہے کہ اس صیغے میں فی الواقع عدل تقدیری پایا جاتا ہے لیکن اس کی بحث ذرا دقیق ہے اور نحو میر کے طلبہ کی ذہنی وعلمی سطح سے بالا ہے اس لئے ہم اس تحقیق کو کسی اور مقام کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔ یہاں صرف اتنا بتلا دینا کافی سمجھتے ہیں کہ اُخَرُ میں بھی عدلِ تقدیری (اور وصف) پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ غیرِ منصرف ہے۔

(ب) وصف: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم وضع کے اعتبار سے وصفیت پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے: اَحْمَرُ ، اَسْوَدُ وغیرہ۔ وغیرہ۔ یہ اسماء لال اور کالا ہونے پر اپنی وضع کے اعتبار سے دلالت کرتے ہیں۔

(ج) تانیث: (۱) اگر اسم الفِ ممدودہ یا مقصورہ کی وجہ سے مؤنث بنایا گیا ہو تو اسے غیرِ منصرف بنانے کیلئے یہی الف کافی ہے، اسے کسی دوسرے سبب کی ضرورت نہیں۔ جیسے: صَفْرَاءُ ، دُنْيَا وغیرہ۔ (۲) اگر تاء کے ذریعے مؤنث بنا ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو (یعنی تأنیث بالتاء نو اسباب میں سے صرف علم کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے) جیسے: طَلْحَةُ ، عَائِشَةُ وغیرہ۔ (عائِشَةٌ جب تک فعل عَاشَ يَعِيْشُ کا مؤنث اسمِ فاعل ہے تب تک یہ منصرف ہے، اس پر تنوین بھی آئے گی اور کسرہ بھی۔ لیکن یہی اسم جب کسی لڑکی کا نام رکھ دیا جائے گا تو علم اور تانیث دو اسباب کی وجہ سے غیرِ منصرف

ہو جائے گا۔اس پر باقی اسماء کو قیاس کرلیں)۔(۳) اگر اسمِ مؤنث میں ظاہری علامت کوئی نہیں تو پھر اس کو غیرِ منصرف بنانے کیلئے پہلی شرط تو مؤنث بالتاء کی طرح یہ ہے کہ وہ اسمِ علم ہو۔ مؤنث تقدیری اگر علم نہ ہو تو غیرِ منصرف نہیں ہوگا۔لیکن صرف علم بن جانے سے مؤنثِ تقدیری غیر منصرف نہیں ہوگا بلکہ (۲) دوسری شرط یہ بھی ہے کہ (ا) یا تو وہ تین سے زائد حروف پر مشتمل ہو۔ جیسے: مَرْيَمُ ، سُعَادُ ، زَيْنَبُ (مؤنث تقدیری بھی ہیں ،علم بھی ہیں اور تین سے زائد حروف پر مشتمل ہیں ، اس لئے ایسے تمام اسماء غیر منصرف ہوں گے)۔(ب) اور اگر تین حروف پر مشتمل ہوں تو اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کا درمیانہ حرف متحرک ہو۔ جیسے: سَقَرُ (مؤنث تقدیری ہے ، جہنم کے ایک طبقے نام ہے ، تین حرفی ہے مگر قاف متحرک ہے ، اس لئے غیرِ منصرف ہوگی۔

(ج) اور اگر مؤنث تقدیری سہ حرفی ہو اور ساکن الاوسط بھی ہو تو اس کے مؤنث ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم عربی نہ ہو بلکہ عجمی ہے۔ جیسے: ماہ ، جور۔(د) اگر مؤنث تقدیری ہو ،اسمِ علم بھی ہو ،سہ حرفی بھی ہو ساکن الاوسط بھی ہو اور عجمی بھی نہ ہو بلکہ عربی اسم ہو تو چونکہ اس میں آخری شرط (عجمی والی) نہیں پائی جارہی ۔ اس لئے اس کو غیر منصرف پڑھنا ضروری نہیں بلکہ صرف جائز ہوگا۔یعنی اسے آپ چاہیں تو منصرف کے طور پر پڑھیں اور چاہیں تو غیر منصرف کے طور پر پڑھیں ، جیسے: ھِنْدٌ مع التنوین اور ھِنْدُ بلا تنوین۔

(د) معرفہ: معرفہ کی سات اقسام میں سے صرف عَلَم منعِ صرف کا سبب بنتا ہے۔ یہ وصف کے سوا کسی بھی سبب کے ساتھ آسکتا ہے۔

(ہ) عجمہ: یعنی غیرِ عربی اسم۔ اس کے منعِ صرف کا سبب بننے کی دو شرائط ہیں (ا) پہلی یہ کہ عجمی زبان میں اسمِ علم ہو۔ چنانچہ اسمِ جنس وغیرہ اس سے خارج ہوجائیں گے جیسے لِجَامٌ یہ فارسی لگام سے عربی میں آیا ہے مگر یہ اسمِ جنس ہے ، کسی کا نام نہیں ہے۔ اور (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ (أ) یا تو وہ اسمِ علم تین سے زائد حروف پر مشتمل ہو۔ جیسے: اِبْرَاهِيْمُ ، اِسْحٰقُ ، يَعْقُوْبُ وغیرہ (ب) یا اگر ثلاثی ہو تو متحرك الاوسط ہو۔ جیسے دیارِ بکر کے ایک قلعہ کا نام شَتَرُ ہے۔ اس شرط کی وجہ سے نُوْحٌ ، هُوْدٌ وغیرہ اسماء خارج ہوگئے کہ اگرچہ وہ عجمہ بھی ہیں، علم بھی ہیں لیکن ثلاثی ہونے کی صورت میں چونکہ متحرك الاوسط نہیں اس لئے اس طرح کے تمام عجمی اسماء منصرف ہوں گے۔

(و) جمع: جمع میں تین قسم کے اسماء غیر منصرف ہوتے ہیں (ا) جمع منتهي الجموع کے صیغے جنہیں جمعِ اقصیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ جمع اقصیٰ کے غیر منصرف کا سبب بننے کی (ا) پہلی شرط یہ ہے کہ یا تو اسمیں الف جمع کے بعد ایک حرف مشدد ہو: جیسے: دَوَآبُّ ، صَوَآفُّ ۔ یا دو حروف ہوں اور ان میں سے پہلا مکسور ہو۔ جیسے: مَسَاكِنُ ، طَرَآئِقُ وغیرہ۔ یا تین حروف ہوں۔ اور ان میں سے پہلا مکسور اور دوسرا ساکن ہو اور یہ صیغہ تاء کو قبول نہ کرتا ہو۔ جیسے: مَسَاكِيْنُ ،جَلَابِيْبُ وغیرہ ۔ دوسرے حرف کے ساکن ہونے اور تاء قبول نہ کرنے کی شرط سے اَسَاتِذَةٌ ، تَلَامِذَةٌ وغیرہ خارج

ہو گئے کہ ان جموع میں الفِ جمع کے بعد آنے والے تین حرف میں سے دوسرا حرف ساکن بھی نہیں ہے اور ان کے آخر میں تاء بھی آ رہی ہے۔ (۲) دوسرے جمع کے وہ صیغے جن کے آخر میں الفِ ممدودہ آتا ہے۔ جیسے: رُحَمَآءُ ، اَنْبِیَآءُ وغیرہ۔ (۳) جمع میں سے غیر منصرف ہونے والی تیسری قسم ان صیغوں کی ہے جن کے آخر میں الفِ مقصورہ آتا ہے۔ جیسے: مَرْضٰی۔ سُکَارٰی۔ صَحَارٰی۔ وغیرہ۔

(ز) **ترکیب:** اس سے مراد مرکبِ منعِ صرف ہے جس کا تذکرہ مرکبِ غیرِ مفید کی بحث میں گذر چکا ہے۔ جیسے: بَعْلَبَکُّ وغیرہ۔

(ح) **وزنِ فعل:** اس سے مراد وہ وزن ہے جو (۱) یا تو صرف فعل میں مستعمل ہو اور اگر کہیں اسم میں آ بھی رہا ہو تو فعل سے منقول ہو کر آیا ہو۔ جیسے: شَمَّرَ (گھوڑے کا نام) باب تفعیل کا ماضی معلوم کا صیغہ ہے۔ اور صرف فعل میں استعمال ہونے والا صیغہ ہے۔ صرف ایک آدھ نام اس سے منقول ہو کر عربی میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح دُئِل ایک قبیلہ کا نام (بانی نحو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شاگرد رشید حضرت ابو الاسود دُئلی کا تعلق اسی قبیلے سے تھا) یہ فُعِل کے وزن پر ہے جو صرف اور صرف ثلاثی مجرد کی ماضی مجہول کا لفظ ہے اور پوری عربی زبان میں دُئِل کے علاوہ کہیں اسم میں استعمال نہیں کیا گیا۔

(۲) یا وہ فعلِ مضارع کے وزن پر ہو مگر اس کے شروع میں حروفِ مضارعت میں سے کوئی ایک حرف ضرور پایا جائے تاکہ فعلِ مضارع سے اس کی مشابہت کامل ہو جائے۔ جیسے: اَحْمَدُ ، اَفْضَلُ ، یَزِیْدُ ، یَشْکُرُ ، تَغْلِبُ ، نَرْجِسُ وغیرہ۔ اصل میں یہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں اس لئے اس میں ایک تو حروفِ مضارعت کی شرط لگائی گئی۔ دوسری یہ بھی کہ وہ اسم تاء کو قبول نہ کرتا ہو۔ چنانچہ یَعْمَلٌ (زیادہ کام کرنے والا) جو فعلِ مضارع کے وزن پر بھی ہے اور اس کے شروع میں یائے مضارعت بھی موجود ہے محض اس لئے منصرف ہو گیا کہ یہ تاء کو بھی قبول کرتا ہے۔ چنانچہ اچھے اونٹ کو جَمَلٌ یَعْمَلٌ اور اچھی اونٹنی کو نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ کہتے ہیں۔

(ط) **الف نون زائد تان:** یہ دو حرف اسم کے آخر میں جب آئیں تو دیکھیں گے کہ وہ اسم علم ہے یا اسمِ صفت؟ اگر علم ہو تو کسی دوسری شرط کے بغیر اسے غیرِ منصرف تسلیم کر لیا جائے گا۔ جیسے: عُثْمَانُ ، عَفَّانُ ، سَلْمَانُ ، سُلَیْمَانُ ، وغیرہ۔ اور اگر اسمِ صفت ہو تو اس کے غیرِ منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اسمِ صفت ، تاء کو قبول نہ کرتا ہو۔ جیسے: سَکْرَانُ ، عَطْشَانُ ، جَوْعَانُ ، شَبْعَانُ وغیرہ کہ یہ وہ صفاتِ مشبہہ ہیں جن کی مؤنث تاء سے نہیں بلکہ الفِ مقصورہ سے سَکْرٰی ، عَطْشٰی ، جَوْعٰی ، شَبْعٰی آتی ہے۔ اس شرط کی وجہ سے نَدْمَانٌ ، رَیْحَانٌ وغیرہ خارج ہو گئے کہ ان کی مؤنث نَدْمَانَةٌ ، رَیْحَانَةٌ سے آتی ہے۔

تمرین: (۱) درج ذیل مثالوں میں جمع، منصرف اور غیر منصرف اسماء کی شناخت کریں اور۔ (۲) یہ بتلائیں کہ کن

دو اسباب یا کس ایک سبب کی وجہ سے وہ غیر منصرف ہوئے ہیں (۳) ان پر آنے والے اعراب کی تفصیل بتلائیں کہ رفع ہے نصب ہے یا جر؟ اور (۴) بتلائیں کہ ان پر مذکورہ اعراب کی کونسی علامت آئی ہے؟

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ ۔ وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۔ماسَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ۔فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى۔اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهما ۔ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ۔وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۔ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا۔يَآاِبْلِيْسُ مَامَنَعَكَ۔اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۔وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى۔وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا ۔ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى۔اَزْوَاجًاخَيْرًامِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَآئِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَآئِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَّاَبْكَارًا عُرُبًااَتْرَابًالِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ ۔لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ ۔

نحو میر:ششم :اسمائے ستۂ مکبرہ در وقتیکہ مضاف باشند بغیر یائے متکلم ۔ چوں :اَبٌ وَاَخٌ وَحَمٌ وهَنٌ وَفَمٌ وَذُومالٍ۔رفعِ شان بواو باشد ونصب بالف وجر بیاء ۔ چوں : جَآءَ اَبُوْكَ ورَاَيْتُ اَبَاكَ وَمَرَرْتُ بِاَبِيْكَ ۔

ترجمہ:ششم :چھ اسماء ہیں جو مکبّر حالت میں یاء کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف مضاف ہوں ۔ جیسے :اَبٌ الخ ان کو رفع واؤ سے ، نصب الف سے اور جر یاء سے دی جاتی ہے ۔جیسے: جَآءَ اَبُوْكَ الخ ۔

تشریح: یہ چھٹی قسم بنیادی طور پر اسمِ مفردِ منصرفِ صحیح ہے اور اس کا اعراب بھی وہی ہے جو اسمِ مفردِ منصرف صحیح کا ہوتا ہے ۔تین شرائط ان چھ اسماء میں پائی جائیں تو انہیں اعراب بالحرف حقیقی لفظی دیا جاتا ہے ۔اگر ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو تو انہیں مفردِ منصرفِ صحیح کا اعراب بالحرکت لفظی حقیقی دیا جاتا ہے ۔

ان کی تین شرائط میں سے (۱) پہلی شرط یہ ہے کہ یہ اسماء مکبّر ہوں ۔اسم جب اپنی اصل وضع پر ہوتا ہے تو اسے مکبّر کہتے ہیں ۔جیسے :اَضْرَبُ اور جب اس کو تصغیر کے صیغے میں لاتے ہیں تو اسے مصغر کہا جاتا ہے ۔جیسے : اُضَيْرِبٌ ۔ اس شرط کا نتیجہ یہ ہے کہ جب یہ اسماء مکبّر نہیں ہوں گے بلکہ مصغر ہوں گے تو اس وقت جاری مجرائے صحیح ہونے کی وجہ سے ان کو یہ اعراب بالحرف نہیں بلکہ اعراب بالحرکت ملے گا ۔جیسے :جَآءَ اُبَيٌّ ، رَاَيْتُ اُبَيًّاوَّذَهَبْتُ اِلٰى اُبَيٍّ ۔ (۲) دوسری شرط یہ ہے کہ یہ اسماء مکبر ہونے کے بعد مضاف بھی ہوں ۔اس شرط کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی اسم مضاف نہ ہو تو اسے چھٹی قسم والا اعراب بالحرف نہیں بلکہ پہلی قسم والا اعراب بالحرکت ملے گا۔ جیسے : جَآءَ الْاَخُ ، نَصَرْتُ الْاَخَ ، نَظَرْتُ اِلَى الْاَخِ ۔وَجَآءَ اَخٌ ، رَاَيْتُ اَخًا، مَرَرْتُ بِاَخٍ۔ (۳) اور تیسری شرط یہ ہے کہ یہ اسماء مکبر ہوتے ہوئے جب مضاف ہوں تو ان کی اضافت یائے متکلم کی طرف نہ ہو ۔اس کے علاوہ کسی بھی ضمیر یا اسمِ ظاہر کی

طرف ہو۔ اس شرط کا مفاد یہ ہے کہ اگر یہ اسماء یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اس وقت انہیں چھٹی قسم والا اعراب بالحرف لفظی نہیں بلکہ چودھویں قسم والا اعراب بالحرکت تقدیری ملے گا۔ (جو آگے آ رہا ہے)۔
اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ اسمائے ستہ کے کل چار طرح کے استعمالات میں سے صرف ایک طرح کا استعمال ایسا ہے جس میں اسے اعراب بالحرف لفظی حقیقی ملتا ہے۔ اس کے بالمقابل اس کے تین دوسرے استعمالات میں میں اسے اعراب بالحرف نہیں بلکہ اعراب بالحرکت حقیقی ملتا ہے ، دوقسموں میں لفظی اور ایک قسم میں تقدیری !
اس طرح اعراب کی یہ قسم مکمل طور پر اعراب بالحرف کے کھاتے میں نہیں جائے گی بلکہ چار میں سے صرف ایک حالت میں اس کو حروف سے اعراب ملے گا۔ فافهم وتدبر فيه۔

تمرین: ذیل کی مثالوں میں اسمائے ستہ کا اعراب بتلائیں بالحرکت ہے یا بالحرف اور کیوں؟ نیز بتلائیں کہ اعراب بالحرکت لفظی ہے یا تقدیری؟

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔ وَأْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۔ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ ۔ اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۔ لِيَبْلُغَ فَاهُ ۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوْانْتِقَامٍ ۔ يَتِيْمًا ذَامَقْرَبَةٍ اَوْمِسْكِيْنًا ذَامَتْرَبَةٍ ۔ اِنَّهٗ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْعِقَابٍ اَلِيْمٍ ۔ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً ۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا۔

نحو میر: **هفتم** :مثنیٰ چوں: رَجُلَانِ ۔ **هشتم** :كِلَا و كِلْتَا مضاف بمضمر **نهم:** اِثْنَانِ واِثْنَتَانِ ۔ رفعِ شان بالف باشد ونصب وجر بیائے ماقبل مفتوح ۔ چوں: جَآءَ رَجُلَانِ و كِلَا هُمَا وَاثْنَانِ ۔ ورَاَيْتُ رَجُلَيْنِ و كِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ ۔ وَمَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ وَكِلَيْهِمَا وَاثْنَيْنِ۔

ترجمه: هفتم : تثنیہ ۔ جیسے : رَجُلَانِ ۔ **هشتم** : كِلَا وَكِلْتَا جب یہ دونوں ضمیر کی طرف مضاف ہوں ۔ **نهم:** اِثْنَانِ وَاثْنَتَانِ ۔ ان تینوں قسم کے اسمِ متمکن کو رفع الف کے ساتھ اور نصب وجر یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ ملتی ہے۔ جیسے : جَآءَ رَجُلَانِ الخ ۔

تشریح: (۱) تثنیہ کی تعریف میں پیچھے ہم واضح کر آئے ہیں کہ اثنان اور کلا وغیرہ پر چونکہ تثنیہ کی تعریف صادق نہیں آتی۔ اس لئے انہیں تثنیہ نہیں کہا جاسکتا ۔ لیکن چونکہ دو کے عدد پر دلالت کرنے کیلئے وضع ہوئے ہیں اس لئے واضعینِ لغت نے ان کی شکل بھی تثنیہ جیسی ہی رکھی کہ ان کے آخر میں تثنیہ جیسا الف بھی لائے ہیں اور اثنانِ میں تو اس جیسا نون بھی لائے ہیں ۔ چونکہ لفظاً و معنیً یہ کلمات من کل الوجوہ تثنیہ کے مشابہ ہیں اس لئے انہیں اعراب میں بھی تثنیہ سے ملحق کر دیا گیا۔

(۲) مصنف اسمِ متمکن کی اقسام کواس ترتیب سے بیان فرمارہے ہیں کہ پہلے **لفظی اعراب** کی بحث لائے ہیں۔ جو بارہ اقسام پر محیط ہے۔ پھر تیرھویں قسم سے **تقدیری اعراب** شروع کریں گے جو آخر تک جائے گا۔ پھر لفظی میں سے پہلے انہوں نے لفظی **بالحرکت** اعراب کا بیان کیا۔ اس کے بعد اعراب **بالحروف** کا آغاز کیا۔ مصنف کے فرمان کے مطابق پہلی پانچ اقسام کا تعلق **اعراب بالحرکت** سے تھا جبکہ بعد کی سات اقسام کا (لفظی اعراب میں سے) **تعلق اعراب بالحروف** سے ہے۔ جبکہ ہماری وضاحت کے مطابق قسم نمبر چھ نہ من کل الوجوہ حرکت کا اعراب لیتی ہے نہ حرف کا۔ اس کا شمار دونوں طرف ہوتا ہے۔ اس لئے اسے مصنف نے کمال دانشمندی وحسنِ سلیقہ سے ہرحال میں **حرکت** کا اعراب لینے والی پانچ اقسام کے بعد اور ہر صورت میں **حروف** کے ساتھ اعراب لینے والی چھ اقسام سے پہلے ذکر فرما کر گویا ہمیں چھٹی قسم سے تیار کیا کہ جس طرح پہلے مکمل حرکت کا اعراب پڑھا، اسمائے ستہ کبھی حرکت سے اور کبھی حرف سے اعراب لیتے ہیں اس طرح آگے کی اقسام وہ ہیں جو صرف **حروف** سے اعراب لیتی ہیں۔

(۳)**مستقل اعراب بالحرف صرف دواقسام کو ملتاھے:** اعراب بالحرف اصل میں صرف دو قسم کے اسماء کو (دائمی طور پر) ملتا ہے۔ (۱) **مثنیٰ** اور اس کے ملحقات کو اور (۲) **جمع مذکر سالم** اور اس کے ملحقات کو۔ باقی ہر طرح کے اسماء کا اعراب حرکت سے آتا ہے۔

(۴)**اثنان کا ھمزہ وصلی ھے:** اثنان اور اِثْنَتَانِ کا ہمزہ **وصلی** ہے۔ درجِ کلام میں ساقط ہوجاتا ہے۔ البتہ اَلْاِ ثْنَیْنِ جب پیر کے دن کا اسمِ **علم** بن جاتا ہے تو اس کا ہمزہ ضابطے کے مطابق **قطعی** ہوجاتا ہے۔

اِثْنَتَانِ اہلِ حجاز کی لغت ہے۔ بنوتمیم اسے ہمزہ کے بغیر بولتے ہیں۔ ثِنْتَانِ (**ثاء کے کسر** اور **نون کے سکون** کے ساتھ)۔

(۵) **کلاوکلتا کا دوسرا اعراب:** کِلَا اور کِلْتَا کو مثنیٰ کا ملحق بنانے اور اس کا اعراب دینے کیلئے مصنف نے ضمیر کی طرف مضاف ہونے کی شرط عائد کی ہے۔ یہ دونوں **واجب الاضافت** اسماء کے اس قبیل سے ہیں جو مفرد اسم کی طرف مضاف ہوتے ہیں خواہ وہ اسم ظاہر ہو یا ضمیر! یہ دونوں اسماء اضافت کے بغیر کبھی استعمال نہیں ہوتے۔ اور ہمیشہ تثنیہ کی طرف ہی مضاف ہوتے ہیں خواہ اسمِ ظاہر ہو یا ضمیر! اگر یہ **اسمِ ظاھر** کی طرف مضاف ہوں تو انہیں **تثنیہ والا اعراب** نہیں دیا جائے گا (کیونکہ ضمیر کی طرف مضاف ہونے والی شرط مفقود ہے) بلکہ ان کے آخر میں **الفِ مقصورہ** ہونے کی وجہ سے انہیں **اسمِ مقصور** والا اعراب دیا جائے گا (جس کا بیان آگے آرہا ہے)۔ (کِلَا اور کِلْتَا پر مزید تحقیق کیلئے ہماری تالیف: **کتاب الاضافۃ** کا مطالعہ فرمائیں)۔

مسمّٰی بالمثنّٰی کا اعرّاب: مذکورہ بالا چار اسماء کے علاوہ وہ اسمِ **علم** جو **مثنیٰ** سے **منقول** ہو، بھی **تثنیہ** کے **ملحقات** میں شامل ہے۔ جیسے: حَسَنَانِ (جو حَسَنٌ کا مثنّٰی ہے) اگر کسی کا نام رکھا جائے تو اسے (۱) مثنّٰی کا ملحق بنا

کر الف اور یاء کے ساتھ بھی اعراب دیا جا سکتا ہے ۔جیسے :جَآءَ حَسَنَانِ ، رَاَیْتُ حَسَنَیْنِ ۔ مَرَرْتُ بِحَسَنَیْنِ ۔
(۲)اور اوراسے سَلْمَانُ پر قیاس کرتے ہوئے غیرِ منصرف کا اعراب دینا بھی درست ہے۔جیسے : جَآءَ حَسَنَانُ ، رَاَیْتُ حَسَنَانَ ، مَرَرْتُ بِحَسَنَانَ۔

ملاحظہ: منقول عنِ المثنی اسمِ عَلَم کو جب غیرمنصرف کا اعراب بالحرکت دیا جاتا ہے اس وقت اس الف لام داخل ہوتو اسے جر کسرہ سے دی جاتی ہے۔مَرَرْتُ بِالْحَسَنَانِ۔

نحومیر : **دھُم** : جمعِ مذکرِ سالم ۔ چوں : مُسْلِمُوْنَ ۔ **یازدھُم:** اُولُو **دوازدھُم:**عِشْرُوْنَ تاتِسْعُوْنَ۔ رفعِ شان بواوَ ماقبل مضموم باشد ونصب وجر بیائے ماقبل مکسور ۔ چوں : جَآءَ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْمَالٍ وَّعِشْرُوْنَ رَجُلًا ۔ وَرَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وعِشْرِیْنَ رَجُلًا ۔ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَّعِشْرِیْنَ رَجُلًا ۔

ترجمہ: دھم : جمعِ مذکرِ سالم ۔جیسے :مُسْلِمُوْنَ ۔ **یاز دھم :** اُولُوْ۔ **دواز دھم :** عِشْرُوْنَ سے تِسْعُوْنَ تک کے عقودِ اعداد ۔ ان سب کو رفع واوَ ماقبل مضموم سے اور نصب وجر یائے ماقبل مکسور سے دیا جاتا ہے ۔ جیسے : جَآءَ مُسْلِمُوْنَ الخ ۔

تشریح: تثنیہ کی طرح جمعِ مذکرِ سالم کے اعراب میں بھی مصنف نے ملحقات کہنے کی بجائے اُولُو اور عشرون تا تِسْعون کی صراحت کی ہے۔جس سے عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ شاید یہ اعراب ان تین اقسام تک محدود ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ یہ اعراب جمعِ مذکرِ سالم کے تمام ملحقات کوشامل ہے ۔ پیچھے ہم نے جمعِ مذکرِ سالم کی جو شرائط بیان کی ہیں ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوتو علمائے نحو ایسی جمع کو جمعِ مذکرِ سالم نہیں مانتے ۔ جیسے :اَرضٌ سے اَرضُوْنَ جمعِ مذکرِ سالم کے وزن پر آئی تو ضرور ہے۔لیکن نہ تو ارضٌ مذکر ہے نہ ہی علم ، نہ ہی صفت ! پھر اسے کس طرح جمعِ مذکرِ سالم تسلیم کر لیا جائے ؟ یہی صورت حال : اَھْلُوْنَ ، ثُبُوْنَ ، عِضُوْنَ ، عِزُوْنَ ، سِنُوْنَ وغیرہ دوسرے درجنوں اسماء کی ہے۔اگر ہم اس اعراب کو مذکورہ اقسام تک محدود کردیں تو ان اسماء کو کونسا اعراب اور کیسے اور کیوں دیں گے؟ علمائے نحو نے اسی لئے عام طور پر یہ اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ جمعِ مذکرِ سالم کا اعراب بیان فرما کر اس کے ملحقات کواعراب میں اس کے ساتھ شامل فرماتے ہیں ۔اس سے اولو ، ذَوُوْاور عِشْرُون وغیرہ بھی اس اعراب میں شامل ہوجاتے ہیں اور دوسرے تمام ملحقات بھی شامل ہوجاتے ہیں ۔ جبکہ صاحبِ نحو میر کی مذکورہ بالا تقسیم کی روشنی میں ان جیسے ملحقات کوجمعِ مذکرِ سالم کے اعراب میں شامل کرنے کی گنجائش نظر نہیں آتی ۔(یہاں ملحقات کی تفصیل اور چند احکام کا تذکرہ ہم نے قصداً ترک کیا ہے)۔

تمرین: ذیل کی مثالوں میں تثنیہ ، جمعِ مذکرِ سالم اوران دونوں کے ملحقات کی شناخت کریں ۔اور اعراب دیکھیں

کہ کونسا اور کس علامت کے ساتھ ملا؟ اور ان میں تثنیہ یا جمع کا کونسا صیغہ مبنی ہے؟

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا۔هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۔اَرِنَاالَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا۔اَمَتَّنَااثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ۔وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۔ شَغَلَتْنَآاَمْوَالُنَاوَاَهْلُوْنَا۔ قُوْااَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ۔وَاَشْهِدُوْاذَوَيْ عَدْلٍ ۔ اِثْنَانِ ذَوَاعَدْلٍ مِنْكُمْ ۔ فِيْهِمَاعَيْنٰنِ نَضَّاخَتَانِ ۔ بِالْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۔سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا۔ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِوَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ۔قُلْ ءٰۤ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّااشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ فَاتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۔عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ۔وَلِيَتَذَكَّرَاُولُوالْاَلْبَابِ ۔ اَلَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۔ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًاوَّشَفَتَيْنِ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ۔

نحومیر: **سیز دھم** : اسمِ مقصور ۔ وآن اسمیت کہ در آخرش الفِ مقصورہ باشد ۔ چوں : **مُوْسٰی۔** **وچہار دھم** غیرِ جمعِ مذکرِ سالم مضاف بیائے متکلم ۔ چوں : غُلَامِيْ ۔ رفعِ شان بتقدیرِ ضمہ باشد ونصب بتقدیرِ فتحہ وجر بتقدیرِ کسرہ ۔ ودر لفظ ہمیشہ یکساں باشند ۔ چوں : جَآءَ مُوْسٰی وَغُلَامِيْ ورَاَيْتُ مُوْسٰی وَغُلَامِيْ وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰی وَغُلَامِيْ ۔

ترجمہ: **سیز دھم** : اسمِ مقصور ۔ یہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الفِ مقصورہ ہوتا ہے۔ جیسے :مُوْسٰی۔ **چہاردھم:** جمعِ مذکرِ سالم کے علاوہ کوئی بھی اسم جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ ان دونوں قسم کے متمکن اسماء کو رفع تقدیرِ ضمہ سے ، نصب تقدیرِ فتحہ سے اور جر تقدیرِ کسرہ سے دی جاتی ہے ۔ اور بولنے میں یہ ایک جیسے ہوتے ہیں ۔ جیسے :جَآءَ مُوْسٰی الخ ۔

تشریح: تیر ہوں اور چودھویں قسم کا اعراب مصنف نے یکساں ذکر کیا ہے جسے اعراب بالحرکت حقیقی تقدیری کہا جائے گا ۔ کیونکہ ان دونوں اقسام کو بقول مصنف (۱) حرکات کے ساتھ اعراب مل رہا ہے اس لئے بالحرکت (۲) تمام اعرابات الگ الگ علامات (ضمہ ، فتحہ ، کسرہ) سے دیئے جارہے ہیں ، اس لئے حقیقی اور (۳) لفظی طور پر نہیں بلکہ تقدیری طور پر دیئے جاتے ہیں ، اس لئے تقدیری ہے۔ لیکن ان دونوں اقسام کا اعراب بیان کرنے میں حضرت مصنف سے کئی قسم کا ذھول اور سہو ہوا ہے اور اس باب میں ہمیں دلائل کے ساتھ حضرت مصنف سے کئی طرح کا اختلاف ہے۔ جسے ہم ترتیب وار یہاں پیش کر رہے ہیں :۔

(۱) **اسمِ مقصور کا اعراب:** مصنف نے ہر قسم کے اسمِ مقصور کا اعراب یہ بیان فرمایا ہے کہ اسے رفع تقدیرِ ضمہ سے، نصب تقدیرِ فتحہ سے اور جر تقدیرِ کسرہ سے دی جائے گی۔

حالانکہ پانچویں قسم میں غیر منصرف کا اعراب بیان کرتے ہوئے خود صراحت فرما چکے ہیں کہ اسے جر فتحہ سے دی جائے گی۔ تشریح میں ہم آپ کو بتلا چکے ہیں کہ تأنیث کے دونوں الف (مقصورہ وممدودہ) اتنے طاقتور ہیں کہ ہمیشہ یہ دو اسباب کے قائمقام ہوتے ہیں۔ ان کے آتے ہی اسم غیرِ منصرف ہو جاتا ہے اور کسی دوسرے سبب کا انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان پر تنوین کبھی نہیں پڑھی جاتی اور غیر منصرف ہونے کی وجہ سے ان پر کسرہ بھی نہیں آ سکتا۔ جیسے: حُبْلٰی ، عَطْشٰی ، مُوْسٰی ، عِیْسٰی وغیرہ۔ الفِ مقصورہ اگر تأنیث کے لئے ہو تو اس میں تمام علمائے نحو کا اجماع ہے کہ وہ غیرِ منصرف ہوتا ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ ہاں اس کے علاوہ الف مقصورہ آئے (واؤ سے بدل کر، یاء سے بدل کر یا الحاق کے لئے) تو ایسا اسمِ مقصور منصرف ہوگا۔ اسمِ مفرد منصرف کا اعراب یہی ہے کہ اسے تینوں اعراب الگ الگ علامات کے ساتھ ملیں۔ جیسے مفرد منصرف صحیح میں آپ نے دیکھا۔ اسمِ مقصور میں فرق یہ آ گیا ہے کہ یہ اسم مفرد اور منصرف تو ہے مگر صحیح نہیں بلکہ معتل الآخر ہے۔ اور اس کے آخر میں حرفِ علت بھی وہ آیا ہے جس پر کسی قسم کی حرکت پڑھنا ممکن ہی نہیں۔ اس لئے اعراب تو مفرد منصرف صحیح والا ہی ملے گا لیکن صحیح نہ ہونے (اور مقصور ہونے) کی وجہ سے لفظی کی بجائے تقدیری ملے گا۔

امام ابن حاجبؒ نے کافیہ میں اور ملا عبدالرحمٰن جامیؒ نے شرح ملا میں اسے دوسرے زاویے سے بیان فرمایا ہے۔ جو تمام علمائے نحو کے ہاں معمول ہے کہ اگر اسم متمکن پر اعراب نہ پڑھا جا سکتا ہو تو وہاں اس اسم کا اصل اعراب لفظی کی بجائے تقدیری ہو جائے گا۔ اور یہی بات ہم بھی کر رہے ہیں کہ اسمِ مقصور (اور آگے آنے والا اسم منقوص بھی) اصل میں اسمِ مفردِ منصرف ہے اسلئے اس کا اعراب بھی وہی ہے جو اسمِ مفردِ منصرف کا ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ صحیح نہیں اس لئے تقدیری ہو جائے گا۔

اور مقصور کے آخر میں چونکہ حرفِ علت الف ہے جس پر کوئی حرکت پڑھنا ممکن نہیں اس لئے تمام اعرابی حرکات مقدر ہوں گی۔ علمائے نحو نے اسے تعذر کا نام دیا ہے۔ یعنی الف آنے سے حرکات پڑھنا ناممکن ہو جاتا ہے اس لئے اس میں تمام حرکات مقدر ہوں گی۔ مگر اس فرق سے کہ منصرف اسم مقصور میں جر کا کسرہ مقدر مانا جائے گا اور غیرِ منصرف اسمِ مقصور میں جر کا فتحہ مقدر مانا جائے گا۔

(۲) اتفاق سے مصنف نے جو مثالیں دی ہیں، ان میں اسمِ مقصور کی مثال بھی مُوْسٰی کی دی ہے جو بالاجماع غیر منصرف ہے۔ اور ہم لوگ صدیوں سے مَرَرْتُ بِمُوْسٰی میں موسٰی کے الف میں کسرہ مقدر مانتے چلے آ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مُوْسٰی غیرِ منصرف ہے اور جر کی حالت میں اس میں کسرہ نہیں بلکہ فتحہ مقدر مانا جائے گا۔ مناسب

یہ تھا کہ یہاں هُدًى ، ضُحًى ، مُصْطَفًى ، مُعْطًى جیسے اسمائے مقصورہ میں سے کوئی مثال دی جاتی۔

اسمِ مقصور منصرف وغیرمنصرف کی شناخت: عزیز طلبہ پریشان ہوں گے کہ اسمِ مقصور میں ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ وہ منصرف ہے یا غیر منصرف؟ تو اس کی آسان سی پہچان یہ ہے کہ جس اسمِ مقصور پر تنوین آتی ہو وہ منصرف ہے اور جس پر نہ آتی ہو وہ غیر منصرف ہے۔ جیسے۔ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ یہاں هُدًى اسمِ مقصور پر تنوین آرہی ہے اس لئے وہ منصرف اور بُشْرٰى پر تنوین نہیں آرہی اسلئے وہ غیرِ منصرف ہے۔ جب اسمِ مقصور منصرف ہو تو الف کی بجائے تینوں اعرابوں میں اس پر مفتوح تنوین موجود رہتی ہے جو الف کے التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور جب یہ اسم مقصور مضاف ہوتا ہے یا اس پر الف لام آتا ہے تو تنوین کے ساقط ہوجانے سے وہ الفِ مقصورہ واپس آجاتا ہے جو تنوین کے ہوتے ہوئے التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہوتا ہے۔ جیسے: (۱) هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲) لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ (مضاف اسم مقصور) اور (۳) اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (الف لام اسم مقصور پر داخل ہوا)۔

(۳) چودھویں قسم میں حضرت مصنف کا فرمانا یہ ہے کہ جمعِ مذکرِ سالم کے علاوہ جو اسم بھی یائے متکلم کی طرف مضاف ہوا سے تینوں اعراب بالحرکت حقیقی تقدیری ملیں گے۔ یہ دعویٰ کئی وجوہ سے محلِ نظر ہے۔

(أ) صرف جمعِ مذکرِسالم کا استثناء محلِّ نظرہے: سب سے پہلے مضاف الی الیاء کا تقدیری اعراب جو بھی ہو (بحث کے آخر میں وہ بھی طے ہوجائے گا کہ اس کا اصل اعراب کیا ہے؟) اس اعراب سے حضرت مصنف نے صرف جمعِ مذکرِ سالم کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اس استثناء کے بیک وقت دو مفہوم ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ آگے آنے والے اعراب میں جمعِ مذکرِ سالم شامل نہیں اور (۲) دوسرا یہ کہ اس کے ماسوا ہر قسم کا اسم اس حکم میں شامل ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ ہی کئی اعتبار سے غلط ہے۔

وجہِ اول: مثنی کا اعراب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوکر بھی ہمیشہ لفظی رہتاہے: اس اعراب سے صرف جمعِ مذکرِ سالم کو نہیں بلکہ سب سے پہلے مثنیٰ کو مستثنیٰ کرنا ضروری تھا۔ اگر جمع مذکر سالم کو آپ نے اس لئے مستثنیٰ کیا کہ نصب وجر کی حالت میں اس کی اعرابی یاء لفظاً موجود رہتی ہے تو مثنیٰ کی تو تینوں اعرابی علامات یاء کی طرف مضاف ہوکر لفظاً موجود رہتی ہیں: مثنٰی تو واحد قسم ہے جس کا اعراب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوکر بھی ہر اعرابی حالت میں لفظی رہتا ہے، کبھی تقدیری ہوتا ہی نہیں۔ جیسے: هٰذَانِ وَلَدَایَ میں وَلَدَانِ کا نون اضافت کے بعد ساقط ہوا تو رفع کا الف لفظاً موجود ہے اور ساری دنیا کو نظر آرہا ہے۔ دَعَوْتُ وَلَدَيَّ میں منصوب وَلَدَيْنِ کا اضافت سے نون ساقط ہوا تو یائے متکلم سے پہلے ولدین کی یاء لفظاً موجود ہے جو ساکن ہونے کی وجہ سے (مُسْلِمِيَّ کی طرح) یائے متکلم میں مدغم ہوگئی ہے۔ اسی طرح رَضِيْتُ عَنْ وَلَدَيَّ میں وَلَدَين کی یاء لفظاً موجود ہے اور یائے متکلم

میں مدغم ہوگئی ہے۔

بڑی حیرت کی بات ہے کہ اتنی عظیم شخصیت سے اتنا بڑا سہو کیسے ہوگیا۔ اس سے زیادہ حیرت اس پر کہ یہی سہو امام ابو حیان سے بھی بالکل ہو بہو صادر ہوا۔ اور ھدایۃ النحو میں اعراب کی نو اقسام کو انہوں نے بھی اسی ترتیب سے بیان فرمایا اور ان دونوں سے زیادہ اس پر حیرت ہوتی ہے کہ صدیوں سے درسِ نظامی میں انہی دو کتب کا سکہ رائج چلا آ رہا ہے۔ اور ان سب پر مستزاد حیرت اس پر ہوتی ہے کہ لاکھوں اساتذہ نے یہ کتب پڑھائیں اور کروڑوں نے پڑھیں مگر کسی کا ان امور کی طرف دھیان نہیں گیا۔ اور اس وقت ہماری حیرت پریشانی میں بدل جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سینکڑوں جلیل القدر ہستیوں نے ان کتب کی شرح حات لکھیں اور ان پر حواشی تحریر فرمائے۔ مگر سب کے سب انہی کی مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے۔ تحقیق و تدقیق تو دور کی بات ہے ، مثنٰی کو مستثنٰی کرنے جیسی بدیہی اور واضح سی حقیقت بھی ان پر منکشف نہ ہو سکی؟

فَوَا اَسَفَا عَلٰی مَافَرَّطْنَا فِی عِلْمِ النَّحْوِ وَوَا حَسْرَتَاہ!!

وجہِ دُوُم :اسم مقصور کااستثناء بھی ضروری ھے: نیز جمع مذکر سالم اور تثنیہ کے علاوہ اس حکم سے اسمِ مقصور کو بھی خارج کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ وہ خود ذاتی طور پر ہمیشہ کے لئے تمام اعرابات کو صرف تقدیراً قبول کرتا ہے ، خواہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ: فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ میں هُدٰی کے الفِ مقصورہ پر مفعولیت کے نصب کا فتحہ مضاف الی الیاء ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ مقصور ہونے کی وجہ مقدر ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے: جَاءَ هُمُ الْهُدٰی میں رفع کا ضمہ الفِ مقصور پر مقدر ہے۔ مصنف کے کلام سے یہ تاثر ملتا ہے کہ هُدَایَ میں اسمِ مقصور کا اعراب مضاف الی الیاء ہونے کی وجہ سے مقدر ہے۔

وجہِ سِوُم :اسمِ منقوص بھی مستثنٰی ھے: اس کے علاوہ اسمِ منقوص کو بھی مستثنٰی کرنا ضروی ہے۔ کیونکہ اسے رفع اور جر تو پہلے سے تقدیراً مل رہی ہے (جیسا کہ آگے آ رہا ہے) صرف نصب لفظی فتحہ کے ساتھ ملتی ہے۔ اب جب وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہوگا تو اگر وہ مرفوع ہے یا مجرور ہے تو اس کا ضمہ اور کسرہ تو پہلے سے مقدر ہے۔ (اسمِ مقصور کی طرح) صرف نصب کی حالت میں اسے فتحہ لفظاً ملتا ہے۔ ایسے میں اگر یہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو یہ کہا جائے گا کہ اس کا فتحہ پہلے لفظاً آ رہا تھا اب یاء کی وجہ سے مقدر ہوگیا ہے۔

آپ نے جمع مذکر سالم کو بھی تو اس وجہ سے مستثنٰی کیا ہے کہ یاء کی طرف مضاف ہونے سے اس کی واؤ اگر چہ مقدر ہو جاتی ہے لیکن نصب اور جر دونوں حالتوں میں یاء لفظاً مذکور رہتی ہے۔ یعنی ایک حالت میں یاء کی اضافت اس پر اپنا اثر چھوڑتی ہے اور دو حالتوں میں نہیں چھوڑتی تو یہاں بھی یہی صورت حال موجود ہے تو اسے بھی اعراب کے اس حکم سے مستثنٰی کرنا چاہیئے۔

وجہِ چھارُم :مصنف کابیان فرمودہ اعراب درست نھیں: ہمارا چوتھا اعتراض اس اعراب

پر ہے جو مصنف، نے مضاف الی الیاء کے لئے بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ اسمِ متمکن کی چوتھی قسم میں مصنف خود فرما چکے ہیں کہ جمعِ مؤنثِ سالم کو نصب وجر دونوں حالتوں میں کسرہ ملتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اعراب (رفع و نصب وجر) کا تعلق عامل سے ہوتا ہے اور علامتِ اعراب کا تعلق اسمِ متمکن کی ذات سے ہوتا ہے (کہ وہ مفرد منصرف صحیح ہے، جمع مذکر سالم ہے یا جمع مؤنث سالم وغیرہ) جب تک عامل نہ بدلے تب تک اعراب (رفع ونصب وجر) نہیں بدلتا۔ اور جب تک اسمِ متمکن نہ بدلے تب تک اعراب کی علامت نہیں بدلتی۔ مثلاً: جاء وَلَدٌ میں وَلَدٌ پر تب تک ضمہ رہے گا جب تک یہ کلمہ مفرد منصرف صحیح ہے۔ اگر اس کی جگہ والدان آجائے تو اسے الف سے رفع دیا جائے گا المسلمون آجائے تو اسے واؤ سے رفع دیا جائے گا۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ جب آپ خود فرماتے ہیں کہ جمع مؤنث سالم کو نصب وجر کسرہ سے ملتی ہے تو پھر اگر ہم یہ کہیں کہ رَأَیْتُ الْبَنَاتِ تو آپ فرماتے ہیں کہ بنات جمع مؤنث سالم ہے۔ اسے کسرہ کے ساتھ نصب دینا واجب ہے۔ لیکن جب ہم اسے یائے متکلم کی طرف مضاف کر کے لاتے اور: رَأَیْتُ بَنَاتِی کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ یہاں اس کو نصب فتحہ سے مل رہی ہے جو کہ لفظاً تو مذکور نہیں، مقدر ہو گیا ہے؟! سچ یہ ہے کہ یہاں پر نصب کا وہی کسرہ مقدر ہے۔ جو یاء کی طرف مضاف ہونے سے پہلے لفظاً پڑھا جاتا تھا۔

حقیقتِ حال یہ ہے کہ تمام علمائے نحو کے نزدیک اسمِ مفردِ صحیح جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوتا ہے تو چونکہ یاء کی وجہ سے اس پر کسرہ پڑھنا واجب ہو جاتا ہے (اسے حرکتِ مناسبت کا نام دیا جاتا ہے) اس لئے اس اسمِ مفردِ صحیح کا اور جمع مذکر سالم کے علاوہ جمع کے ہر صیغہ کا اپنا اعراب مقدر ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ اعراب ضمہ سے ہو، فتحہ سے ہو یا کسرہ سے! یائے متکلم کا اعرابی علامات کے تغیّر و تبدّل میں کوئی کردار نہیں۔

اسمِ مفرد کی قید سے مثنیٰ اور ہر طرح کی جمع (بشمول جمع مذکر سالم) خارج ہوگئی۔ اور صحیح کہنے سے معتل الآخر خارج ہو گیا۔ چونکہ عربی زبان میں واؤ ماقبل مضموم پر ختم ہونے والا کوئی بھی اسم متمکن نہیں (ذُو کا واؤ اعرابی علامت بھی ہے اور یہ ضمیر کی طرف مضاف بھی نہیں ہوتا۔) اس لئے معتل الآخر کی صرف دو قسمیں بچتی ہیں۔ مقصور اور منقوص۔ اس قید سے یہ دونوں اقسام خارج ہوگئیں۔ اور جمعِ مذکرِ سالم کے ماسوا تمام اقسامِ جمع کو شامل کرنے سے جمعِ مکسر کی تمام اقسام (منصرِف وغیر منصرف) اور جمعِ مؤنثِ سالم اس میں داخل بھی ہوگئیں اور جمعِ مذکرِ سالم خارج بھی ہوگئی۔

هٰذَا الذِی وَصَلتُ اِلیهِ بعدَ مطالعةِ عَشَرَاتٍ مِن الکتبِ النحو یةِ !!

یائے متکلم کا حکم: یہاں ایک اہم بحث باقی ہے کہ یائے متکلم کا اضافت کے بعد خود اپنا کیا حکم ہے؟

(أ) اگر اس سے پہلے کوئی حرفِ علت آئے (اسم مقصور، منقوص، تثنیہ یا جمع مذکر سالم کی صورت میں) تو اس وقت یائے متکلم کو مبنی علی الفتح کرنا واجب ہے۔ ایسے تمام اسماء کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔ جیسے:

هُدَایَ ، دَاعِیَّ ، اَخَوَایَ ، ناصِرِیَّ ۔ (ان میں سے کسی اسم کو یاء کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے مناسبت کا وجوبی کسرہ نہیں دیا گیا)۔

(ب) ان کے ماسوا کوئی بھی اسمِ صحیح (خواہ مفرد ہو یا جمع) جب یاء کی طرف مضاف ہو تو یاء کو مبنی علی السکون کرنا بھی فصیح ہے اور مبنی علی الفتح کرنا بھی فصیح اور درست ہے۔ اور اس صورت میں یاء کی مناسبت کے لئے مضاف کے آخری حرف کو کسرہ دینا واجب ہے (یعنی مناسبت کا کسرہ صرف ان اسماء کو دینا واجب ہے)۔ **مبنی علی السکون** کی مثال: هٰذَا صِرَاطِیْ ، قُلْ لِعِبَادِیْ، **مبنی علی الفتح** ہونے کی مثال: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا ، مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۔ (اصل میں مَالِیَ ہے۔ اور آیت کے اختتام میں یاء کے فتحہ کو ظاہر کرنے کیلئے اس پر هاء الوقف کا اضافہ فرمایا گیا ہے)۔

یائے متکلم کے گیارہ احکام: مذکورہ بالا گفتگو صرف اس یائے متکلم کے بارے میں ہے جو عام مقامات پر مضاف الیہ واقع ہو۔ اگر یائے متکلم اسمِ منادیٰ کا مضاف الیہ واقع ہو تو مختلف استعمالات میں اس کے احکامات میں کئی طرح کا تنوع آجاتا ہے۔ بعض مقامات پر اس یاء کا ایک حکم ہے، بعض حالات میں دو حکم ہیں، بعض مقامات میں چھ حکم ہیں اور بعض صورتوں میں گیارہ احکام ہیں۔ یعنی خود یائے متکلم میں گیارہ قسم کے تصرفات اور تبدیلیاں کی جاسکتی ہیں۔ یہ نہایت خوبصورت، دلکش، جامع اور معلومات آفریں بحث آپ کتاب الاضافة میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

حذفِ یاء کا جواز: یائے متکلم جب ساکن ہو تو مضاف الیہ ہونے کی صورت میں اکثر حذف ہو جاتی ہے۔ جیسے: لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۔ یہاں اصل میں دِیْنِیْ ہے ایسے میں حذفِ یاء پر دلالت کرنے کے لئے مضاف الیہ پر کسرہ پھر بھی برقرار رہتا ہے خواہ اس کا اعراب کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

تمرین: درج ذیل امثلہ میں اسمِ مقصور اور مضاف الی الیاء کا اعراب بتلائیں۔ اسمِ مقصور میں سے منصرف اور غیر منصرف کی شناخت کریں اور مضاف الی الیاء میں واضح کریں کہ اسے اعراب لفظی ملا ہے یا تقدیری؟ اور کس علامت کے ساتھ ملا ہے اور یاء موجود ہے یا محذوف؟

وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ ۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ۔ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ ۔ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ ۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا ۔ فَطُوْبٰی لَهُمْ ۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ ۔ هَلَکَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۔ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ ۔ تِلْکَ الْقُرٰی ۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۔ حَسْبِیَ اللّٰهُ ۔ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ۔ وَلَا یَجْرِ مَنَّکُمْ شِقَاقِیْ ۔ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۔ یٰقَوْمِ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ ۔ وَکَذَّبْتُمْ رُسُلِیْ ۔ فَکَیْفَ کَانَ عِقَابِ ۔ نَزْلَةً اُخْرٰی ۔ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۔ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ ۔ اِنَّهٗ لَهُدًی وَّذِکْرٰی لِلْمُتَّقِیْنَ ۔

نحومیر:پانز دھُم :اسمِ منقوص وآں اسمیست کہ آخرش یائے ماقبل مکسور باشد۔ چوں : قاضِیْ ۔ رفعش بتقدیرِ ضمہ باشد ونصبش بفتحۂ لفظی وجرش بتقدیرِ کسرہ ۔ چوں : جَآءَ القاضِیْ وَرَاَیْتُ الْقَاضِیَ وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ ۔

ترجمہ:پانز دھُم:اسمِ منقوص ہے ۔یہ وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ہواور اس کا ماقبل مکسور ہو۔ جیسے : قَاضِی۔اس کورفع تقدیرِ ضمہ سے ، نصب فتحۂ لفظی سے اور جر تقدیرِ کسرہ سے دی جاتی ہے۔جیسے: جَآءَ الْقَاضِیْ الخ ۔

تشریح:(۱) جس طرح مصنف نے ترتیب سے پہلے لفظی اور پھر تقدیری اعراب کی بحث فرمائی ہے اسی طرح تقدیری اعراب میں بھی یہ ترتیب ملحوظ رکھی ہے کہ پہلے ان دواقسام کا ذکر فرمایا جن میں اسمِ متمکن کا اعراب مکمل طور پر مقدر ہوتا ہے اور رفع ونصب وجر میں کہیں بھی لفظاً نہیں آتا۔ اب آخر میں دو ایسی اقسام کا ذکر کررہے ہیں جن میں بعض حالتوں میں اعراب لفظاً آتا ہے اور بعض میں تقدیراً ۔

پھر مزید ترتیب یہ رکھی کہ جس طرح لفظی اعراب کے بیان میں پہلے اعراب بالحرکت کا ذکر کیا (پہلی پانچ اقسام میں) اسی طرح اعراب تقدیری میں بھی پہلے اعراب بالحرکت کا ذکر (تیرہویں سے لیکر اس پندرھوں قسم تک) لائے ہیں اور سب سے آخر میں اعرابِ تقدیری کی وہ قسم لائیں گے جسے اعراب بالحرف تقدیری ملتا ہے۔

(۲)اسمِ منقوص کونصب میں لفظاً فتحہ ملتاہے اور رفع میں ضمہ اور جر میں کسرہ مقدر ہوجاتا ہے۔ جبکہ اسمِ مقصور اور مضاف الی الیاء کوتینوں اعراب مقدر ہوکر ملتے ہیں۔

(۳) ائمۂ نحو کی اس مقام پر تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اسماء میں اعراب کا ظاہر ہونا متعذر ہوجاتا ہے اور بعض میں ثقیل ہوجاتا ہے۔ جہاں متعذر ہوجائے وہاں کسی بھی اعراب کی علامت ظاہر نہیں ہوتی اور جہاں ثقیل ہو وہاں ثقیل حرکات نہیں پڑھی جاتیں۔ البتہ خفیف حرکت پڑھ لی جاتی ہے۔

چنانچہ اسم کے آخر میں اگر الف آجائے (اسمِ مقصور) تو الف ایسا حرف ہے جس پر کسی بھی حرکت کا پڑھنا ناممکن ہوجاتا ہے (تعذر کا مطلب بھی ناممکن ہونا ہے) چنانچہ اسمِ مقصور پر اعراب کی کوئی بھی حرکت نہیں پڑھی جاسکتی۔ اور چونکہ یہ اسماء متمکن ہیں (غیر متمکن کی تمام اقسام کا پہلے بیان ہوچکا ہے اور اسمِ مقصور کا ان میں کہیں ذکر نہیں) لہذا ان کا اعراب تو عوامل کے ساتھ ساتھ بدلنا ضروری ہے۔ اس لئے ہم یہ فرض کرلیں گے کہ ھُدًی ، مُوْسٰی وغیرہ اسماء پر (چونکہ یہ مبنی نہیں) اس لئے عوامل کے بدلنے سے اعراب تو بدل رہے ہیں۔ مگر آخر میں الف آنے سے ان میں ایسا تعذر پیدا ہوگیا ہے کہ وہ ضمہ ، فتحہ یا کسرہ پڑھا نہیں جارہا۔ اس لئے ہم فرض کرلیں گے کہ یہاں رفع کی حالت میں ضمہ ہے تو سہی مگر الف کے تعذر کی وجہ سے پڑھا نہیں جارہا۔ نصب کی صورت میں یہاں فتحہ موجود تو ہے مگر تعذر کی

وجہ سے ہم پڑھ نہیں سکتے اور جر کی حالت میں اگر منصرف ہوتو کسرہ اور غیر منصرف ہوتو فتحہ ہونا تو چاہئے لیکن الف کی وجہ سے اس کا پڑھنا ممکن نہیں۔(یہاں الف کی جگہ کوئی اور حرف ہوتا تو ہم ضرور پڑھ سکتے کیونکہ یہ اسم معرب اور متمکن ہے)۔
اور ضمہ ، فتحہ ، کسرہ اس لئے مقدر مانا جارہا ہے کہ بنیادی طور پر (جمع کے تین اوزان کے علاوہ تمام اسمائے مقصورہ مفرد منصرف ہیں۔اور فَعْلٰی ، فَعَالٰی ، فُعَالٰی کے تین اوزان اگر چہ جمع ہیں مگر جمع مکسر غیر منصرف ہیں۔ اعراب ان کا بھی حرکت سے ہی آتا ہے۔فرق پڑے گا تو صرف منصرف اور غیر منصرف کا پڑے گا۔ فافهم۔
(۴) اسی طرح مضاف الی الیاء میں اسمِ صحیح الآخر کو یاء کی مناسبت کا کسرہ دینا واجب ہے۔جب یاء کی وجہ سے کسرہ دینا واجب ہوگیا اور اسے پہلے ہی کسرہ مل گیا تو اب اس پر کوئی بھی دوسرا اعراب پڑھنا متعذر ہوگیا۔کیونکہ ایک اسم پر دو اعراب نہیں آسکتے۔اس تعذر کی وجہ سے یہاں بھی تمام اعرابی حرکات مقدر ہوں گی۔
رہا یہ سوال کہ جر کی صورت میں اس پر لفظاً کسرہ موجود ہے تو پھر کسرہ مقدر ماننے کی کیا ضرورت ہے؟اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کسرہ جر کا نہیں بلکہ یاء کی مناسبت کا ہے۔اگر جر کا ہوتا تو نصب و رفع میں کیوں موجود ہوتا؟۔
(۵) اور جہاں ثقل پایا جائے وہاں ثقیل حرکات نہیں پڑھی جائیں گی اور خفیف پڑھی جائیں گے۔چنانچہ اسمِ منقوص میں یائے ساکنہ پر ضمہ اور کسرہ دونوں ثقیل ہیں۔(۱) ضمہ اس لئے ثقیل ہے کہ ضمہ یاء کی مخالف حرکت ہے۔اور مخالف حرکت کے ساتھ یاء کا ادا کرنا اہل عرب کے ہاں ثقیل تھا۔(۲) اور کسرہ اس لئے ثقیل ہے کہ وہ یاء کے موافق حرکت ہے۔کسرہ کو آدھی یاء کہا جاتا ہے اور ایک یاء کو دو کسروں کے برابر قرار دیا جاتا ہے۔اگر کسرہ کے متصل بعد یاء مکسور آئے تو چار کسروں کا اجتماع لازم آئے گا جو اھلِ عرب کے ہاں نہایت ثقیل شمار کیا جاتا ہے۔اس ثقل کی وجہ سے نہ اسمِ منقوص پر رفع کا ضمہ ظاہر ہوسکتا ہے نہ ہی جر کا کسرہ ظاہر ہوسکتا ہے۔
لیکن ان دونوں کے برعکس فتحہ نہ یاء کا مخالف ہے کہ اس کی ادائیگی یاء پر بوجھ بن جائے ، نہ ہی کسرہ کی طرح اس کا جزو ہے کہ اس سے اجتماعِ کسراتِ اربعہ لازم آئے۔اس لئے اس کا یاء پر پڑھنا اہلِ عرب کے لئے ثقیل نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسمِ منقوص پر نصب کا فتحہ لفظاً آتا ہے۔
(۶) اسی طرح یاء سے پہلے (جمعِ مذکرِ سالم کی) واؤ آئے تو اس کا یاء سے پہلے پڑھنا تو ضمہ سے بھی زیادہ ثقیل تھا۔اس لئے جمعِ مذکرِ سالم اگر مرفوع حالت میں مضاف ہوتو یاء سے پہلے جمع کی واؤ کو یاء سے بدلنا واجب ہے۔اور پھر یاء کا یاء میں ادغام واجب ہے۔جس طرح مفرد اسماء کو یاء کی مناسبت کیلئے کسرہ دینا واجب تھا ، اس طرح واؤ کو یاء سے بدلنا واجب ہوا۔اب ہم جب کسی مرفوع جمعِ مذکرِ سالم کو یائے متکلم کی طرف مضاف کرتے ہیں تو واؤ ، یاء سے بدل جاتی ہے اور ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہاں واؤ مقدر ہے۔کیونکہ جمعِ مذکرِ سالم کا رفع تو بہر حال واؤ ہی سے آتا ہے۔
لیکن نصب جر میں چونکہ جمع مذکر سالم کو یاء سے اعراب ملتا ہے اور یہ یاء ساکن ہے۔اور ہم پہلے کہہ آئے ہیں کہ یائے

متکلم سے پہلے کوئی بھی حرف علت آئے تو یائے متکلم کو مبنی علی الفتح کرنا واجب ہے۔ جب پہلی ساکن اور دوسری متحرک یاء ایک حکمی کلمہ میں جمع ہوئیں تو ان کا ادغام واجب ہوگیا۔ اور چونکہ یاء اپنی اصل حالت میں موجود رہ کر یائے متکلم میں مدغم ہوئی ہے اس لئے ہم کہیں گے کہ جمعِ مذکرِ سالم منصوب اور مجرور حالت میں یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کی یاء لفظاً پڑھی جاتی ہے۔

(اس آخری بحث کا تعلق سولھویں قسم سے ہے۔ اصولی طور پر اسے وہیں آنا چاہئے تھا، لیکن سابقہ گفتگو نامکمل رہ جاتی اگر ہم اس کا یہاں تذکرہ نہ کرتے۔ اساتذۂ کرام آخری دونوں اقسام کا اجمالی تعارف اکٹھا کرا کر یہ بحث کریں تو بچوں کو بہت فائدہ ہوگا) وَمَاتَوفِیْقُنا اِلّابِاللہِ۔

(۷) اسمِ منقوص کی یاء منصوب حالت میں ہمیشہ ظاہر ہوتی ہے جیسے! (۱) وَدَاعِیًااِلَی اللہِ (۲) اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللہِ (۳) یَتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ لَاعِوَجَ لَهٗ۔ اور مرفوع و مجرور حالت میں اگر مضاف یامعرف باللام ہو تو ظاہر ہوتی ہے جیسے: (۱) اَرْسَلَ الْقَاضِیْ اِلَی الْمُحَامِیْ رِسَالَةً (جج صاحب نے وکیل کو خط بھیجا)۔ (۲) اَرْسَلَ قَاضِی الْمَحْکَمَةِ اِلٰی مُحَامِی الجانِیْ رِسَالَةً۔ (عدالت کے جج صاحب نے مجرم کے وکیل کو خط بھیجا)۔ اور اگر اسمِ منقوص مجرور ومرفوع حالت میں نہ مضاف ہو نہ ہی معرف باللام تو اس وقت اس کی یاء حذف ہوجاتی ہے۔ جیسے: کَتَبَ مُحَامٍ اِلٰی جَانٍ رِسالَةً (ایک وکیل نے ایک مجرم کو خط لکھا)۔

ملاحظہ: دورانِ بحث اتنی امثلہ گذر چکی ہیں کہ تمرین کی مزید ضرورت نہیں۔

نحومیر : شانزدھم : جمع مذکرِ سالم مضاف بیائے متکلم چوں: مُسْلِمِیَّ رفعش بتقدیر واؤ باشد ونصب وجرش بیائے ماقبل مکسور۔ چوں: ھٰؤُلَآءِ مُسْلِمِیَّ کہ دراصل مُسْلِمُوْنَ بود۔ نون باضافت ساقط شد۔ واؤ ویاء جمع شدہ بودند وسابق ساکن بود۔ واؤ رابیابدل کردند ویاء رادریاء ادغام کردند مُسْلِمِیَّ شد۔ ضمۂ میم رابکسرہ بدل کردند۔ وَرَاَیْتُ مُسْلِمِیَّ ومَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

ترجمہ: شانزدھم: جمعِ مذکرِ سالم جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے: مُسْلِمِیَّ۔ اس کو رفع تقدیرِ واؤ سے اور نصب وجر یائے ماقبل مکسور (لفظی) سے ملتا ہے۔ جیسے: ھٰؤُلَآءِ مُسْلِمِیَّ۔ کہ اصل میں مُسْلِمُوْنَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گرگیا۔ واؤ اور یاء اکٹھے آگئے اور ان میں سے پہلا حرف ساکن تھا۔ واؤ کو (مَرْمِیٌّ کے صرفی قانون کے تحت) یاء سے بدل دیا اور یاء کا یاء میں ادغام کردیا تو مُسْلِمُیٌّ ہوگیا۔ پھر میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو مُسْلِمِیَّ ہوگیا۔ اور (نصب وجر کی مثال) رَاَیْتُ مُسْلِمِیَّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِیَّ۔

تشریح: اس کی تشریح سابقہ بحث میں کردی گئی ہے۔ جمعِ مذکرِ سالم کو یائے متکلم کی طرف مضاف کرنے کی عام

طور پر بہت کم ضرورت پڑتی ہے۔لیکن چونکہ ایسا کرنا ممکن ہے اس لئے علمائے نحو کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا نحوی حکم متعین کریں۔قرآنِ کریم میں ہمیں جمع مذکر سالم مضاف الی الیاء کی صرف ایک مثال ملی ہے: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ۔

نحومیر : فصل : بدانکہ اعرابِ مضارع سہ ست : رفع ونصب وجزم ۔فعلِ مضارع باعتبارِ وجوہِ اعراب بر چہار قسم ست ۔ **اول** صحیح مجرد از ضمیر بارزِ مرفوع برائے تثنیہ وجمعِ مذکر وبرائے واحدِ مؤنثِ مخاطبہ ۔ رفعش بضمہ باشد نصب بفتحہ وجزم بسکون ۔ چوں : هُوَيَضْرِبُ وَلَنْ يَّضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ ۔

دُوُم : مفردِ معتلِ واوی ۔ چوں : يَغْزُوْ ویائی ۔چوں : يَرْمِيْ ۔ رفعش بتقدیرِ ضمہ باشد ونصب بفتحۂ لفظی وجزم بحذفِ لام ۔ چوں : هُوَيَغْزُوْ وَيَرْمِيْ وَلَنْ يَّغْزُوَ وَلَنْ يَّرْمِيَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يَرْمِ۔

ترجمہ: فصل : فعلِ مضارع کا اعراب تین طرح کا ہے۔رفع ، نصب اور جزم ۔فعلِ مضارع اعراب قبول کرنے کے اعتبار سے چار قسم کا ہوتا ہے۔**اول :** (فعلِ مضارع) صحیح جو تثنیہ ، جمع مذکر اور واحد مؤنثِ مخاطبہ کی ضمائرِ بارزہ سے خالی ہو۔اس کو رفع ضمہ سے ،نصب فتحہ سے اور جزم سکون سے دی جاتی ہے ۔جیسے: هويضربُ الخ

دُوُم : مفردِ معتلِ واوی ۔جیسے: يَغْزُوْا اور یائی ۔جیسے: يَرْمِيْ اس کو رفع تقدیرِ ضمہ سے ، نصب فتحۂ لفظی سے اور جزم حذفِ حرفِ علت سے دی جاتی ہے۔جیسے: هُوَيَغْزُوْ وَيَرْمِيْ الخ ۔

نحومیر: سِوُم : مفردِ معتلِ الفی چوں : يَرْضٰی ۔رفعش بتقدیرِ ضمہ باشد ونصب بتقدیرِ فتحہ وجزم بحذفِ لام ۔ چوں : هُوَيَرْضٰی وَلَنْ يَّرْضٰی وَلَمْ يَرْضَ ۔

چھارُم: صحیح یا معتل باضمائر ونونہائے مذکورہ ۔رفعِ شان باثباتِ نون باشد : چنانکہ در تثنیہ گوئی : هُمَايَضْرِبَانِ وَيَغْزُوَانِ وَيَرْمِيَانِ وَيَرْضَيَانِ۔ ودر جمعِ مذکر گوئی : هُمْ يَضْرِبُوْنَ وَيَغْزُوْنَ وَيَرْمُوْنَ وَيَرْضَوْنَ۔ ودر مفردِ مؤنثِ حاضر گوئی : اَنْتِ تَضْرِبِيْنَ وَتَغْزِيْنَ وَتَرْمِيْنَ وَتَرْضَيْنَ ۔ ونصب وجزم بحذفِ نون ۔ چنانکہ در تثنیہ گوئی : لَنْ يَّضْرِبَا وَلَنْ يَّغْزُوَا وَلَنْ يَّرْمِيَا وَلَنْ يَّرْضَيَا۔وَلَمْ يَضْرِبَا وَلَمْ يَغْزُوَا وَلَمْ يَرْمِيَا وَلَمْ يَرْضَيَا۔ ودر جمعِ مذکر گوئی : لَنْ يَّضْرِبُوْا وَلَنْ يَّغْزُوْا وَلَنْ يَّرْمُوْا وَلَنْ يَّرْضَوْا ۔ وَلَمْ يَضْرِبُوْا وَلَمْ يَغْزُوْا وَلَمْ يَرْمُوْا وَلَمْ يَرْضَوْا۔ ودر واحدِ مؤنثِ حاضر گوئی : لَنْ تَضْرِبِيْ وَلَنْ تَغْزِيْ وَلَنْ تَرْمِيْ وَلَنْ تَرْضَيْ۔ وَلَمْ تَضْرِبِيْ وَلَمْ تَغْزِيْ وَلَمْ تَرْمِيْ وَلَمْ تَرْضَيْ ۔

ترجمہ: سِوُم : مفردِ معتلِ الفی : جیسے: يَرْضٰی ۔اس فعلِ مضارع کو رفع تقدیرِ ضمہ سے ، نصب تقدیرِ فتحہ سے اور جزم حذفِ لام سے دی جاتی ہے ۔جیسے: هُوَيَرْضٰی الخ ۔**چھارُم :** صحیح یا معتل فعلِ مضارع ، جس کے آخر

میں (تثنیہ یا جمع مذکر یا واحد مؤنث مخاطبہ کی) ضمیرِ بارز اور نونِ مذکورہ متصل ہو۔ ان کا رفع اثباتِ نون سے آتا ہے۔ چنانچہ آپ تثنیہ میں کہتے ہیں: هُمَا يَضْرِبَانِ الخ اور جمعِ مذکر میں کہتے ہیں: هُمْ يَضْرِبُوْنَ الخ اور واحدِ مؤنثِ مخاطبہ میں کہتے ہیں: انتِ تَضْرِبِيْنَ الخ ۔ اور نصب وجزم حذفِ نونِ اعرابی سے آتی ہے۔ چنانچہ آپ تثنیہ میں کہتے ہیں: لَنْ يَّضْرِبَا الخ اور جمع میں کہتے ہیں: لَنْ يَّضْرِبُوْا الخ اور واحدِ مؤنثِ مخاطبہ میں کہتے ہیں: لن تضربی الخ ۔

تشریح: قبولیتِ اعراب کے حوالے سے فعلِ مضارع پہلے دو قسموں پر منقسم ہوتا ہے (۱) مفرد الوزن (وہ صیغے جو مفرد کے وزن پر آتے ہیں جیسے (يَضْرِبُ تَضْرِبُ اَضْرِبُ نضرِبُ) اور (۲) ضمائر بارزہ بانونِ اعرابی ۔ یعنی جن کے آخر میں ضمیر بارز بھی ہو اور نون اعرابی بھی! (ان سے جمع مؤنث کے دونوں مبنی صیغے از خود خارج ہو گئے کہ ان کے آخر کا نون اعرابی نہیں بلکہ ضمیر جمع مؤنث ہے)۔ ان دوسری قسم کے افعال کو نحویوں کے ہاں افعالِ خمسہ کہا جاتا ہے۔

(۱) افعال خمسہ کا بلا تفریق تمام ہفت اقسام میں ایک ہی اعراب ہے کہ رفع اثباتِ نون سے اور نصب وجزم حذفِ نون سے دی جائے گی۔

(۲) پھر مفرد صیغوں کو دو قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۱) صحیح (۲) معتل ۔ **صحیح** کا اعراب رفع ضمۂ لفظی سے، نصب فتحۂ لفظی سے اور جزم سکون سے، اور معتل کو پھر دو قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے (۱) معتل الفی (۲) معتل واوی ویائی۔ **معتل الفی** کو رفع تقدیرِ ضمہ سے، نصب تقدیرِ فتحہ سے اور جزم حذفِ لام سے دی جاتی ہے جبکہ **معتلِ واوی ویائی** کو رفع تقدیر ضمہ سے، نصب فتحۂ لفظی سے اور جزم حذفِ لام سے دی جاتی ہے۔

اسم اور فعل کا اعراب یکساں ہے

یہاں ہم نہایت اختصار سے عرض کر دیں کہ عربی میں اسمِ معرب اور فعلِ معرب کا اعراب بالکل ایک جیسا ہے اور قبولیتِ اعراب کے اسباب وعلل میں بھی مکمل یکسانیت پائی جاتی ہے۔

اسمِ مفردِ منصرف صحیح: اسم کی بحث میں ہم مسلسل اس بات پر زور دیتے آئے ہیں کہ مفردِ منصرفِ صحیح کا اعراب ہمیشہ لفظی حرکت سے آتا ہے۔ پھر صحیح اور معتل میں فرق آتا ہے کہ معتل میں اعراب مقدر ہو جاتا ہے۔ **فعلِ مضارع** میں بھی یہی صورت حال ہے کہ صحیح کا اعراب بالحرکت لفظی آتا ہے اور معتل میں مقدر ہو جاتا ہے۔

اسمِ مفردِ منصرف میں بھی معتل دو قسموں پر تقسیم ہوتا ہے (۱) الفی (۲) غیر الفی ۔ اور معتل الفی (اسمِ مقصور) پر تعذر کی وجہ سے کوئی بھی حرکت نہیں پڑھی جاتی جبکہ غیر الفی (اسم منقوص) میں ثقل کی وجہ سے کسرہ اور ضمہ تو نہیں

پڑھا جاتا لیکن فتحہ ضرور پڑھا جاتا ہے۔ فعل مضارع میں بھی معتل کی یہی دو قسمیں ہیں (۱) الفی اور (۲) غیر الفی۔ اور دونوں کا وہی حکم ہے کہ الفی میں ضمہ اور فتحہ دونوں تعذر کی وجہ سے نہیں پڑھے جاتے (فعل پر) کسرہ نہیں آتا اس لئے وہ خارج از بحث ہے) جبکہ غیر الفی میں ضمہ تو نہیں پڑھا جاتا البتہ نصب کا فتحہ ضرور پڑھا جاتا ہے۔

پھر تثنیہ اور جمع کی واو اور الف اسم میں چونکہ خود اعراب کی علامات تھیں اس لئے وہاں ان میں تصرف کیا گیا اور فعل مضارع میں چونکہ واؤ الف (اور واحد مونث مخاطبہ کی یاء) خود نہیں بلکہ ان کے بعد آنے والا نون اعراب کی علامت ہے اسلئے اس میں تصرف کیا گیا۔ کیونکہ یہ یاء اسم میں جمع مذکر سالم کی یاء سے مشابہت رکھتی ہے۔ (گویا اسم میں بھی اور فعل میں بھی اعراب بالحرف کا تعلق تثنیہ اور جمع یا ان کے ملحقات سے ہے)۔

(اسم اور فعلِ مضارع کے اعراب کی یگانگت کے حوالے سے ہم نے عربی تراکیب کے موضوع پر اپنی نہایت منفرد تصنیف: کتاب الاعاریب میں نہایت تحقیقی گفتگو کی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائی جائے)۔

یہاں ہم اساتذہ کرام کے تفننِ طبع کے لئے اسم اور فعلِ مضارع کے اعراب کی یکسانیت کے حوالے سے چند مثالیں دے رہے ہیں۔ یاد رہے کہ عربی میں واوِ ساکن ماقبل مضموم پر ختم ہونے والا کوئی اسم نہیں پایا جاتا۔ مگر فعل پایا جاتا ہے۔

مفردِ صحیح: (۱) یَخْلُقُ اللّٰہُ فعل اور اسم دونوں کو رفع ضمۂ لفظی سے ملا کیونکہ دونوں مفرد صحیح ہیں۔ (۲) اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ فعلِ مضارع اور اسم دونوں کو مفرد صحیح ہونے کی وجہ سے نصب فتحۂ لفظی سے ملا۔ (نصب اور رفع اسم اور فعل کا مشترک اعراب ہیں۔ آگے جزم اور جر میں دونوں کی راہیں جدا ہوجاتی ہیں (۳) اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۔ فعلِ مضارع کو جزم سکونِ لفظی سے اور اسمِ معرب کو جر کسرۂ لفظی سے ملا۔

مفردِ معتلِ الفی: (۱) مُوْسٰی یَخْشَی اللّٰہَ۔ اسم اور فعل دونوں مرفوع ہیں اور دونوں کو ضمہ سے رفع ملا ہے مگر چونکہ دونوں معتل الفی ہیں اسلئے دونوں کا ضمہ مقدر ہے۔

(۲) اِنَّ عِیْسٰی لَنْ یَّخْشٰی اَحَدًا اِلَّا اللّٰہَ۔ مفردِ معتلِ الفی ہونے کی وجہ سے اسمِ معرب اور فعلِ مضارع دونوں کو نصب تقدیرِ فتحہ سے مل رہی ہے۔

(۳) لَمْ یَرْضَ الْوَالِدُعَنْ زَکَرِیَّا۔ فعلِ مضارع معتل الفی کو جزم حذفِ نون سے اور اسمِ مقصور کو جر مقدر کسرہ سے ملی۔ فعل میں جر آ نہیں سکتی۔

مفردِ معتلِ غیر الفی (۱) یَقْضِی الْقَاضِیْ۔ (۲) یَغْزُو الغَازِیْ۔ (فعل میں چونکہ معتلِ غیرِ الفی دونوں طرح (یاء اور واؤ سے) آتا ہے اور اسم میں صرف یاء سے آتا ہے اس لئے فعل کی دو طرح کی اور اسم کی ایک طرح کی مثال دی جارہی ہے)۔ دونوں مثالوں میں مفردِ معتلِ غیرِ الفی فعلِ مضارع اور اسم معرب دونوں کو رفع تقدیرِ ضمہ سے ملا ہے۔

(۳)اِنَّ الدَّاعِیَ لَنْ یَدْعُوَ اَحَدًا اِلَی الشَّرِّ ۔ (۴)اِنَّ الْقَاضِیَ لَنْ یَقْضِیَ اِلَّا بِالْعَدْلِ ۔ اسمِ منقوص اور فعلِ معتلِ واوی ویائی کونصب لفظی فتحہ سے ملا۔

تثنیہ وجمع : اسمِ معرب میں تثنیہ اورجمعِ مذکرِ سالم کے صیغے اورفعل مضارع میں الف ،واؤ یایاء کی ضمائر بازرہ کے صیغے شکل میں بالکل ایک جیسے ہیں۔مگر **فرق** یہ ہے کہ اسم میں الف ، واؤ اور یاء خود اعراب کی علامات ہیں اور ان کے بعد آنے والا نون مفرد کی تنوین کا عوض ہے۔جبکہ فعل میں آنے والا الف ، واؤ اوریاء ضمیرِ فاعل ہے اوران کے بعدآنے والا نون اعراب کی علامت ہے۔

اس لئے ان میں **قدر مشترک** یہ رکھی گئی کہ ان علاماتِ اعراب میں تصرف کیا جائے اور وہ تصرف مفرد سے مختلف بھی ہو اور فعل واسم میں یکسانیت کا حامل بھی ہو۔ چنانچہ اسم میں اعرابی تصرف یوں کیا گیا کہ تثنیہ کے الف کو نصب وجر دونوں حالتوں میں یاء سے تبدیل کیا گیا جوفعلِ مضارع کی بعض صورتوں (معتلِ الفی کی جمعِ مؤنث کے صیغوں) کے مشابہ ہے۔اورجمعِ مذکرِسالم کونصب وجر میں یائے ماقبل مکسور سے بدل دیا جوفعلِ مضارع کی واحدِ مؤنثِ مخاطبہ کے مشابہ ہے۔اور رفع کی حالت میں تثنیہ کا الف اورجمع کی واؤ کو برقرار رکھا جائے۔جوفعلِ مضارع میں جمعِ مذکرِ غائب وحاضر کے مشابہ ہے۔

اس کے بالمقابل فعلِ مضارع میں رفع میں نون کو بحال رکھا گیا اورنصب وجزم میں الف واؤ اور یاء میں تصرف کرنے کی بجائے نون میں تصرف کیا گیا۔اس طرح تثنیہ اور جمع کے صیغوں میں اسم اورفعل دونوں کو اعراب بالحرف دیا گیا۔

جس طرح ایسے صیغوں میں اسم کا نصب وجر ایک جیسا رکھا گیا ، اسی طرح اس قسم کے صیغوں میں فعلِ مضارع کا نصب وجزم بھی یکساں رکھا گیا۔

تمرین: درج ذیل امثلہ میں واضح کریں کہ (۱)فعلِ مضارع چہار اقسامِ معرب میں سے کس قسم سے تعلق رکھتا ہے (۲) اسے کونسا اعراب دیا گیا ہے!اور(۳) یہ اعراب اسے کس طرح دیا گیا؟۔

لَنْ تَصْبِرَ۔وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ ۔ وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ ۔ وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا۔اِن تَعُوْدُوْا نَعُدْ۔یُرِیْدَانِ اَنْ یُّخْرِجَاکُمْ ۔ وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ ۔اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ۔ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی ۔تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْٓ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ ۔ لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ ۔ یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا۔ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا۔ اِنَّهٗ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ ۔ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ۔وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ۔وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰی وَهُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی۔وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ ثُمَّ لْیَقْضُوْا

تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ وَلَاتُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَاتَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ لَعَلَّهٗ يَذَّكَّرُ اَوْيَخْشٰى۔ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ۔

نحومیر: بدانکہ عوامل اعراب بر دو قسم ست لفظی و معنوی۔ **لفظی** بر سہ قسم ست۔ حروف و افعال و اسماء۔ و این ردر سہ ابواب یاد کنیم انشاء اللّٰہ تعالیٰ۔

ترجمہ: اعراب کے عوامل دو قسم کے ہیں: لفظی اور معنوی۔ لفظی عوامل تین قسم کے ہیں حروف ، افعال ، اسماء۔ اور ان کا ذکر ہم انشاء اللہ تین ابواب میں کریں گے۔

تشریح: بحثِ عوامل: حضرتِ مصنف نے جب اسمِ معرب اور فعلِ معرب کی تمام اقسام بھی بیان فرما دیں اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ ان میں سے کون کون سی قسم رفع ، نصب ، جر یا جزم کس طرح قبول کرتی ہے، تو اب وہ ان عوامل پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو (ا) اسم کو رفع ،نصب جر میں سے کوئی اعراب دیتے ہیں یا فعل کو رفع نصب جزم میں سے کوئی اعراب دیتے ہیں۔

تکمیل بحثِ اسم معرب وفعل معرب: اس بحث کی تکمیل کے بعد معرب اسماء وافعال کی بحث پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ کیونکہ سابقہ بحث میں ہم نے یہ پڑھا کہ معرب کو اعراب کیا ملتا ہے؟ اور آئندہ بحث میں ہم پڑھیں گے کہ اسے کون کون سا اعراب کیوں ملتا ہے؟

بابِ اول درحروفِ عاملہ

ودرو دو فصل ست

فصلِ اول: درحروفِ عاملہ دراسم وآں پنج قسم ست : **قسمِ اول :** حروفِ جر وآں ہفدہ ست : بَاوَمِنْ وَاِلٰی وَحَتّٰی وَفِی ولام ورُبَّ وواوِ قسم وتائے قسم وعَن وعَلٰی وکافِ تشبیہ ومُذْومُنْذُوحَاشَا خَلَاوَعَدَا۔ این حروف دراسم روند وآخرش رابجرکنند۔ چوں: اَلْمَالُ لِزَیْدٍ۔

ترجمہ: بابِ اول حروف عاملہ کے بیان میں ہے اوراس میں دو فصلیں ہیں۔

فصلِ اول: ان حروف کے بیان میں ہے جواسم میں عمل کرتے ہیں۔ ایسے حروف پانچ قسم کے ہیں۔ **قسمِ اول :** حروف جارہ ہے۔ اور وہ سترہ حروف ہیں۔ باء ومن الخ ۔

تشریح: (۱) **حروفِ جارہ کی حقیقت:** حروفِ جارہ کبھی فعل کواسم سے ملانے کے لئے آتے ہیں۔ جیسے خُلِقَ الْاِ نْسَانُ مِنْ عَجَلٍ اور کبھی اسم کواسم سے ملانے کے لئے آتے ہیں۔ جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

(۲) **غیرمشہور حروفِ جارہ:** علمائے نحو نے مذکورہ بالا مشہور سترہ حروف جارہ کے علاوہ کَیْ ، مَتٰی ، لَعَلَّ اور لَوْلَاکوبھی حروف جارہ میں شمار کیا ہے۔

(۳) **جار مجرور اور متعلّق:** جار مجرور کومجازاً ظرف بھی کہا جاتا ہے۔ اصل ظرف (عِنْدَ ، لَدٰی ، حَیْثُ وغیرہ) ہو یا مجازی ظرف (جار مجرور) ان دونوں کے لئے متعلّق کا ہونا ضروری ہے۔ اس متعلق ہی سے ظرف اور جارہ مجرور کا معنیٰ مکمل ہوتا ہے اور وہی ظرف کا عامل بھی ہوتا ہے۔

(۵) **حروفِ جارہ زائدہ:** بعض حروفِ جارہ زائد ہیں ، بعض زائد تو نہیں مگر کبھی بطورِ زائد آجاتے ہیں اور اور بعض دائمی طور پر جاری مجرائے زائد یاشبیہ بالزائد ہیں۔ ان تمام کا حکم یہ ہے کہ انہیں متعلّق کی ضرورت نہیں ہوتی۔ قرآن کریم میں مِنْ اور باء زائدہ کا استعمال بطورِ زائدہ بہت کثرت سے ہوا ہے۔

(٦) **ظرفِ لغومستقر:** بعض مقامات پرظرف اور جارمجرور کا متعلّق کلام میں مذکور ہوتا ہے۔ ایسی ظرف کو ظرفِ لغو کہتے ہیں۔ اور بعض جگہ متعلّق محذوف ہوتا ہے۔ ایسی ظرف کو (خواہ حقیقی ظرف ہو یا مجازی) ظرفِ مستقر کہتے ہیں۔ **ظرفِ لغو حقیقی** کی مثال: وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْوَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ۔ **ظرفِ لغومجازی** کی مثال: لَقَدْ خَلَقْنَاالْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ **ظرفِ مستقرِ حقیقی** کی مثال: وَعِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ۔

ملاحظہ: ظرفِ مستقر کا متعلّق اگر وجوباً محذوف ہوتو عام طور پر: اِسْتَقَرَّ ، کَانَ ، ثَبَتَ ، حَصَلَ۔ میں سے

فعل ماضی یامضارعِ معلوم یاوُجِدَ (فعلِ ماضی یامضارعِ مجهول) کا صیغہ مقدر مانا جاتا ہے۔ یا معلوم والے افعال کا اسمِ فاعل اور وُجِدَ کا اسمِ مفعول مقدر نکالا جاتا ہے۔

ملحوظہ: ظرفِ مستقر کا متعلَّق عام طور پر چار مقامات پر وجوباً محذوف ہوتا ہے: خبر، صفت، صلہ، حال۔ **صلہ** کے مقام پر بالاتفاق فعل مقدر مانا جاتا ہے۔ دوسرے تین مقامات پر بصری اور کوفی علمائے نحو میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ ایک فریق فعل کو اور دوسرا شبہ فعل کو مقدر مانتا ہے و کلاھما صحیح۔ اور اگر جوازاً محذوف ہو تو موقعہ کی مناسبت سے کوئی مناسب فعل مقدر مانا جاتا ہے۔ جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا متعلّق اَشْرَعُ یا اَبْدَاُ وغیرہ نکالیں گے۔

ظرفِ مستقرِ مجازی کی مثال: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

(۷) حذفِ متعلق: ظرف کا متعلق بعض مقامات پر وجوباً حذف ہوتا ہے اور بعض جگہ جوازاً۔

(۸) ظرفِ مستقر: کس صورت میں محذوف متعلق کون سے فعل کو مقدر مانا جاسکتا ہے؟ اور کن افعال سے اسمِ فاعل اور کن سے اسمِ مفعول کو مقدر مانا جاسکتا ہے؟

(۹) مقدر عامل ومتعلق فعل ہوگا یا شبہ فعل؟

(۱۰) مذکور متعلق کون کون سے کلمات بن سکتے ہیں؟

یہ تمام ابحاث اور ان سے کہیں زائد تحقیقی دقائق ومعارف نہایت وضاحت اور دقیقہ سنجی کے ساتھ آپ کو ہماری تالیف: کتاب الا عاریب میں ملیں گے۔ یہاں صرف طلبہ کو یہ بتلانا ضروری ہے کہ ظرف یا جار مجرور کا متعلق ہونا ضروری ہے اور عام طور پر وہ فعل یا شبہ ہوتا ہے۔

(۱۱) وجہِ تقدیمِ حروفِ عاملہ دراسم: اعراب (معرب ہونے) میں اسم اصل ہے اس لئے سب سے پہلے ان حروف کا تذکرہ شروع کیا گیا جو اسم میں عمل کرتے ہیں۔ فعلِ مضارع چونکہ معرب ہونے میں اسم کے تابع ہے اور اسمِ فاعل کے مشابہ ہونے کی وجہ سے اسے معرب کیا گیا ہے بلکہ اس کا نام مضارع بھی اسی لئے رکھا گیا ہے کہ وہ اسم فاعل کے مضارع یعنی مشابہ ہے۔ یہ مشابہت اور مضارعت **لفظی** بھی ہے کہ یَضْرِبُ اور ضَارِبٌ کا وزنِ صوری، یُکْرِمُ اور مُکْرِمٌ کا وزن صوری، اور یُکَرِّمُ اور مُکَرِّمٌ کا وزن صوری اور عربی کے ہر مضارع اور اس سے بننے والے اسم فاعل کا وزن صوری ایک ہوتا ہے۔ اور **معنوی** مشابہت یہ ہے کہ اسمِ فاعل اور فعل مضارع دونوں زمانِ حال پر دلالت کرتے اور ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔ چونکہ فعلِ مضارع (ان دلائل کی روشنی میں) معرب ہونے میں اسم کے تابع اور اسم اس میں اصل ہے اس لئے پہلے اسم کے عوامل لائے ہیں، بعد میں مضارع کے۔

(۱۲) وجہِ تقدیم حروفِ جارہ: حروف کا اسم میں اصل عمل صرف ایک ہے اور وہ اسم کو جر دینا۔ اس لئے اسے دوسرے حروفِ عاملہ سے مقدم لائے ہیں۔ دوسرے اعمال میں حرف اصل نہیں بلکہ کسی فعل کی مشابہت کی وجہ سے وہ نصب

یا رفع کا عمل کرتا ہے۔ (اسپر آگے مختصر گفتگو آئے گی)۔

(۱۳) **ترتیب عمل:** حرف اسم و فعل دونوں میں عمل کرتا ہے، اس کے بعد فعل صرف اسم میں عمل کرتا ہے اور سب سے آخر میں اسم ہے جو کلمہ کی کسی دوسری صنف (حرف یا فعل) میں عمل نہیں کرتا بلکہ صرف اپنی صنف (اسم) میں عمل کرتا ہے۔ اس لئے تمام اقسام عوامل سے پہلے حروف سے آغاز کیا۔

تمرین: (۱) حروفِ جارہ تلاش کریں (۲) ان کا مدخول دیکھیں کہ اسے حرفِ جارہ نے کس علامت سے جر دی ہے؟ (۳) جار مجرور کا متعلق تلاش کریں۔

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ ۔ مَاسَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ۔ اٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَاوَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى اَكْثَرِهِمْ ۔ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ ۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ ۔ لَا تَيْئَسُوْامِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۔ وَاَوْحَيْنَاۤاِلٰى مُوْسٰى ۔ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۔ تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلَالِكَ الْقَدِيْمِ ۔ وَالْقَلَمِ وَمَايَسْطُرُوْنَ ۔ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۔ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتَانِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ ۔ وَاَمَّاالْجِدَارُفَكَانَ لِغُلَامَيْنِ ۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ ۔ وَعَلَيْهَاوَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۔ وَبَشَّرْنَاهُ بِاِسْحٰقَ ۔ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ۔ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۔ هٰذَامِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَامِنْ عَدُوِّهٖ ۔ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ ۔ اَنَامِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۔ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۔ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ وَاِلٰى ثَمُوْدَاَخَاهُمْ صَالِحًا ۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۔

نحومیر: دُوُم: حروفِ مشبہ بالفعل ۔ وآں شش ست : اِنَّ وَاَنَّ وَكَاَنَّ وَلٰكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ ۔ ایں حروف رااسم باید منصوب وخبرے مرفوع ۔ چوں : اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ ۔ زید رااسمِ اِنَّ گویند وقَائِمٌ راخبرِ اِنَّ ۔ بدانکہ اِنَّ واَنَّ حروفِ تحقیق ست وكَاَنَّ حرفِ تشبیہ ولٰكِنَّ حرفِ استدراک ولَيْتَ حرفِ تمنّی ولَعَلَّ حرفِ ترجّی ۔

ترجمہ: دُوُم: حروفِ مشبہ بالفعل ۔ اور یہ چھ حروف ہیں ۔ اِنَّ الخ ۔ ان حروف کا ایک منصوب اسم ہوتا ہے اور ایک مرفوع خبر ہوتی ہے ۔ جیسے : اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ ۔ زَيْد کو اِنَّ کا اسم کہتے ہیں اور قائم کو اس کی خبر کہتے ہیں ۔ **جان لیں کہ** اِنَّ اور اَنَّ حروفِ تحقیق ہیں ، كَاَنَّ حرفِ تشبیہ ہے ، لٰكِنَّ حرفِ استدراک ہے ، لَيْتَ حرفِ تمنی ہے اور لَعَلَّ حرفِ ترجی ہے ۔

تشریح: (۱) جملۂ اسمیہ میں مبتدا کو ابتداء رفع دیتی ہے اور خبر کو بعض علمائے نحو کے نزدیک ابتداء ہی رفع دیتی ہے

لیکن محققینِ نحاۃِ بصرہ کے نزدیک اسے مبتدا رفع دیتا ہے۔کوفی نحاۃ معنوی عامل سے کلی طور پر چھٹکارا پاتے ہوئے کہتے ہیں کہ مبتدا کو خبر رفع دیتی ہے اور خبر کو مبتدا رفع دیتا ہے۔ ہمارے ہاں جو نحوی کتب پڑھائی جاتی ہیں ان میں اسی قول کو ترجیح دی جاتی ہے کہ مبتدا اور خبر دونوں کو ابتداء رفع دیتی ہے۔

لیکن بعض دفعہ جملۂ اسمیہ پر ایسے عوامل داخل ہوجاتے ہیں جو ان دونوں کو خود عمل دیتے ہیں۔ انْ بیرونی عوامل کو، جو جملۂ اسمیہ کے اعراب پر اثر انداز ہوتے ہیں، نواسخِ ابتداء کہا جاتا ہے کیونکہ یہ عوامل ابتداء کا عمل منسوخ کرکے اپنا عمل اس میں جاری کرتے ہیں۔حروفِ مشبہ بالفعل بھی نواسخ ہیں۔اور جملۂ اسمیہ میں داخل ہوکر اس پر عمل کرتے ہیں۔

(۲)**حروفِ مشبهه بالفعل کی وجهِ تسمیه:** ان حروف کو مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تمام حروف لفظی طور پر بھی افعال کے مشابہ ہیں اور معنوی طور پر بھی۔

لفظی مشابهت دوطرح سے ہے۔ (ا) یہ تمام حروف فعلِ ماضی کی طرح مبنی بر فتح ہیں (ب) یہ تمام حروف افعال کی طرح ثلاثی ، رباعی اور خماسی بھی ہیں اور ہر حرف کسی فعل کے وزن پر ہے۔ چنانچہ: اِنَّ :فعل امر فِرَّ ، اَنَّ :فعل ماضی: مَدَّ ، كَاَنَّ : فعل ماضی اَمَدَّ اور فعل ماضی ضَرَبْنَ (لَعَلَّ بھی ان دونوں اوزان پر ہے) لٰكِنَّ : فعل امر: ضَارِبْنَ اور لَيْتَ: فعل ناقص: لَيْسَ کے وزن پر ہے۔

اور **معنوی مشابهت** : یہ ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ : حَقَّقْتُ کے معنی میں ، كَاَنَّ: شَبَّهْتُ کے معنی میں ،لٰكِنَّ : اِسْتَدْرَكْتُ کے معنی میں ، لَيْتَ : تَمَنَّيْتُ کے معنی میں اور لَعَلَّ :رَجَوْتُ کے معنی میں ہے۔

معنوی مشابہت کا تذکرہ لفظی مشابہت کی مزید تقویت کے لئے کیا جاتا ہے۔ وگرنہ علمائے نحو کا اس پر اجماع ہے کہ ہر حرف کسی نہ کسی فعل کا معنی ادا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جیسے: هَلْ ، اِسْتَفْهَمْتُ کے معنی میں ، قَدْ : حَقَّقْتُ کے معنی میں لَوْ :تَمَنَّيْتُ کے معنی میں ہے۔

(۳)**امتناعِ تقدیمِ خبر :** حروفِ مشبہ بالفعل کی خبر ان حروف پر مقدم ہوکر کبھی نہیں آسکتی۔ (مبتدا اور خبر میں آگا پیچھا ممکن ہے)۔

(۴)**وجوب وجواز تقدیم خبر:** البتہ ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم (حروفِ مشبہ بالفعل اور ان کے اسم کے درمیان) آسکتی ہے۔کہیں جوازاً اور کہیں وجوباً۔ (أ) اگر ان کا اسم معرفه اور خبر ظرف یا جار مجرور ہو تو خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے۔ (ب) اور اگر اسم نکره ہو اور خبر ظرف یاجاره مجرور ہو تو خبر کا مقدم لانا واجب ہے۔ چنانچہ : اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ میں اس خبر (اِلَيْنَا) کو مقدم لانا صرف جائز ہے ، واجب نہیں ہے مگر اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا میں خبر (لدینا) کو مقدم لانا واجب ہے کیونکہ اِنَّ کا اسم نکرہ ہے۔

(۵)**اَنَّ مصدریه:** اَنَّ اپنے اسم اور خبر سمیت مصدر کی تاویل اور معنی میں ہو جاتا ہے۔ جیسے : بَلَغَنِي اَنَّ

زَاهِدًاذَاهِبٌ ۔ میں اَنَّ اپنے اسم اور خبر سمیت مصدر کے معنی میں ہو جائے گا اور معنی ہوگا: بَلَغَنِي ذَهَابُ زَيْدٍ۔

(۲)**طریقۂ استخراجِ مصدر:** اَنَّ اور اس کے معمولین کو مصدر کی تاویل میں کرنے کے دو الگ الگ طریقے ہیں۔ (أ) اگر خبر فعل یا شبہِ فعل ہو تو اس کا مصدر نکال کر اسے اسمِ اَنَّ کی طرف مضاف کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ جیسا کہ اوپر بیان کردہ مثال سے ظاہر ہے۔ (ب) اور اگر خبر اسمِ جامد ہو۔ جیسے: سَمِعْتُ اَنَّ زَيْدًااَسَدٌ تو چونکہ اسمِ جامد کا کوئی مصدر ہوتا ہی نہیں اس لئے جملۂ اسمیہ سے پہلے کَوْنٌ لاکر اسے اسمِ اَنَّ کی طرف مضاف کرنے سے عقدہ حل ہو جائے گا۔ چنانچہ مذکورہ بالا جملے کا مصدری معنی یوں ہوگا: سَمِعْتُ كَوْنَ زَيْدٍ اَسَدًا ۔

(۷)**حروفِ موصولہ:** جو حروف اپنے مابعد کو مصدر کے معنی میں کرتے ہیں انہیں **حروفِ موصولہ** کہا جاتا ہے۔ حروفِ موصولہ سات ہیں۔ اَنْ ، اَنَّ ، لَوْ ، مَا ، کَیْ ، اَلَّذِی اور ھمزة التَّسوية۔

(أ) اَنْ مصدر یہ صرف فعلِ متصرف پر داخل ہو کر اسے مصدر کی تاویل میں کرتا ہے۔ یہ فعلِ ماضی ، مضارع اور امر سب پر داخل ہوتا ہے۔ جیسے: وَاَن تَصُوْمُوْاخَيْرٌلَّكُمْ ۔ (۲) اَنَّ: جملۂ اسمیہ پر داخل ہو کر پورے جملہ کو مصدر کے معنی میں کرتا ہے (۳) لَوْ صرف وَدَّ اور یَوَدُّ کے بعد آ کر فعلِ ماضی یا مضارع کو مصدر کے معنی میں کرتا ہے۔ جیسے: وَدُّوْالَوْتُدْهِنُ (اَیْ اِدْهَانُكُم) (۴) مَا خواہ مصدر یہ ظرفیہ ہو خواہ صرف مصدر یہ ہو دونوں صورتوں میں موصولِ حرفی ہے اور یہ فعلِ ماضی ، فعلِ مضارع اور جملۂ اسمیہ پر عموماً داخل ہوتی ہے۔ اسمِ جامد پر کم داخل ہوتی ہے اور فعلِ امر پر بالکل داخل نہیں ہوتی۔ ماضی کے ساتھ مامصدر یہ کی مثال: بِمَانَسُوْايَوْمَ الْحِسَابِ۔ (۵) کَیْ مصدر یہ صرف فعلِ مضارع پر آتی ہے۔ بشرطیکہ اس کَیْ پر لفظاً یا تقدیراً لام داخل ہو۔ جیسے: لِكَيْ لَايَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا۔ (۶) الذی کو آپ پیچھے اسمائے موصولہ میں پڑھ آئے ہیں۔ یہ اسمِ موصول ہے لیکن بہت کم کم مواقع پر حرفِ موصول کے طور پر بھی آتا ہے۔ جیسے: وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوْا ۔ اگر یہ اسمِ موصول ہوتا تو الذی کے بعد خاضوا میں جمع مذکر کی بجائے واحد مذکر کی ضمیر آتی۔ یہاں یہ اپنے مدخول کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہے وتقدیرہ : كَخَوْضِهِمْ ۔ (۷) همزة التسوية وہ ہمزۂ استفہام ہے جو سَوَآءٌ کے لفظ یا اس کے ہم معنی کسی دوسرے لفظ کے بعد فعل پر آتا ہے اور اس کے بعد ام عاطفه بھی آتا ہے۔ اس وقت یہ همزہ اپنے مدخول فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اور اس ھمزہ سے استفہام کا معنی بھی سلب کر لیا جاتا ہے۔ جیسے: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْ هُمْ ۔ یہاں ھمزہ کی وجہ سے معنی یوں ہوگا: سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اِنْذَارُكَ اِيَّاهُمْ اَوْعَدَمُ اِنْذَارِكَ اِيَّاهُمْ ۔

(۸) جیسا کہ اوپر بتلایا جا چکا ہے کہ اِنَّ (مکسور الهمزه) اور اَنَّ (مفتوح الهمزة) دونوں تحقیق کا فائدہ دیتے ہیں پھر کبھی همزه کے کسرہ اور کبھی فتح کے ساتھ انہیں کیوں پڑھا جاتا ہے؟ کیا ہم جب اور جہاں چاہیں ہمزہ کو کسرہ دیکر یا فتح دے کر پڑھ سکتے ہیں یا ان کے استعمالات کے مقام متعین ہیں کہ فلاں فلاں مواقع پر ہمزہ کو کسرہ کے ساتھ پڑھنا

واجب اور متعین ہے اور فلاں فلاں مقام پر فتح کے ساتھ پڑھنا واجب اور متعین ہے؟
اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے اَنَّ اور اِنَّ کے ہمزہ کے مفتوح یامکسور پڑھنے کے حوالے سے تین احوال ہیں۔ (۱) وجوب الکسر (۲) وجوب الفتح۔ (۳) جواز الفتح والکسر۔ بارہ مقامات پر کسر کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، آٹھ مقامات پر فتح کے ساتھ پڑھنا واجب ہے جبکہ نو(۹) مقامات پر دونوں طرح جائز ہے۔ ان مقامات کی تفصیل ہماری ترکیب کی کتاب: کتاب الاعاریب میں اور تفصیل کے ساتھ اس کے اسباب وعلل اور دلائل ووجوہ کا تحقیقی بیان ہماری تألیف: مُعْجَمُ الصَّرْفِ والنَّحوِ میں ملاحظہ فرمائیں۔

تمرین: درج ذیل مثالوں میں (۱) حروفِ مشبہ بالفعل تلاش کریں (۲) ان کا اسم اور خبر متعین کریں (۳) بتلائیں کہ اسم کونصب اور خبر کو رفع کون کون سی علامت سے دیا گیا اور کیوں؟ (۴) اگر اِنَّ کی خبر اِنَّ کے اسم پر مقدم ہوتو بتلائیں کہ یہاں اس کی تقدیم واجب ہے یا جائز؟۔ (۵) خبر مفرد ہے یا جملہ یاشبہِ جملہ؟ (۶) اگر شبہ جملہ ظرفِ مستقر ہے تو اس کا متعلّق کیا ہے؟

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَافِيْٓ اَنْفُسِكُمْ۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى۔اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۔اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اَلَآاِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَذٰلِكَ اَمْرًا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ۔كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۔كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۔لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۔ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۔يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا۔ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۔ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًاوَّالذّٰكِرَاتِ اَعَدَّاللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا۔وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَشْكُرُوْنَ۔

نحومیر: سِوُم:مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ۔ وآں عملِ لَيْسَ مے کنند۔ چنانکہ گوئی:مَازَيْدٌقَائِمًا۔ زید اسمِ ماست وقائماً خبرِ او۔

ترجمہ: سِوُم: مَاوَلَاالْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ یہ لَيْسَ والا عمل کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں: مَازَيْدٌ قَائِماً۔ یہاں زید، مَا کا اسم ہے اور قائماً خبر ہے۔

تشریح: (۱) ما اور لا کا یہ عمل اہلِ حجاز کے نزدیک ہے۔ بنوتمیم ان حروف کا یہ عمل تسلیم نہیں کرتے۔ اور کوفی علمائے نحو بھی انہیں یہ عمل نہیں دیتے بلکہ ایسی ترکیب میں وہ: مَازَيْدٌ قَائِمٌ پڑھتے ہیں۔ ان کے نزدیک چونکہ

ما اور لا ، لَیْسَ والا عمل نہیں کرتے اس لئے ان کے ہوتے ہوئے بھی زید قائم بدستور مبتدا وخبر رہیں گے۔ جبکہ بصری علمائے نحوان دونوں کو لیس کا عمل دیتے ہیں۔ چونکہ ما اور لا کا یہ عمل صرف اهل حجاز کے نزدیک ہے۔ اس لئے علمائے نحو کے ہاں یہ دونوں حروف ماحجازیه اور لاحجازیه کے نام سے مشہور ہیں۔

اور چونکہ قرآنِ عظیم اہلِ حجاز کی لغت میں نازل ہوا ہے اور وہ مسلّمہ طور پر عربی میں افصح اللغات ہے ، اس لئے مَا اور لا کا یہ عمل تسلیم کیا جائے گا۔ قرآن کریم میں ان دونوں کو اس عمل کے ساتھ کئی جگہ لایا گیا ہے۔

(۲)**وجهِ تسمیه:** ماحجازیه کی وجہ تسمیہ تو بتلائی جا چکی۔ انہیں مشبهتان بلیس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں حروف لَیْسَ کی طرح جملۂ اسمیہ پر داخل ہوکر معنوی عامل (ابتداء) کا عمل منسوخ کرتے ہیں۔ اور لَیْسَ ہی کی طرح مبتدا کو اپنا اسم بنا کر رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔

(۳)**مَاوَلا کا فرق:** ما اور لا کا عمل تو ایک (لَیْسَ والا) ہی ہے۔ لیکن ان دونوں کے استعمال میں ایک جوہری فرق ہے کہ مَا ، معرفه اور نکره دونوں طرح کے اسماء پر داخل ہوکر عمل کرتا ہے۔ لیکن لا ، نکره پر داخل ہوتو عمل کرتا ہے، معرفه پر آئے تو عمل نہیں کرتا۔ (وهو رأیُ اکثرِ النحاةِ)۔

ایک اور فرق یہ ہے کہ لَا کی خبر کا محذوف ہونا غالب ہے جبکہ ما کی خبر کا مذکور ہونا غالب ہے۔ ایک فرق یہ بھی ہے کہ ما کی خبر پر اکثر بائے زائدہ تاکید یہ آتی ہے جبکہ لا کی خبر پر سرے سے نہیں آتی۔ (مزید تفاصیل سے ہم دانستہ گریز کررہے ہیں)۔

(۴)**شرائطِ عمل:** ما اور لا کے عمل کی مشترک شرائط چار ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ ان کے بعد اِن نافیه زائدہ نہ آئے۔ (لَا کے ساتھ چونکہ اِنْ سرے سے آتا ہی نہیں اس لئے وہاں یہ شرط لگانے کی ضرورت نہیں) (۲) ان کے بعد اِلَّا نہ آئے۔ کیونکہ اِلّا کلامِ منفی کو کلامِ موجَب بنا دیگا اور یہ دونوں اسی وقت عمل کرتے ہیں جب یہ نفی پر دلالت کریں۔ اسی لئے: وَمَآاَمْرُ نَآاِلَّاوَاحِدَةٌ میں وَاحِدَةٌ پر رفع آیا ہے۔ (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم نہ ہو (۴) اور چوتھی شرط یہ ہے کہ ان کی خبر کا معمول بھی ان کے اسم پر مقدم نہ ہو۔

(۵)**اِنْ وَلاتَ المُشبَّهتَین بلَیْسَ:** ما و لَا مشبهتان بِلَیْس کے علاوہ عربی میں دو اور حروف بھی لَیس کی طرح نفی فائدہ دیتے اور لیس والا عمل کرتے ہیں:۔ اِن اور لَاتَ۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے: **اِنْ** : حرفِ نفی ہے اور امام سیبویه کے نزدیک یہ صرف خبر کو نصب دیتا ہے مبتدا پر اس کا دخول ہمزۂ استفہام وغیرہ دیگر حروف کی طرح بے عمل اور بے اثر ہے۔ لیکن مبرّد ،کِسائی اور نُحاةِ کوفه کہتے ہیں اِنْ جملہ اسمیہ پر داخل ہوکر ما و لا کی طرح مبتدا کو اپنا اسم بنا کر رفع اور خبر کو اپنی خبر بنا کر نصب دیتا ہے۔ اهل العالیه کے ہاں ایک ضرب المثل مشہور ہے: اِنْ اَحَدٌ خَیْراً مِّنْ اَحَدٍ اِلَّابِالْعَافِیَةِ۔ اور مالك بن اسماء کا شعر ہے: ع

اِنْ هُوَ مُسْتَوْلِيًا عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا عَلٰى اَضْعَفِ الْمَجَانِيْنِ

ان دونوں مثالوں میں خبر کو نصب دینا بھی واضح ہے اور پہلی مثال میں اسم پر رفع کا ضمہ وارد ہوا ہے جبکہ شعر میں رفع کی ضمیر مرفوع منفصل لائی گئی ہے۔

لَاتَ : اہلِ عرب بعض کلمات کو محض لفظی طور پر مؤنث بنانے کیلئے ان کے آخر میں تاء لگا دیتے ہیں۔ اسمائے اشارہ کے ذیل میں اسمِ اشارہ برائے مکان ثَمَّ کی بحث میں بھی آپ نے پڑھا کہ اہلِ عرب بعض دفعہ اس کے آگے تاء کا اضافہ کر کے ثَمَّةَ بولتے اور لکھتے ہیں۔ اسی طرح لا کو بھی لفظی طور پر مؤنث کر کے اس کے آگے تائے طویلہ لگا کر اسے لفظی طور پر مؤنث بناتے ہیں۔

عملِ لات : بصری علمائے نحو کے نزدیک لات بھی لیس کا عمل کرتا ہے مگر دو شرائط کے ساتھ۔ (۱) پہلی شرط یہ کہ اس کے دونوں معمول اسمِ ظرفِ زمان میں سے ہوں۔ (۲) اور دوسری شرط یہ ہے کہ ان میں سے ایک لازماً محذوف ہو۔ اور اکثر اس کا اسم حذف ہوتا ہے۔ بعض دفعہ اس کا اسم مذکور اور خبر محذوف ہوتی ہے۔ مثلاً اگر آپ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ پشیمانی کا وقت نہیں ہے تو اس کے لئے عربی میں اصل جملہ بنے گا: لَاتَ الْحِيْنُ حِيْنَ النَّدَامَةِ۔ لیکن چونکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ لاتَ صرف اس وقت عمل کرے گا جب اس کے معمولین میں سے کوئی ایک محذوف ہوگا۔ تو اکثر اس کا اسم حذف کر کے: لَاتَ حِيْنَ النَّدَامَةِ کہا جاتا ہے۔ مگر کبھی کبھار: لَاتَ الْحِيْنُ بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

تمرین: مَا اور لَا کے اسم اور خبر کا تعین کریں اور اعراب بتلائیں۔

مَاهٰذَا بَشَرًا۔ مَاهُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۔ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ وَمَااللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۔ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۔ (آخری دونوں آیات میں ما کی خبر مرفوع کیوں ہے؟)

نحو میر: وچهارم :لائے نفیِ جنس۔ اسمِ ایں لا اکثر مضاف باشد منصوب۔ وخبرش مرفوع چون: لَاغُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِي الدَّارِ ۔ واگر نکرۂ مفردہ باشد مبنی باشد بر فتح چوں لَارَجُلَ فِي الدَّارِ ۔ واگر بعدِ او معرفہ باشد تکرارِ لا بامعرفۂ دیگر لازم باشد ولا ملغی باشد۔ یعنی عمل نہ کند۔ وآں معرفہ مرفوع باشد بابتداء۔ چوں: لَازَيْدٌ عِنْدِيْ وَلَاعَمْرٌو ۔ واگر بعدِ آں لا نکرۂ مفردہ باشد مکرر بانکرۂ دیگر درو پنج وجہ رواست۔ چوں: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ وَلَاحَوْلٌ وَّلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

وَلَاحَوْلٌ وَّلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةً اِلَّا بِاللّٰہِ ۔

ترجمہ: چہارم: لائے نفیِ جنس ہے۔اس لا کا اسم اکثر مضاف اور منصوب ہوتا ہے۔اور خبر مرفوع ہوتی ہے جیسے: لَاغُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِي الدَّارِ ۔ اور اگر اس کا اسم نکرۂ مفرد ہو تو وہ مبنی علی الفتح ہوگا۔ جیسے: لَارَجُلَ فِي الْبَيْتِ ۔ اور اگر اس لا کے بعد اسمِ معرفہ آئے تو لا کا ایک اور معرفہ کے ساتھ تکرار لازم ہوگا اور لا ملغیٰ عنِ العمل ہوجائے گا۔ یعنی عمل نہیں کرے گا۔ اور وہ معرفہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔ جیسے: لَازَيْدٌ عِنْدِيْ وَلَاعَمْرٌو ۔ اور اگر اس لا کے بعد نکرۂ مفرد اس طرح آئے کہ اس کے بعد ایک اور نکرہ آرہا ہو تو اس میں پانچ طرح سے پڑھنا جائز ہے۔ جیسے لَاحولَ الخ ۔

تشریح: (۱) مصنف کا مذکورہ بالا کلام نہایت مختصر اور غیر واضح ہونے کی وجہ سے کئی قسم کی غلط فہمیوں کا موجب بن رہا ہے۔ ان کی عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ (۱) اگر لائے نفیِ جنس کا اسم مضاف ہو تو منصوب ہوگا (وگرنہ نہیں ہوگا) (۲) اور اگر مفرد ہو تو مبنی علی الفتح ہوگا۔ مفرد اسمِ لا کا مبنی علی الفتح ہونا بالکل درست ہے۔ مگر ہمارے طلبہ اس سے یہ مفہوم لے رہے ہیں بلکہ ان کو یوں پڑھایا جارہا ہے کہ لا صرف اسمِ مضاف کو نصب دیتا ہے۔ اور اگر اسم مفرد اس کا اسم بن جائے تو وہ مبنی علی الفتح ہوجاتا ہے۔ یعنی لا اس اسم کو نصب نہیں دیتا۔ حالانکہ منصوب نہ ہونے یا مبنی ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ لا کا اسم اگر مفرد ہو تو یہاں لا کا نصب دینے کا عمل منسوخ ہوگیا اور وہ اپنے اسم پر نصب کا عمل نہیں کررہا حق یہ ہے کہ لا ہر اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔

ہاں اگر اس کا اسم مفرد ہو تو وہ مبنی ہوجاتا ہے اور مبنی پر چونکہ اعرابی علامات نہیں بدلتیں اس لئے اس پر لا کے نصب کی علامات دوسرے مبنی اسماء (هٰذَا ، ذٰلِكَ وغیرہ) کی طرح ظاہر نہیں ہوتیں۔ (۳) تیسرا ابہام بلکہ واضح غلط فہمی اس جملہ سے پیدا ہورہی ہے کہ اگر اس کا اسم مفرد ہو تو اسے مبنی بر فتح کردیا جائے گا۔ اس سے ایک تو یہ غلط نظریہ تقویت پکڑ رہا ہے کہ یہاں (اسمِ لا کی بحث میں) مفرد سے مراد غیر تثنیہ وجمع اور غیر مضاف ہے۔ حالانکہ اس بحث میں علمائے نحو نے مفرد بول کر غیرِ مضاف اور غیرِ شبیہ بالمضاف مراد لیا ہے۔ غیرِ تثنیہ وغیرِ جمع مراد نہیں لیا۔ اور دوسری غلط فہمی مبنی بر فتح سے پیدا ہوتی ہے کہ گویا اسمِ لا اگر مفرد ہو تو وہ صرف مبنی بر فتح ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے۔

نوٹ: اس بحث میں ہم بار بار غلط فہمی کی تکرار کررہے ہیں جس کا مقصود یہ ہے کہ حضرت مصنف کی یہ مراد نہیں تھی مگر ان کی عبارت کے اختصار کی وجہ سے ہم لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہورہے ہیں۔ ان کا مقصود تو صرف اسمِ لا کی کیفیت بتلانا تھا کہ فلاں حالت میں وہ منصوب ہوتا ہے۔ یعنی معرب رہتا اور نصب کو قبول کرتا ہے اور فلاں حالت میں مبنی

ہوجاتا ہے۔ یعنی نصب کو لفظاً قبول کرنے سے محروم ہوجاتا ہے اور محلِ نصب میں ہوتا ہے۔ متقدمین کے ہاں یہ اسلوب متعارف تھا۔ مگر ہم لوگوں نے اس کا مفہوم کما حقہٗ سمجھنے میں ٹھوکر کھائی ہے اور یہاں اسی مغلوط مفہوم کی تردید کی جارہی ہے۔

(۲) ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے ہم مختصر الفاظ میں صرف اتنے احکام کا یہاں تذکرہ کرتے ہیں جو مصنف نے بیان کئے ہیں۔ تاکہ ان مسائل کا اصل چہرہ طلبہ کے سامنے آجائے اور وہ غلط نحوی نظریات لے کر آگے نہ بڑھیں۔ فنقول وباللہ التوفیق:۔

لائے نفیِ جنس کا عمل: لائے نفیِ جنس عمل کے اعتبار سے اَخواتِ اِنَّ میں سے ہے۔ جملۂ اسمیہ پر داخل ہوکر یہ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتی ہے۔

شرائط: اس کا عمل چھ شرائط سے مشروط ہے (۱) یہ نفی کے لئے ہو (۲) نفی بھی پوری جنس کی کرتی ہو ، ایک فرد یا چند افراد کی نہ کرتی ہو (۳) اس کی نفی منصوص ہو (۴) اس پر کوئی حرفِ جارہ داخل نہ ہو (۵) اس کا اسم نکرہ ہو اور (۶) اس کی خبر بھی نکرہ ہو۔

بناء واعرابِ اسم: اس کا اسم بعض احوال میں لفظاً منصوب ہوگا اور بعض احوال میں لفظاً (مبنی بر فتح نہیں بلکہ) اپنی علامتِ نصب پر مبنی ہوجائے گا۔

نصبِ اسم: لفظاً اس کا اسم اس وقت منصوب ہوگا جب وہ (۱) یا تو مضاف ہو۔ جیسے: لَاغُلَامَ رَجُلٍ وَاقِفٌ عَلَی الْبَابِ (۲) یا مشابہ بالمضاف ہو۔ (مشابہ بالمضاف اس اسم کو کہتے ہیں جس کے بعد اس کا معمول کوئی دوسرا ایسا اسم آرہا ہو جس کے ذریعے اس کا معنیٰ پورا ہوتا ہو) جیسے: لَادَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ مَغْلُوْبٌ ۔ وَلَا کَرِیْمًا اَصْلُہٗ غَادِرٌ ۔

بنائے اسم: (۱) لائے نفیِ جنس کا اسم اس وقت مبنی ہوگا جب وہ نہ مضاف ہو نہ ہی مشابہ بالمضاف۔ اس اعتبار سے وہ مفرد ہو۔ آگے خواہ وہ واحد پر دلالت کرے یا تثنیہ کا صیغہ ہو یا جمع کا ، پھر جمع مکسر ہو یا جمعِ مذکر سالم ہو یا جمعِ مؤنث سالم ہو۔ ایسا ہر لفظ (جبکہ وہ مضاف یا مشابہ بالمضاف نہ ہو تو) لائے نفیِ جنس کا اسم بننے سے اپنی علامتِ نصب پر مبنی ہوجائے گا۔

چنانچہ واحد کا صیغہ فتح پر مبنی ہوگا: جیسے: لَارَیْبَ فِیْہِ ۔ لَااَحَدَ فِی الْبَیْتِ ۔ اور تثنیہ کا صیغہ یائے ماقبل مفتوح کے ساتھ کسرِ نون پر مبنی ہوگا۔ جیسے: لَا اَبَوَیْنِ لَکَ ۔ اور جمع مذکر سالم کا صیغہ یائے ماقبل مکسور اور نون کے فتحہ پر مبنی ہوگا۔ جیسے: لَابَنِیْنَ لَکَ ۔ اور جمعِ مکسر کا صیغہ فتح پر مبنی ہوگا۔ جیسے: لَاکُتُبَ عِنْدِی ۔ لَااَعْوَانَ لَکَ اور جمعِ مؤنثِ سالم کا صیغہ اکثر علمائے نحو کے نزدیک فتح پر مبنی ہوگا۔ مگر الفیۃ ابن مالک کے اکثر شرّاح اس کا فتحہ کے علاوہ کسرہ پر مبنی (بلاتنوین) ہونا بھی درست قرار دیتے ہیں۔

بنائے اسم کی بحث سے صاحبِ نحو میر کی تقریر کی دو غلط فہمیاں دور ہوگئیں (۱) ایک تو یہ کہ مفرد سے مراد غیرِ تثنیہ وغیرِ

جمع ہے۔(۲) اور دوسری یہ کہ ان کے بقول مفرد کو مبنی بر فتح کیا جاتا ہے۔ ہم نے چار طریقوں سے اس کے مبنی ہونے کی تفصیل آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔

(۳) وجوبِ تکرار: مصنف نے لا کے ملغی ہونے اور اس کے مکرر لانے کی ایک صورت بیان فرمائی ہے۔ کہ اگر اس کا اسم معرفہ ہوتو لا کا تکرار مع الاسم بھی واجب ہے اور اسے ملغٰی قرار دیکر اس کے مابعد کو عاملِ معنوی (ابتداء) کا معمول قرار دینا بھی واجب ہے۔ لیکن اس کے علاوہ تین اور مقامات بھی ہیں جہاں لا کا تکرار مع الاسم بھی واجب ہے اور اسے ملغٰی عنِ العمل کرنا بھی واجب ہے۔

مقامِ اول: جب لا ئے نفیِ جنس کے متصل بعد اس کی خبر آئے۔ جیسے: لَافِيْهَاغَوْلٌ وَّلَاهُمْ عَنْهَايُنْزَفُوْنَ۔ یہاں فیھا خبر لا کے ساتھ آئی تو لَا کا تکرار بھی واجب ہوگیا اور الغاء بھی۔

مقامِ ثانی: جب لَا کے بعد کسی موصوف کی صفت واقع ہو۔ جیسے: يُوْقَدُمِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّاشَرْقِيَّةٍ وَّلَاغَرْبِيَّةٍ :یہاں لا کے بعد زیتونۃٍ کی صفت آئی تو لا کو دوبارہ لانا بھی ضروری ہوگیا اور اسے ملغٰی عنِ العمل کرنا بھی ضروری ہوگیا۔

مقامِ ثالث: جب اس کے بعد حال آئے۔ جیسے: جَآءَ رَاشِدٌ لَّاخَائِفًاوَّلَانَادِمًا۔

(۴) پانچ وجوہ: آخر میں مصنف نے تکرارِ نکرہ کی جو پانچ وجوہ بیان کی ہیں۔ ہم ان کی یہاں توجیہ بھی بیان کریں گے اور صرف ایک ایک آیت یا شعر بطورِ شاہد یہاں پیش کرنا ضروری سمجھیں گے کیونکہ یہاں ایک ہی چیز کو پانچ مختلف طرق سے پڑھنا ہم درست قرار دے رہے ہیں تو اس کے صحیح ہونے کے لئے قرآن، سنتِ صحیح، اجماعِ نحاۃ یا قرنِ ثانی تک کے شعراء میں سے کسی شاعر کا شعر ہمارے پاس بطور شاہد موجود ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جس طرح فقہ کے چار ادلہ ہیں (قرآن، سنت، اجماع اور قیاسِ صحیح) اسی طرح نحو کے بھی یہ چار ادلہ ہیں جن کے ذریعے کوئی نحوی حکم ثابت کیا جاتا ہے۔ وَهَاكَ تَفْصِيْلَهَا۔

وجہِ اول: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ :یعنی لا اخواتِ اِنَّ والا عمل دونوں جگہ کر رہی ہے۔ اور اسم چونکہ مفرد ہے اس لئے مبنی بر فتح ہوگیا ہے اور لا کا نصب اسے محلی طور پر (دوسرے مبنی اسماء کی طرح) ملا ہے۔ یہ سب سے قوی ترین وجہ ہے کہ دونوں جگہ لا کو عاملہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے شاہد میں آیت مبارکہ: لَابَيْعَ فِيْهِ وَلَاخُلَّةَ وَلَاشَفَاعَةَ پیش کی جاسکتی ہے۔ امامِ ابن کثیر اور ابو عمرو نے اسے مبنی علی الفتح پڑھا ہے۔

وجہِ ثانی: لَاحَوْلٌ وَّلَاقُوَّةٌ اِلَّابِاللّٰهِ ۔ یعنی لا کو دونوں جگہ ملغٰی قرار دے کر یا مشابہ لَيْسَ قرار دے کر حولٌ کو دونوں جگہ مبتدا ہونے یا لاحجازیہ کا اسم ہونے کی وجہ سے رفع دیا تو دونوں پر ضمّہ کی علامت آگئی۔ اس کا شاہد بھی مذکورہ بالا آیت ہی ہے جسے جمہور قراء نے رفع کے ضمہ کے ساتھ لَابَيْعٌ فِيْهِ الخ پڑھا ہے۔ اور اس کا شعری شاہد

عبید الرّاعی کا یہ مشہور شعر ہے۔ ع

وَمَاهَجَرْتُكِ حَتّٰى قُلْتِ مُعْلِنَةً لَانَاقَةٌ لِّي فِي هٰذَا وَلَاجَمَلٌ ـ

یہاں شاعر نے ناقة اور جمل دونوں کو رفع دیا ہے۔

وجهِ ثالث : لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰهِ ـ یعنی پہلے لا کو نفیِ جنس کا قرار دے کر اس کے بعد آنے والے اسم مفرد کو مبنی علی الفتح کر دیا (اسے نصب محلاً ملے گا) اور دوسری لا یا تو نفی جنس کی ہے مگر ملغی عنِ العمل ہے اس لئے اس کا مابعد مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع بضمه لفظاً ہے۔ یا وہ لا مشابهِ لیس ہے اور حول کو اپنا اسم بنا کر اس لا نے رفع ضمہ لفظی سے دیا ہے۔ ضمر بن ضمرة کا یہ شعر اس کا شاہد ہے: ع

هٰذَالَعَمْرُكُمُ الصَّغَارُ بِعَيْنِهٖ لَا اُمَّ لِيْ اِنْ كَانَ ذَاكَ وَلَااَبٌ

شاعر نے پہلے لا کو اَخواتِ اِنَّ والا عمل دیا ہے اور اس کے اسم کو مبنی علی الفتح بھی کیا ہے کیونکہ وہ مفرد ہے۔ اور دوسرے لا کو یا ملغی قرار دے کر اَبٌ کو مبتدا بنا کر رفع دیا ہے یا لا کو مشابهِ لیس قرار دے کر ابٌ کو اس اسم بنایا ہے۔

وجهِ رابع : لَاحَوْلٌ وَّلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰهِ ـ یہ صورت پچھلی صورت کے برعکس ہے۔ یہاں پہلے لا کو یا تو ملغی قرار دے کر حول کو مبتدا بنا کر رفع دیا جا رہا ہے۔ یا لا کو مشابهِ لیس قرار دے کر حول کو اس کا اسم بنایا جا رہا ہے۔ دونوں صورتوں میں اسے رفع کا ضمہ ملے گا۔ اُمَیّة بنُ الصَّلت کا یہ شعر اس کا شاہد ہے: ع

فَلَا لَغْوٌ وَّلَاتَاْثِيْمَ فِيْهَا وَمَافَاهُوْابِهٖ اَبَدًامُّقِيْمٌ

شاعر نے پہلے لا کو ملغیٰ قرار دے کر لَغْوٌ کو مبتدا قرار دیا ہے یا اسے لاحجازیه کے طور پر استعمال کرتے ہوئے لَغْوٌ کو اس کا اسم بنایا ہے۔ دونوں صورتوں میں اسپر رفع کا ضمہ آئے گا اور دوسرے لا کو نفیِ جنس کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے اَخواتِ اِنَّ والا عمل دیا تو مفرد (غیرِ مضاف، غیرِ مشابه بالمضاف، غیرِ تثنیه اور غیرِ جمع مذکرِ سالم) ہونے کی وجہ سے تَاْثِيْمَ مبنی علی الفتح ہو گیا۔ (فیها ظرفِ مستقر خبر ہے)۔

وجهِ خامس : لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةً اِلَّابِاللّٰهِ ـ یعنی پہلے لا کو نفیِ جنس کا معنی دے کر اس کے اسم کو مفرد ہونے کی وجہ سے مبنی علی الفتح کر دیا (اور محلاً اسے نصب دی گئی) اور دوسرے لا کو زائدہ قرار دے کر اس کے مابعد اسم (قوةً) کو پہلے لا کے اسم کے محل پر عطف دیا (لفظ پر عطف نہیں دیا) تو چونکہ محلاً وہ منصوب ہے (اور لفظاً مبنی علی الفتح ہے اس لئے اسپر تنوین نہیں آتی) اور منصوب پر فتحه کے علاوہ تنوین بھی آتی ہے اس لئے قُوَّةً پر فتحه مع التنوین پڑھا گیا۔

ملاحظه: ان پانچوں وجوہ میں سے یہ ضعیف ترین وجہ ہے۔ اس کا شاہد اَنَسُ بْنُ العبّاسِ بْنِ مِرداسٍ السُّلَمِيّ کا یہ شعر ہے: ع

لَا نَسَبَ الْيَوْمَ وَلَا خُلَّةً اِتَّسَعَ الْخَرْقُ عَلَى الرَّاقِعِ

وجہِ حصر: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس طرح کی صورت میں پانچ وجوہ ہی کیوں درست قرار دی گئیں؟ اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ پہلی لا کا اسم کس طرح پڑھا جا رہا ہے؟ (۱) مبنی علی الفتح؟ یا (۲) معرب مرفوع (لا کو ملغی قرار دے کر یا اسے نفیِ جنس کی بجائے مشابہ لَیْسَ قرار دے کر)۔

(أ) اگر ہم پہلے لا کے اسم کو مبنی علی الفتح قرار دیں تو دوسرے لا کے اسم میں تین احتمال ہیں۔ **اول:** یہ کہ وہ بھی مبنی علی الفتح ہو (۲) **ثانی:** یہ کہ لا کو ملغی کر کے اسے مبتدا بنا کر یا اسمِ لا حجازیہ قرار دے کر مرفوع بالضمة پڑھا جائے۔ (۳) **ثالث:** یہ کہ دوسری لا کو زائدہ قرار دے کر (اور واوِ عطف کے بعد اکثر لا زائدہ ہوتی ہے) دوسرے اسم کا پہلی لا کے اسم کے لفظ کی بجائے اس کے محل پر عطف کریں۔ اور چونکہ محل اس کا نصب کا ہے۔ اس لئے کہ وہ لائے نفی جنس کا اسم ہے۔ اس لئے معطوف کو معطوف علیہ کے محل کا اعراب دیا تو وہ منصوب بالفتحة مع التنوین لفظاً ہو گیا۔ اور جو تنوین مبنی ہونے کی وجہ سے حذف ہوئی تھی وہ معرب منصوب ہونے کی وجہ سے برقرار رہی۔

(ب) اور اگر ہم پہلے لا کو ملغی قرار دے کر اس کے مابعد (قُوَّةٌ) کو ابتداء کا رفع دیں۔ یا اسے مشابہِ لیس قرار دے کر قوة کو اس کا اسم بنا کر رفع دیں تو اس صورت میں دوسری لا کے مابعد میں دو احتمال ہیں۔ (۱) **اول:** یہ کہ اس کی مناسبت سے دوسرے لا کو بھی ملغی قرار دے کر یا مشابہِ لیس قرار دے کر اس کے بعد آنے والے اسم بھی رفع دیں۔ **ثانی:** یہ کہ دوسرے لا کو نفیِ جنس کا قرار دیں اور اس کے مدخول کو مفرد ہونے کی وجہ سے مبنی کر کے اسے محلاً نصب دیں۔

ملاحظہ: یہاں تیسرا احتمال (پہلے لا کے اسم کے محل پر عطف کرنے کا احتمال) اس لئے نہیں بنتا کہ پہلا لا نفیِ جنس کا ہے ہی نہیں کہ اس کا اسم محلِ نصب میں ہو۔ جب پہلے اسم کا محل رفع کا ہے تو عطف کرنے سے بھی زیادہ سے زیادہ اسے رفع ہی دیا جائے گا۔ اور رفع تو پہلی شکل (دوسرے لا کو ملغی کرنے یا مشابہ لیس قرار دینے) سے بھی حاصل ہو چکا ہے۔ نصب تو تب مل سکتا جب پہلا اسم لفظاً یا محلاً منصوب ہوتا۔

(۵) چونکہ لائے نفیِ جنس بھی جملۂ اسمیہ پر داخل ہو کر عاملِ معنوی (ابتداء) کا عمل منسوخ کر دیتا اور مبتدا کو اپنا اسم بنا کر نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے، اس لئے اس کا شمار بھی نواسخِ ابتداء میں ہوتا ہے۔

(۶) **لائے نفیِ جنس** کی خبر زیادہ تر ظرفِ مستقر ہوتی ہے۔ قرآنی آیات کے استقراء سے ہمیں ایک بھی آیتِ مبارکہ ایسی نہیں ملی جہاں اس کی خبر ظرفِ مستقر کے علاوہ کوئی اور ہو۔ نہ ہی نحوی شواہد کے اشعار کے ذخیرے میں ابھی تک

کوئی ایسا شعر نظر سے گذرا ہے۔ اگر کوئی شعر نظر سے گذرا تو آئندہ کسی کتاب میں ضرور ذکر کریں گے۔

(۶) لائے نفیِ جنس کی خبر بعض دفعہ حذف بھی ہوجاتی ہے۔ جیسے: قَالُوْا لَاضَیْرَ ۔ اَیْ: لَاضَیْرَ عَلَیْنَا۔ اور حدیثِ مبارک میں آتا ہے: لَابَأْسَ ، طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔ اَیْ: لَابَأْسَ عَلَیْكَ ۔

(۷) **لائے نفیِ جنس** اور لائے حجازیہ میں عمل کا فرق تو واضح ہے کہ دونوں کا عمل ایک دوسرے کی ضد ہے۔ معنوی اعتبار سے لائے حجازیہ کا اطلاق نفیِ افراد کے لئے ہے اور لائے نفیِ جنس اس کے مقابل استغراق فی النفی کا فائدہ دیتی ہے۔ چنانچہ فقہائے نحو فرماتے ہیں کہ اس کے اسم میں مِنْ کا معنی پوشیدہ ہوتا ہے جو نفی اور استفہام کے موقعہ پر استغراق کا فائدہ دیتا ہے۔ چنانچہ: لَاكِتَابَ عِنْدِی کا مطلب ہے: لَامِنْ کتابٍ عندی جو: لَاشَیْءَ مِنْ جِنْسِ الْكِتَابِ عِنْدِی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔

تمرین: ذیل میں دیگئی امثلہ میں لائے نفیِ جنس کے اسم کی حالت بتلائیں کہ وہ معرب ہے یا مبنی ؟ اور مبنی ہے تو کیوں اور اسے کس علامت پر مبنی کیا گیا ہے؟ اور جملہ میں خبر بھی تلاش کر کے بتلائیں۔ اگر کسی جملہ میں لا عمل نہیں کر رہا تو کیوں؟

(۱) لَاشِیَةَ فِیْهَا۔ لَاضَیْرَ۔ لَارَیْبَ فِیْهِ ۔ لَابَیْعٌ فِیْهِ وَلَاخُلَّةٌ وَّلَاشَفَاعَةٌ ۔ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ لَاعَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ لَاعِوَجَ لَهٗ۔ اِنَّهُمْ لَآاَیْمَانَ لَهُمْ ۔ فَلَارَفَثَ وَلَافُسُوْقَ وَلَاجِدَالَ فِی الْحَجِّ۔ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّافَارِضٌ وَّلَابِكْرٌ۔ كَلَّا لَاوَزَرَ۔ لَاطَاقَةَ لَنَا الْیَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۔

(۲) لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔ لَآاِیْمَانَ لِمَنْ لَّاعَهْدَ لَهٗ ۔ مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ ۔ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِیَ لَهٗ ۔ لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ ۔

(۳) لَاطَالِبَاتَ فِی الْمَدْرَسَةِ ۔ لَامُعَلِّمِیْنَ فِی الْجَامِعَةِ ۔ لَاعِنْدِیْ دِرْهَمٌ وَّلَادِیْنَارٌ۔ لَارِجَالَ فِی السُّوْقِ ۔ لَامُعَلِّمَاتِ فِی الْجَامِعَةِ وَلَامُدَرِّسُوْنَ ۔ لَاأَبَوَیْنِ لَكَ ۔ لَاخَاضِعًا لِّلْحَقِّ خَائِبٌ ۔ لَا نَاصِرَ الدِّیْنِ خَاسِرٌ۔ لَقِیَنِیْ سُهَیْلٌ لَّا رَاكِبًا وَّلَامَاشِیًا ۔ هٰذَا غِذَآءٌ لَّا نَافِعٌ وَّلَاضَآرٌّ۔ لَاطُوْبٰی لَكَ وَلَا بُشْرٰی۔ لَامُعَلِّمَانِ عِنْدَنَا وَلَاطَالِبِیْنَ۔

نحومیر: پنجم: حروفِ نداء ۔ و آں پنجست ۔ یَا وَ اَیَا وَ هَیَا وَ اَیْ وَهَمْزَةٌ مفتوحة ۔ و ایں حروف منادیٰ مضاف را نصب کنند۔ چوں: یَاعَبْدَ اللّٰهِ ۔ و مشابہ بالمضاف را چوں: یَاطَالِعًا جَبَلًا : و نکرۂ غیر معین را۔ چنانکہ اعمیٰ گوید: یَارَجُلًا خُذْبِیَدِیْ ۔ و منادیٰ مفردِ معرفہ مبنی باشد بر علامتِ رفع ۔ چوں: یَازَیْدُ وَیَازَیْدَانِ وَیَامُسْلِمُوْنَ وَیَامُوْسٰی وَیَا قَاضِیْ ۔ بدانکہ اَیْ و ھمزہ برائے نزدیک ست و اَیَا وَ هَیَا برائے دور و یَا عام ست ۔

ترجمہ : پنجم : حروفِ نداء اور یہ پانچ حروف ہیں ۔ یَاوَاَیَاالخ ۔ یہ حروف منادای مضاف کو نصب دیتے ہیں۔ جیسے :یَاعَبْدَ اللّٰہِ ۔ اور مشابہ بالمضاف کو بھی نصب دیتے ہیں۔ جیسے :یَاطَالِعًاجَبَلًا ۔ اور نکرۂ غیر معین کو بھی نصب دیتے ہیں۔ جیسے کوئی اندھا یہ کہے :یَارَجُلًاخُذْبِیَدِیْ ۔ اور منادای مفردِ معرفہ علامتِ رفع پر مبنی ہو جاتا ہے۔ جیسے :یَازَیْدُ الخ ۔ **جان لیں** کہ اَیْ اور ہمزۂ مفتوحہ نزدیک کے لئے ہیں اور اَیا، ھَیَادور کے لئے ہیں اور یَاعام ہے۔

تشریح: (۱) حروفِ نداء کے عمل کی تقسیم میں بھی حضرت مصنف کی تقریر سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ پہلی تین اقسام کو نصب ملتی ہے اور چوتھی قسم کو نصب نہیں ملتی بلکہ وہ مبنی علی علامۃ الرفع ہوجاتی ہے۔ یہ صرف ظاہرِ کلام سے محسوس ہوتا ہے۔ وگرنہ مصنف کا اصل مقصود یہ ہے کہ ان تین اقسام کو لفظاً نصب ملتی ہے اور آخری قسم لفظی طور پر اپنی علامتِ رفع پر مبنی ہوجاتی ہے۔ مصنف کو شاید یہ گمان ہی نہیں تھا کہ بعد میں آنے والے لوگ اس قسم کو سرے سے نصب دینا ہی بھول جائیں گے وگرنہ وہ ہماری آسانی کے لئے ایک جملہ اور بڑھا دیتے کہ یہ قسم مبنی ہوجاتی ہے اور اسے محلی طور پر نداء کا نصب ملتا ہے۔

(۲) **تعبیر کا فرق :** لائے نفیِ جنس کے اسم کا اعراب بتلاتے ہوئے مصنف نے نکرۂ مفردہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ مبنی علی الفتح ہوجاتا ہے جبکہ یہاں منادیٰ کی بحث میں منادیٰ مفردِ معرفہ کو مبنی قرار دیتے ہوئے اسے مبنی علی الضم نہیں فرمایا بلکہ مبنی علی علامۃ الرفع قرار دیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ منادیٰ مفردِمعرفہ بالاتفاق واحد ، تثنیہ اور جمع مذکر سالم کے صیغوں میں آسکتا ہے۔ اور ان تینوں کا اعرابِ رفع ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ لیکن آیا واحد کے علاوہ کوئی تثنیہ ، جمع مکسر ، جمعِ مذکرِسالم یا جمعِ مؤنثِ سالم کا صیغہ لائے نفیِ جنس کا اسم واقع ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں علمائے نحو کا اختلاف ہے مصنف کا رجحان اس قول کی طرف ہے کہ واحد کے علاوہ کوئی صیغہ لائے نفیِ جنس کا اسم نہیں بن سکتا۔ اس قول کے قائلین کی عقلی دلیل بہت وزنی ہے کہ واحد کے علاوہ اگر مثنی یا جمع کو مقام نفی میں لایا جائے تو اس سے مثنی یا جمع کی نفی تو ہوسکتی ہے ،جنس کی نفی نہیں ہوتی۔ لَارَجُلَیْنِ عِنْدِی سے نہ ایک مرد کی نفی مفہوم ہوتی ہے نہ ہی جماعۃ الرجال کی نفی متصور ہوتی ہے۔

جو لوگ مثنی اور ہر طرح کی جمع کو لائے نفیِ جنس کا اسم بنانا درست سمجھتے ہیں ان کے عقلی و نقلی دلائل فریقِ اول سے کہیں زیادہ وزنی ہیں اور عربی زبان کے قدیم مآ خذ و مراجع سے اس کے سینکڑوں شواہد ملتے ہیں۔ اس لئے ہم نے شرح میں جمہور کا مسلک بھی واضح کردیا۔

(۳) **منادیٰ کا حکم :** یہ ہے کہ اسے ہرحال میں نصب دیا جاتا ہے۔ پہلی تین صورتوں میں وہ معرب رہتا ہے

اس لئے اسے لفظاً نصب مل جاتا ہے۔اور مفرد معرفه ہوتو اسے اس کی علامتِ رفع پرمبنی کردیا جاتا ہے۔(۱) خواہ وہ علامتِ رفع لفظی ضمه ہو۔جیسے: مفرد منصرف کوملتا ہے(اور اسمائے ستہ کو بھی تین احوال میں ملتا ہے)۔(۲) خواہ اسے رفع ضمهٔ تقدیری سے ملتا ہو جیسے اسمِ مقصور ، اسمِ منقوص اور مضاف الی الیاء کو ملتا ہے۔(۳) خواہ اسے رفع الف سے ملتا ہو جیسے مثنیٰ اور اس کے ملحقات کوملتا ہے(۴) خواہ اسے رفع واؤ سے ملتا ہو جیسے جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات کو ملتا ہے۔ یہاں چونکہ مفرد معرفه کی بات ہورہی ہے اس لئے واؤ کے اعراب میں اسمائے ستہ شامل نہیں ہوں گے۔اس لئے کہ انہیں واؤ سے اعراب مضاف ہونے پر ملتا ہے۔مفرد آئیں تو انہیں ضمه سے رفع ملتا ہے۔

(۴)**مفرد کی تحقیق:**مفرد کا لفظ کبھی جمله کے مقابل کبھی مرکب کے مقابل ،کبھی تثنیه وجمع کے مقابل اور کبھی مضاف وشبیه بالمضاف کے مقابل آتا ہے۔منادیٰ کی بحث میں چونکہ اس سے پہلے مضاف اور مشابه بالمضاف کا حکم بیان ہوا ہے اس لئے ظاہر ہے کہ ان کے مقابل جب مفرد کہیں گے تو اس سے مراد غیر مضاف وغیر شبیه بالمضاف ہوگا۔

(۵)**لائے نفیِ جنس** کی بحث میں ہم اشارہ کرآئے ہیں کہ مشابه بالمضاف سے مراد وہ اسم ہے جس کے بعد اس کے معنی کا اتمام اور تکمیل کرنے کے لئے ایسا اسم آئے جس میں پہلا اسم کسی بھی اعتبار سے عمل کررہا ہو: چنانچہ: يَاآخِذًاكِتَابًا (مفعول به بنا کر نصب دینا) يَامَعْرُوفًاحَسَنَاتُهُ (مفعول مالم یسم فاعله بنا کر رفع دینا) ياكَرِيْمًااَصْلُهُ (فاعل بنا کر رفع دینا) يَادَاعِيًااِلَى اللّٰهِ (حرفِ جر کے ذریعے جر دینا) يَاعِشْرِيْنَ طَالِبًا (تمیز بنا کر نصب دینا) وغیرہ تمام طرق سے پہلا اسم مشابه بالمضاف ہوجائے گا۔

(۶)**نکرهٔ غیرِ معیَّنه** سے مراد یہ ہے کہ بلانے والا کسی کو متعین کرکے نہ بلا رہا ہو اور نکرہ اسم نداء میں استعمال کررہا ہو۔حضرتِ مصنف نے اندھے کی مثال دی ہے کہ وہ کسی کو اگر بلائے گا تو اس مخاطب غیر معین آدمی ہوگا کیونکہ تعین تو دیکھنے کے بعد ہوتا ہے اور اندھا دیکھنے سے محروم ہے۔اسی طرح سمندر میں ڈوبنے والا ، بند کمرے میں پھنسا ہوا شخص یا آگ کی لپیٹ میں آنے والا جب کسی کو پکارتا ہے تو وہ متعین شخص کو نہیں پکارتا۔اسے نکرهٔ غیر مقصوده بھی کہتے ہیں۔ اس کے مقابل نکرهٔ معینه (جسے نکرهٔ مقصوده بھی کہتے ہیں) آتا ہے کہ آپ کسی مرد کو متعین کرکے بلائیں اور کہیں کہ يَارَجُلُ تَعَالَ اِلَيَّ ۔تو رَجُل اگرچہ اسمِ نکرہ ہے لیکن یہاں بلاتے وقت آپ ایک شخص کو معین کرکے بلا رہے ہیں۔اس لئے یہ نکرہ نہیں رہا بلکہ معرفه به نداء بن گیا (جو معرفہ کی چھٹی قسم ہے)۔

(۷)**حروفِ ندا کا حذف** عربی میں شائع وذائع ہے۔خاص طور پر اللہ تعالی کو پکارتے وقت تو اس کا حذف بہت ہی زیادہ ہے۔پورے قرآن میں آپ کو يَارَبَّنَا ، يَااَللّٰهُ کہیں نہیں ملے گا۔يَارَبِّ بھی صرف ایک جگہ آیا ہے۔باقی پورا قرآن رَبَّنَا رَبَّنَا اور رَبِّ رَبِّ کی تکرار سے بھرا ہوا ہے۔

منادٰی مضاف الی الیاء: یہ ایک نہایت معرکۃ الآراء موضوع ہے۔ تفصیل تو ہماری تصنیف: کتاب الاضافہ میں دیکھیں۔ یہاں ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ منادٰی یائے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس وقت وہ چار قسم کا ہوتا ہے۔ (۱) ایک وہ قسم ہے جس میں ایک لغت ہے (۲) دوسری وہ جس میں دو لغات ہیں (۳) تیسری وہ جس میں چھ لغات ہیں اور (۴) چوتھی جس میں گیارہ لغات ہیں۔

حذفِ یاء وثبوتِ یاء: عام اسماء اگر منادٰی واقع ہو کر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان میں سب سے اجود طریقہ حذفِ یاء کا ہے۔ اور قرآنِ کریم میں اس طریقے کا استعمال ثبوتِ یاء کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ۔ جیسے: رَبِّ اغْفِرْلِیْ ۔ یٰرَبِّ ۔ یٰقَوْمِ وغیرہ۔ (۲) **دوسرا طریقہ** ثبوتِ یاء مع السکون کا ہے۔ جیسے: یٰعِبَادِیْ لَاخَوْفٌ عَلَیْکُمْ۔ اور (۳) **تیسرا طریقہ** ثبوت یاء مبنیًّا علی الفتح کا ہے۔ جیسے: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا۔

(۹) حروفِ نداء کا عمل: علماء کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ حروفِ عاملہ منادٰی کو خود نصب دیتے ہیں یا وہ فعل (اُنَادِیْ یا اَدْعُوْ) نصب دیتا ہے جس کی قائمقامی یہ حروف کرتے ہیں؟ جمہور کی رائے یہ ہے کہ اصل ناصب وہ فعلِ محذوف ہے۔ جبکہ علماء کے دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حروف خود عامل ہیں۔ مصنف نے دوسرے قول کو ترجیح دیتے ہوئے حروفِ نداء کو حروفِ عاملہ دراسم میں شمار فرمایا ہے۔ ہمارے لئے دونوں آراء سر آنکھوں پر ہیں۔

(۱۰) منادٰی معرف باللام: چونکہ منادٰی معرف باللام کا استعمال قرآن کریم میں بہت کثرت سے ہوا ہے اس لئے اس کے بارے میں طلبہ کو مختصر ضابطہ بتلا دینا ضروری ہے کہ حروفِ نداء، معرف باللام اسم پر براہِ راست داخل نہیں ہوتے۔ اگر کوئی معرف باللام اسم منادٰی بن رہا ہو تو اس سے پہلے عام طور پر اَیُّھا کو لا کر اسے براہِ راست منادٰی بنالیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اصل لفظ کو اَیُّھا کا بدل یا صفت بنا کر لایا جاتا ہے۔ معرف باللام میں وہ اسمائے موصولہ بھی شامل ہیں جن پر اَل آتا ہے۔ جیسے: اَلَّذِیْ، اَلَّذِیْنَ وغیرہ۔ **مثال:** یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

تمرین: قرآنِ کریم کی آیاتِ مذکورۃ الذیل میں (۱) منادٰی کا تعین کریں (۲) بتلائیں کہ وہ منادٰی کی چار اقسام میں سے کونسی قسم سے تعلق رکھتا ہے؟ (۳) اگر حرفِ نداء محذوف ہو تو بھی نشاندھی کریں اور (۴) اگر کہیں منادٰی کے بعد یائے متکلم محذوف ہو تو اس کی بھی نشاندھی کریں۔

(۱) یٰقَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ ۔ یٰمُوْسٰی لَاتَخَفْ۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ ۔ یٰھَامَانُ ابْنُ لِیْ صَرْحًا ۔ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا۔ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ یٰاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا۔ یٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا۔ یٰمُوْسٰی لَاتَخَفْ۔ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ۔ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ ۔ رَبِّ ھَبْ لِیْ۔ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۔ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا۔ یٰبَنِیَّ اذْھَبُوْا۔

قُلْ یَآاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۔

(۲) یَاعَابِدًا رَبًّاغَفُوْرًا ۔ یَامُسْلِمُوْنَ ۔ یَا رَجُلَیْنِ ۔ یَاقَائِمًاعَلَی الْھُدٰی ۔ یَاصَابِرًاعَلَی الْاَذٰی ۔ یَامُحْسِنًااَنْقِذْنِیْ مِنَ النَّارِ ۔ یَااَخًااَخْرِجْنِیْ مِنَ الْبَحْرِ۔ یَارَافِعًاصَوْتًااُسْکُتْ ۔ یَا تِسْعَةً وَّعِشْرِیْنَ طَالِبًا۔یَاقَادِرًا عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ ۔ یَاغَافِرًاذُنُوْبَ الْمُذْنِبِیْنَ ۔

نحومیر: فصل دُوُّم : درحروفِ عاملہ درفعلِ مضارع ۔ وآں بردوقسم ست ۔ **قسم اول :** حروفیکہ فعلِ مضارع رانصب کنند ۔ وآں چہارست ۔ **اول** اَنْ چوں :اُرِیْدُاَنْ تَقُوْمَ ۔ واَنْ بافعل بمعنی مصدر باشد یعنی :اُرِیْدُ قِیَامَكَ وبدیں سبب اورامصدریہ گویند ۔ **دُوُّم :** لَنْ چوں :لَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ ۔ ولَنْ برائے تاکید نفی ست ۔ **سِوُّم :** کَیْ ۔ چوں : اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ ۔ **چھارُم :** اِذَنْ چوں :اِذَنْ اُکْرِمَكَ درجوابِ کسیکہ گوید: اَنَااٰتِیْكَ غَدًا ۔ **وبدانکه :** اَن بعدازشش حروف مقدر باشد وفعلِ مضارع رانصب کند ۔ **حتّٰی** نحو :مَرَرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ ۔ **ولا م جحد** نحو: مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ ۔ **واوْ** بمعنی اِلٰی اَن یااِلَّااَن نحو: لَاَلْزَمَنَّكَ اَوتُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ ۔ **وواوالصرف ، ولام کی وفاء** کہ درجواب شش چیزست : امر ونھی ونفی واستفھام وتمنّی وعرض ۔ وامثلتھا مشھورة ۔

ترجمه:فصلِ دُوُّم : ان حروف کے بیان میں ہے جوفعلِ مضارع میں عمل کرتے ہیں ۔ یہ دوقسم کے حروف ہیں ۔

قسم اول : وہ حروف جوفعلِ مضارع کونصب دیتے ہیں ۔ یہ چارحروف ہیں ۔ ان میں سے **اول :** اَنْ ہے جیسے :اُرِیْدُ اَنْ تَقُوْمَ ۔ اوراَنْ فعل سمیت مصدر کے معنی میں ہوتا ہے ۔ (یعنی :اُرِیْدُقِیَامَكَ) ۔ اسی وجہ سے اسے مصدریہ کہتے ہیں ۔ **دُوُّم :** لَنْ ۔ جیسے :لَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ ۔ لَنْ تاکیدِنفی کے لئے آتا ہے ۔ **سِوُّم :** کَیْ جیسے : اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ ۔ **چھارُم :** اِذَنْ ۔ جیسے :اِذَنْ اُکْرِمَكَ اس بندے کے جواب میں جوآپ سے کہے کہ :اَنَااٰتِیْكَ غَدًا ۔ **جان لیں کہ** اَنْ چھ چیزوں کے بعد مقدر ہوکرفعلِ مضارع کو نصب دیتا ہے ۔ (۱) **حتّٰی** ۔ جیسے : مَرَرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ ۔ (۲) **لَامِ جحد** ۔ جیسے مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ ۔ (۳) **اَوْ** بمعنی اِلٰی اَن یااِلَّااَن ۔ جیسے :لَاَلْزَمَنَّكَ اَوْتُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ ۔ (۴) **واوالصرف** (۵) **لامِ کَیْ** (۶) وہ **فاء** جوچھ چیزوں کے جواب میں واقع ہو ۔ امر ، نھی ، نفی ، استفھام ، تمنّی ، عرض ۔ اوران کی مثالیں مشہور ہیں ۔

تشریح : حروفِ عاملہ کی دوسری فصل ان حروف پرمشتمل جوفعلِ مضارع میں عمل کرتے ہیں اوران کی صرف دواقسام ہیں جن میں سے پہلی قسم ان حروف پرمشتمل ہے جوفعل مضارع کونصب دیتی ہے ۔ ان کی ترتیب وارتفصیل یوں ہے ۔

اَن: حروفِ ناصبة الفعل میں سے قوی عامل ہے، اسی لئے ظاہراً آکر بھی نصب دیتا ہے اور مقدر ہو کر بھی نصب دیتا ہے۔ فعل پر داخل ہو کر فعل سمیت مصدر کے معنی میں ہو جاتا ہے۔ اگر فعلِ مضارع پر آئے تو اسے نصب بھی دیتا ہے، اسے مصدر کی تأویل میں بھی کرتا ہے اور اسے مستقبل کے ساتھ مختص بھی کر دیتا ہے۔ اور اگر فعلِ ماضی پر آئے تو اس پر اعرابی عمل کوئی نہیں کرتا (وہ مبنی ہے) البتہ اسے مصدر کی تأویل بھی کرتا ہے اور زمانِ ماضی سے مختص بھی کرتا ہے۔ مضارع کی مثال جیسے: یَسُرُّنِی اَن تَاْتِیَنِیْ اور فعل ماضی کی مثال: سَآءَنِیْ اَن شَتَمَكَ نُعْمَانُ۔

لن: تاکیدِ نفیِ مستقبل کا فائدہ دیتا ہے اور صرف فعلِ مضارع پر آتا ہے اور لفظاً اسے نصب دیتا ہے۔

کَیْ: حروفِ جارہ میں بھی آپ کَیْ کا ذکر پڑھ چکے ہیں وہ کَیْ تعلیلیہ ہے اوراَن مقدرہ اور اس کے صلہ پر یا ما استفہامیہ پر یا ما مصدریہ اور اس کے صلہ پر آتا ہے اور ان سب کو جر دیتا ہے۔ یہاں جس کَیْ سے ہم بحث کر رہے ہیں وہ کی سببیة ہے۔ اور یہ بذات خود فعلِ مضارع کو نصب دیتا ہے اور مضارع کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی بھی ہو جاتا ہے۔ یہ سببیت کا معنی اس طور پر دیتا ہے کہ اس کا ماقبل اس کے مابعد کا سبب ہے۔ جیسے: عَلَّمْتُكَ کَیْ تَتَقَدَّمَ (میں نے تمہیں اس لئے پڑھایا تاکہ تم ترقی کرو)۔ تو پڑھانا سبب ہے ترقی کا۔

شرط: اس کے مصدری ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ لامِ تعلیل لفظاً یا تقدیراً موجود ہو۔ لامِ مقدر سابقہ مثال سے واضح ہے اور لامِ ظاهر کی مثال: لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ۔ اگر اس کے ساتھ لامِ تعلیل لفظاً یا تقدیراً موجود نہ ہو تو یہ کَیْ سببیہ مصدریہ نہیں رہے گا جو فعل مضارع کو مصدر کی تأویل میں کرتا ہے۔ بلکہ کَیْ تعلیلیة بن جائے گا جو حرفِ جارہ ہے۔

إذا: حرفِ جواب اور حرفِ جزاء ہے، یہ کسی بات کے جواب میں واقع ہوتا ہے اور ''تب'' یا ''تب تو'' کا معنی دیتا ہے۔

شرائطِ عمل: اِذَنْ تین شرائط کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ ان میں سے ایک بھی فوت ہو تو فعلِ مضارع کو نصب نہیں دیتا۔ (۱) پہلی شرط تصدیر ہے کہ یہ کلام کے آغاز میں آئے۔ اگر اس سے پہلے کوئی اور کلمہ آجائے تو اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ سے کسی نے کہا: اَنَا اٰتِیْكَ مَسَآءً۔ اور آپ نے جواب میں کہا: اِذًا اُکْرِمَكَ تو چونکہ آپ نے اِذَن کو کلام کے بالکل آغاز میں استعمال کیا ہے اس لئے اس کا ناصبہ عاملہ ہونا متعین ہو جائے گا اور فعلِ مضارع پر نصب پڑھنا واجب ہو جائے گا۔ لیکن اگر آپ نے: اَنَا اِذًا اُکْرِمُكَ کہا تو اِذًا ملغی ہو جائے گا اور فعلِ مضارع پر رفع پڑھنا واجب ہو جائے گا۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ فعلِ مضارع صرف مستقبل کے معنی میں ہو۔ اور (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ فعلِ مضارع اس کے بالکل متصل بعد آ رہا ہو۔ یا اگر دونوں میں فصل ہو بھی تو صرف لا نافیہ کا فصل ہو یا قسم کا فصل ہو۔ چنانچہ: اِذًا لَّا

اُکْرِمَکَ میں لا کے فصل کے باوجود اور اِذًا وَاللّٰہِ اُکْرِمَکَ میں قسم کے فصل کے باوجود اِذًا نصب دے گا اور فعل مضارع پر نصب پڑھنا واجب ہوگا۔ لیکن اگر آپ کہیں: اِذًا اَنَا اُکْرِمُکَ تو چونکہ یہ فصل نہ لا کا ہے نہ ہی قسم کا اس لئے اذًا مہمل ہوجائے گا اور فعلِ مضارع پر رفع پڑھنا واجب ہوگا۔

فاء وواؤ: امامِ سیبویہ اور امامِ مبرد فرماتے ہیں کہ اِذًا جب فاء یا واؤ کے بعد آئے تو اس کا اِعمال بھی جائز ہے اور اِلغاء واھمال بھی درست ہے۔ مثلاً آپ اگر کہتے ہیں: اِنْ تَأْتِنِیْ اٰتِکَ وَاِذًا اُکْرِمُکَ تو یہاں اُکْرِمَکَ میں تین وجوہ جائز ہیں۔ (۱) **نصب** : یعنی اِذًا کا عمل برقرار رکھتے ہوئے (۲) **جزم** : یعنی اِذًا کو ملغی عن العمل قرار دے کر اس کا عطف فعلِ جزاء اٰتِکَ پر کرتے ہوئے اور (۳) **رفع** : یعنی اِذًا کو ملغیٰ قرار دے کر جملہ کو مستأنفہ قرار دیتے ہوئے۔ گویا آپ کہہ رہے ہیں: وَاِذًا اَنَا اُکْرِمُکَ۔ قرآنِ کریم میں: وَاِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلَافَکَ اِلَّا قَلِیْلًا میں جمہور قراء کی قراءات کے مطابق اِذًا کو ملغیٰ کر کے یَلْبَثُوْنَ کو مرفوع رکھا گیا ہے جبکہ حضرت اُبَیؓ بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اذًا کے اعمال کے ساتھ فعل کو منصوب پڑھتے ہوئے یَلْبَثُوا پڑھا ہے (نونِ اعرابی حذف کر کے)۔

کتابت ووقف: اس کی کتابت اور اس پر وقف کرنے کے حوالے سے ائمۂ نحو کے تین اقوال ہیں۔ (۱) جمہور علمائے نحو اسے الف کے ساتھ (اذًا) لکھتے ہیں اور دوسرے مفتوح تنوین والے کلمات کی طرح اس پر وقف کرتے وقت الف پڑھتے ہیں۔ اور قرآنِ کریم میں ہمیشہ اسے الف ہی سے لکھا گیا ہے۔ (۲) امام مازنی ومبرد اسے نون سے (اِذَنْ) لکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳) امام فراء وابن خروف نے یہ تفریق وتطبیق کی ہے کہ جب یہ عمل کررہا ہو تب اسے الف سے لکھا جائے اور جب ملغیٰ ہو تو نون سے لکھا جائے۔

اَنْ مقدرہ وجوبا: حضرت مصنف نے آخر میں ان چھ مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں اَنْ وجوباً مقدر ہوتا ہے اور مقدر ہو کر بھی فعلِ مضارع کو بدستور نصب دیتا ہے۔ (۱) **حَتّٰی** کے بعد۔ جیسے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا۔ اَیْ: حَتّٰی اَنْ تُنْفِقُوْا۔ (۲) **لام الجحود** کے بعد۔ لام الجحود اس لام کو کہتے ہیں جو منفی کَانَ کے بعد واقع ہو۔ جیسے: مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ یہ لام نفیِ کَانَ کی تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ (۳) **اَوْ** کے بعد۔ جب وہ اَوْ ، اِلٰی یا اِلَّا کے معنی میں ہو۔ جیسے: لَاُنْتَظِرَنَّکَ اَوْتَرْجِعَ۔ اَیْ: اِلٰی اَنْ تَرْجِعَ او: اِلَّا اَنْ تَرْجِعَ (۴) **واوِ صرف** کے بعد۔ یہ وہ واؤ ہے جو اپنے مابعد جملہ کا مفہوم اپنے ماقبل کے مفہوم سے بدل اور پھیر دیتی ہے۔ حقیقت کے اعتبار سے یہ واوِ مصاحبت ہوتی ہے اور صرفِ معنی کا فائدہ دینے کی وجہ سے اسے واو الصرف کہا جاتا ہے۔ جیسے: لَا تَکُنْ جَلْدًا وَتُظْھِرَ الْفَزَعَ۔ یہاں واؤ سے پہلے نہی آرہی ہے۔ واؤ کے بعد لائیے نہی کو فعلِ مضارع پر داخل نہیں قرار دیا جارہا بلکہ واؤ کے بعد کلام کا انداز نہی کے انشاء سے بدل کر مضارع کی خبریت کی طرف موڑ دیا گیا ہے۔ اور واؤ مصاحبت کا معنی بھی دے رہی ہے ، اس لئے یہاں اَنْ مقدر مان کر فعل تُظْھِرَ کو نصب دیا گیا ہے۔ معنی یوں بنے گا: (بہادر اور مضبوط مت بنو جبکہ تم بے صبری کا

مظاہرہ بھی کررہے ہو)۔یعنی دونوں میں سے ایک کام کرو۔ بہادر بنو تو صبر بھی کرو وگرنہ بے صبری ہی کرنی ہے تو بہادری کا ڈھونگ مت رچاؤ۔(۵)**لامِ کَیْ**۔یعنی کَیْ کی طرح سببیّت کا معنی دینے والے لامِ جارہ کے بعد۔یہ لام چونکہ حرفِ جارہ ہے اور حرفِ جارہ صرف اسم پر داخل ہوتا ہے(کمامَرّ) اور یہاں فعلِ مضارع پر اگر داخل ہوتا نظر آرہا ہے تو اسے درست رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے بعد اَن کو مقدر تسلیم کیا جائے۔تاکہ ان اپنے مدخول فعلِ مضارع کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہوجائے۔اور چونکہ مصدر اسم ہے اس لئے اسپر لامِ جارہ کا دخول جائز ہوجائے گا۔مگر لامِ تعلیل کے بعد اَنْ وجوباً تب مقدر ہوتا ہے جب اس کے بعد لانافیة یالا زائدہ نہ آئے۔جیسے:

وَاُمِرْنَالِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔اور اگر لانافیة آئے تو اَن کا اظہار واجب ہے۔جیسے: لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌ اور لا زائدہ آئے تب بھی اَنْ کا اظہار واجب ہے۔جیسے: لِئَلَّایَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ۔اَیْ :لِیَعْلَمَ۔(۶)**فاء** کے بعد جو چھ چیزوں کے جواب میں ہو۔اسے فاءِ سببیه کہتے ہیں۔مصنف نے ان کی مثالیں اس لئے نہیں دیں کہ مشہور ہیں۔ اسلئے ہم ان تمام مقامات کی صرف ایک ایک مثال دینا مناسب سمجھتے ہیں۔(۱) امر کے جواب میں آنے والی فاء کی مثال۔جیسے: زُرْنِیْ فَاُكْرِمَكَ (۲) نهی کے جواب میں فاء آنے اوراس کے بعد ان وجوباً مقدر ہونے کی مثال: لَاتَفْتَرُوْاعَلَی اللّٰهِ كَذِبًافَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ۔(۳) نفی کی مثال۔جیسے: لَایُقْضٰی عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا۔(۴) استفهام کی مثال: فَهَلْ لَّنَامِنْ شُفَعَآءَ فَیَشْفَعُوْالَنَا۔(۵) تمنّی کے بعد آنے والی فاء کی مثال: یٰلَیْتَنِیْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًاعَظِیْمًا۔اور (۶) عرض کی مثال: اَلَاتَأْتِیْنَافَتُحَدِّثَنَا۔ان چھ مثالوں میں فاء کے بعد اَنْ وجوباً مقدر بھی ہے اور مقدر ہوکر فعلِ مضارع کو نصب بھی دے رہا ہے۔

ملاحظه: چند مقامات پر اَنْ جوازاً مقدر ہوکر بھی فعلِ مضارع کو نصب دیتا ہے۔ان کی تفصیل ہم نے کتاب الْاَعَارِیب میں دی ہے۔وہاں دیکھ لیں۔

تمرین: (۱) حروفِ ناصبہ تلاش کریں۔(۲) فعلِ مضارع کی چہار اقسامِ معرب کی شناخت کریں (۳) بتلائیں کہ فعلِ مضارع کو نصب کس علامت کے ساتھ دیا گیا ہے؟ (۴) اگر اَنْ مقدر ہوتو بتلائیں کہ یہاں کیوں مقدر ہوا ہے؟۔

یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ ۔ وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْآ اَنْ تَعْدِلُوْا ۔اِنَّنَانَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْاَنْ یَّطْغٰی ۔ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْنَامُوْسٰی۔اِمَّآاَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّآاَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی۔لِیَرْبُوَ۔ عَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی ۔ یُرِیْدَانِ اَنْ یُّخْرِجَاكُمْ ۔اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًامِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ ۔اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ ۔اَفَلَمْ یَسِیْرُوْافِی الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِهَا۔ وَلَاتَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًاٰاخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًامَّخْذُوْلًا۔یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْانُوْرَ اللّٰهِ ۔وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ ۔یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِیُرْضُوْكُمْ ۔ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ۔اَتُرِیْدُاَنْ تَقْتُلَنِیْ ۔كَیْ لَا

يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنكُمْ ۔ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ۔ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُها۔ وَمَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔وَلَا تَقْرَبَاهٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَامِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔لَنْ يَّضُرُّوكُمْ اِلَّآاَذًى ۔كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا۔لَاتَرْكَنُوْآاِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْافَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ هَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْالَنَا۔لِكَيْلَاتَاْسَوْاعَلٰى مَافَاتَكُمْ۔

نحومیر : **قسمِ دُوُم** : در حروفیکہ فعلِ مضارع رابجزم کنند۔ وآں پنج ست ۔ لَمْ وَلَمَّاولا م امر ولائے نهی وَاِن شرطية۔چوں :لَمْ يَنْصُرْ وَلَمَّايَنْصُرْ وَلِيَنْصُرْوَلَاتَنْصُرْوَاِنْ تَنْصُرْ اَنْصُرْ۔ **بدانکه** اِنْ دردو جملہ رود چوں :اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ ۔ جملۂ اول راشرط گویند جملۂ دُوُم راجزاء ۔ واِنْ برائے مستقبل ست اگر چہ در ماضی رود ۔ چوں :اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ ۔ واین جاجزم تقدیری بود زیراکہ ماضی معرب نیست ۔ **وبدانکه** ۔ چوں جزائے شرط جملۂ اسمیہ باشد یاامر یانہی یادعاء، فاء، درجزاء آوردن لازم بود۔ چنانکہ گوئی :اِنْ تَاْتِنِيْ فَاَنْتَ مُكْرَمٌ ۔ واِنْ رَّاَيْتَ زَيْدًا فَاَكْرِمْهُ ۔ وَاِنْ اَتَاكَ عَمْرٌو فَلَاتُهِنْهُ ۔ وَاِنْ اَكْرَمْتَنِيْ فَجَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا۔

ترجمه:قسمِ دُوُم : اُن حروف کے بیان میں ہے جوفعلِ مضارع کو جزم دیتے ہیں ۔ یہ پانچ حروف ہیں۔ لَمْ لَمَّا الخ۔ **جان لیں** کہ اِنْ دوجملوں پر داخل ہوتا ہے جیسے :اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ ۔ پہلے جملہ کوشرط اور دوسرے کو جزاء کہتے ہیں ۔اوراِنْ مستقبل کا فائدہ دیتا ہے اگر چہ فعلِ ماضی پر داخل ہو۔ جیسے: اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ ۔ اس جگہ جزم تقدیری ہوتی ہے۔کیونکہ ماضی معرب نہیں ہے۔ **جان لیں** کہ اگر جزائے شرط جملۂ اسمیہ ، یاامر یانہی یا دعاء ہوتو جزاء میں فاء کالاناواجب ہے۔جیسے:اِنْ تَاْتِنِيْ فَاَنْتَ مُكْرَمٌ الخ ۔

تشریح: پانچ حروفِ جازمہ کوہم دواقسام پر تقسیم کرسکتے ہیں (۱) پہلی قسم وہ جوصرف ایک فعلِ مضارع کوجزم دیتی ہے یہ چارحروف پر مشتمل ہے۔لائے نہی ، لَمْ ، لَمَّا ، لامِ امر (۲) دوسری قسم وہ جودوافعالِ مضارعہ کوجزم دیتی ہے۔اس میں دوحروف ۔ اِنْ اوراِذْمَا (مگر عام طور پر اِذْمَا کو اسمائے شرطیہ میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ بصریوں کے نزدیک اِذْمَاشرطیه بالا تفاق حرف ہے) آتے ہیں اوران کے علاوہ گیارہ اسمائے شرط آتے ہیں (جن کا ذکراسمائے عاملہ کے باب میں آئے گا)۔وہ بھی دوافعال کوجزم دیتے ہیں۔

لَمْ:وہ جازمہ ہے جوصرف فعلِ مضارع پر داخل ہوتا ہے اوراسے ماضیءِ مطلقِ منفی کے معنی میں کردیتا ہے ۔یعنی ضَرَبَ (ماضی مطلق) کی نفی لَمْ يَضْرِبْ سے ہوتی ہے ۔لَمْ کولَمَّا سے دوامور ممتاز کرتے ہیں ۔ (۱) ایک یہ کہ اس پر حرفِ شرط داخل ہوسکتا ہے،لَمَّا پر داخل نہیں ہوتا ۔ جیسے :فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا ۔ (۲) یہ مطلق ماضی کی نفی پر دلالت کرتا ہے

اس لئے اس کے بعد ثُمَّ کَانَ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن لَمَّا ماضی ممتد الی زمان الحال پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس کی نفی میں انقطاع کا امکان نہیں ہوتا اور اس کے بعد ثُمَّ کَانَ نہیں کہا جا سکتا۔ جیسے اگر ہم کہیں: لَمْ یَنَمْ عَدْوَانُ۔ (عدوان نہیں سویا) تو ہمارے پاس یہ کہنے کی گنجائش موجود ہے کہ: ثُمَّ نَامَ (پھر وہ سو گیا)۔ لیکن اگر ہم لَمَّا یَنَمْ عَدْوَانُ کہیں (کہ عدوان ابھی تک نہیں سویا) تو ہمارے پاس: ثُمَّ نَامَ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

لَمَّا: یہ حرف عربی زبان میں تین مختلف طریقوں سے استعمال ہوتا ہے اور ہر جگہ الگ معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ یہاں ہم لَمَّا جازمة کی بات کر رہے ہیں۔ یہ لَمْ کے ساتھ (۱) مضارع پر داخل ہونے (۲) اسے جزم دینے (۳) حرف ہونے اور (۴) مضارع کو ماضی کے معنی سے مختص کرنے میں تو شریک ہے مگر پانچ امور میں اس سے مختلف بھی ہے۔ (۱) اس پر حرفِ شرط داخل نہیں ہوتا۔ (۲) جس فعل کی یہ نفی کرتا ہے مستقبل میں اس کا ثبوت ممکن ہوتا ہے۔ جیسے: لَمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ یہاں یہ امکان موجود ہے کہ آئندہ انہیں عذاب چکھنا پڑ جائے۔ (۳) اس کے منفی کی نفی کا وقتِ گفتگو سے متصل ہونا واجب ہے۔ لَمَّا یَنَمْ زُبَیْرٌ (زبیر ابھی تک نہیں سویا) میں سونے کی نفی وقتِ کلام سے متصل ہے کہ جس وقت میں بات کر رہا ہوں اس وقت تک وہ نہیں سویا۔ (۴) اس کا مجزوم حذف ہو سکتا ہے جبکہ لَمْ کا مجزوم حذف نہیں ہوتا۔ جیسے: قَرُبَ سُدَیْسٌ مِّنْ لَّاهُوْرَ وَلَمَّا۔ اَیْ: وَلَمَّا یَدْ خُلْهَا بَعْدُ۔ (۵) لَمَّا ماضی قریب کی نفی کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی اگر آپ نے قَدْ نَامَ کی نفی کرنی ہو تو لَمَّا یَنَمْ کہیں گے۔ جبکہ لم ماضی مطلق کی نفی کرتا ہے۔

لامِ امر: امرِ حاضرِ معلوم کے علاوہ امر کے تمام صیغے فعلِ مضارعِ معرب ہیں اور ان کو لامِ امر جزم دیتا ہے۔ امرِ حاضرِ معلوم کا صیغہ مجزوم نہیں بلکہ مبنی ہوتا ہے۔

لائے نہی: لا ناهیة فعلِ مضارع پر داخل ہو کر اسے جزم دیتی ہے۔ اور معنوی طور پر فعلِ مضارع کو خبری معنی سے نہی کے انشائی معنی سے بدل دیتی ہے۔

اِنْ شرطیہ کا عمل: اس کی مختصر توضیح یوں ہے کہ اس کے بعد (۱) اگر دونوں جملے فعلِ مضارع پر مشتمل ہوں تو دونوں کو جزم دینا واجب ہے۔ (۲) اگر پہلا فعلِ مضارع ہو اور دوسرا کچھ اور ہو تو فعلِ مضارع کو جزم دینا واجب ہے (۳) اگر پہلا ماضی اور دوسرا مضارع ہو تو جزم اور رفع دونوں جائز ہیں۔ جیسے: (أ): اِنْ اَتَیْتَنِیْ اٰتِكَ (ب) اِنْ اَتَیْتَنِیْ اٰتِیْكَ۔

وجوبِ فاء: حضرتِ مصنف نے جوابِ شرط پر وجوباً فاء کے داخل ہونے کے چار مواقع کتاب میں ذکر کئے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر پانچ اور مواقع بھی ایسے ہیں جہاں جزاء پر فاء کا دخول واجب ہے۔ دخولِ فاء کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ جزاء میں اگر ایسا جملہ آ جائے جو شرط کے مقام پر نہیں آ سکتا تو اس پر فاء کا لانا واجب ہے۔ اجمالی طور پر ایسے مواقع سات ہیں۔ جنہیں اس شعر میں جمع کیا گیا ہے: ع

اِسْمِیَّۃٌ طَلَبِیَّۃٌ وَّبِجَامِدٍ   وَبِمَاوَلَنْ وَبِقَدْوَ بِالتَّنفِیسِ

یعنی وہ جملہ (۱) یااسمیہ ہو (۲) یا طلبیہ ہو جس میں امر ، نہی اور دعاء تینوں طرح کے جملے شامل ہیں۔ (یاد رہے کہ حضرتِ مصنف نے انہی دو قسموں کو چار الگ الگ اقسام کے طور پر ذکر فرما کر ان کی چار مثالیں ذکر فرمائی ہیں)۔ (۳) یا وہ جملہ فعلِ جامد (عَسٰی ، لَیْسَ ، نِعْمَ وغیرہ) سے شروع ہوتا ہو (۴) یا وہ مانافیہ سے شروع ہوتا ہو (۵) یالَن ناصبہ تاکیدیہ سے شروع ہوتا ہو (۶) یا قَدْ سے شروع ہوتا ہو۔ (۷) یا حروفِ تنفیس (سین یا سَوْفَ) سے شروع ہوتا ہو۔ ان سب کی ترتیب وار مثالیں یوں ہیں: (۱) وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ جزاء جملۂ اسمیہ ہے۔ (۲) (أ) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ جزاء جملۂ طلبیہ امر کے صیغہ میں۔ (ب) فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ ۔ جزاء جملۂ طلبیہ ، نہی کے صیغہ میں۔ (ج) اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ فَجَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا۔ جزاء جملۂ طلبیہ ، دعاء کی صورت میں۔ (۳) اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْکَ مَالًا وَّوَلَدًا فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ ۔ جزاء کا جملہ فعلِ جامد عَسٰی سے شروع ہورہا ہے۔ (۴) فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَمَاسَاَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۔ جزائیہ جملہ مانافیہ سے شروع ہوا ہے۔ (۵) وَمَایَفْعَلُوْامِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ ۔ جزائے شرط کے شروع میں لَنْ ناصبہ آرہی ہے۔ (اس جملے میں مَا اسمِ شرط نے شرط کو جزم دی ہے)۔ (۶) اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ ۔ جزاء کا جملہ قد سے شروع ہوا ہے۔ (۷) وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَۃً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ جوابِ شرط کا جملہ حرفِ تنفیس سَوْفَ سے شروع ہوا ہے۔

ملاحظہ : جملۂ طلبیہ کو اگر الگ الگ اقسام کے طور پر لیں (جیسا کہ حضرتِ مصنف نے لیا ہے تو نو (۹) قسم کے جملے ایسے ہیں جن پر فاء کا دخول واجب ہے۔ وگرنہ اصل اقسام صرف سات ہیں۔

ملاحظہ : مصنف نے اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ کی مثال دے کر جو فرمایا ہے کہ ان کا اعراب تقدیری ہے۔ ان کا یہ ارشاد مجاز پر محمول ہوگا۔ کیونکہ پیچھے آپ پڑھ آئے ہیں کہ لفظی اور تقدیری اعراب صرف معرب اسم یا فعل کو ملتا ہے۔ مبنی اسم یا فعل کو نہ لفظاً اعراب ملتا ہے نہ ہی تقدیراً وہ صرف محلِ اعراب میں ہوتا ہے۔ یعنی ایسی جگہ واقع ہوا ہے کہ اگر یہاں کوئی معرب فعل ہوتا تو اسے جزم ملتی۔

تمرین: (۱) حروفِ شرط وجزم کا تعین کریں (۲) بتلائیں کہ فعلِ مضارع کو انہوں نے کس طرح جزم دی ؟ (۳) جزاء پر اگر فاء ہوتو بتلائیں کہ وہ کیوں آئی ہے؟۔

اِنْ یَّشَاْیُذْھِبْکُمْ ۔ وَاِنْ تَعُوْدُوْانَعُدْ۔ وَلَمَّایَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْامِنْ قَبْلِکُمْ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْاوَلَنْ تَفْعَلُوْافَاتَّقُوْاالنَّارَ۔ فَلْیَضْحَکُوْاقَلِیْلًاوَّلْیَبْکُوْاکَثِیْرًا۔ وَلَاتَھِنُوْاوَلَاتَحْزَنُوْا۔ اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ ۔ وَلَا تُصَعِّرْخَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا۔ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ

اِلَّاهُوَ۔فَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً ۔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۔
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا ۔ اِنْ جَآءَ
كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْا ۔ وَلَا يَاْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ ۔اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۔
لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۔ اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ ۔رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا۔ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ۔ وَاِنْ
يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔لَمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ۔
لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔

بابِ دُوُّم

در عملِ افعال

بدانکه : ہیچ فعل غیرِ عامل نیست ۔ وافعال در عمل بردو گونہ ست ۔**قسمِ اوّل :** معروف ۔ **بدانکه :** فعلِ معروف خواہ لازم باشد خواہ متعدی ، فاعل را برفع کند چوں قَامَ زَیْدٌ ۔ وَضَرَبَ عَمْرٌو ۔ وشش اسم رابنصب کند ۔ **اول :** مفعولِ مطلق را ۔ چوں قَامَ زَیْدٌ قِیَامًا وَضَرَبَ زَیْدٌ ضَرْبًا ۔ **دُوُّم :** مفعول فیہ را ۔ چوں : صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَجَلَسْتُ فَوْقَكَ ۔ **سِوُّم :** مفعول معہ را ۔ چوں : جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ ۔ اَیْ : مَعَ الْجُبَّاتِ ۔ **چهارُم :** مفعول لهٗ را ۔ چوں : قُمْتُ اِکْرَامًا لِّزَیْدٍ وضَرَبْتُهٗ تَأدِیْبًا ۔ **پنجم :** حال را ۔ چوں : جَآءَ زَیْدٌ رَاکِبًا ۔ **ششم :** تمییز را ۔ وقتیکہ درنسبتِ فعل بفاعل ابہامی باشد ۔ چوں : طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا ۔ امّا فعلِ متعدی مفعول بہ را بہ نصب کند ۔ چوں : ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا ۔ وایں عمل فعلِ لازم را نباشد ۔

ترجمه : کوئی بھی فعل غیرِ عامل نہیں ہوتا ۔ عمل کے اعتبار سے افعال دو قسم کے ہیں ۔ **قسمِ اول :** فعلِ معلوم ہے ۔ فعلِ معلوم خواہ لازم ہو یا متعدی ہو ، فاعل کو ہر صورت میں رفع دیتا ہے ۔ جیسے : قَامَ زَیْدٌ وضَرَبَ عَمْرٌو ۔ اور چھ اسماء کونصب دیتا ہے ۔ **اول :** مفعولِ مطلق کو ۔ جیسے : قام ...... الخ **دُوُّم :** مفعول فیہ کو **سِوُّم :** مفعول معهٗ کو **چهارُم :** مفعول لهٗ کو **پنجم :** حال کو اور **ششم :** تمییز کو ۔ اس وقت جبکہ فعل اور اس کے فاعل کے درمیان قائم نسبت میں کوئی ابہام پیدا ہوجائے ۔ **فعلِ متعدی** مفعول بہ کو بھی نصب دیتا ہے جیسے : ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا ۔ فعلِ لازم یہ عمل نہیں کرتا ۔

تشریح : دوسرا باب افعالِ عاملہ کا ہے ۔ کوئی بھی فعل عمل سے خالی نہیں ۔ اور اس کے عمل کی پہلی تقسیم یہ ہے کہ اسے معلوم اور مجهول میں تقسیم کیا جائے ۔ ہر فعلِ معلوم (۱) فاعل کو لازمی رفع دیتا ہے ۔ (۲) حال ، تمییز اور مفعولاتِ اربعہ کو لازمی نصب دیتا ہے ۔ خواہ وہ فعلِ لازم ہو یا متعدی ۔ البتہ فعلِ معلوم اگر متعدی ہو تو ان چھ منصوبات کے علاوہ مفعول بہ کو بھی نصب دیتا ہے ۔ لازم اسے کہتے ہیں جس کو مفعول بہ کی ضرورت نہ ہو ۔ اس کا مفعول بہ ہوتا ہی نہیں کہ وہ اسے نصب دے ۔

نحومیر : فصل : بدانکه فاعل اسمیست کہ پیش از وے فعلی باشد مسند بداں اسم بر طریقِ قیامِ فعل بداں اسم ۔ چوں : زَیْدٌ در ضَرَبَ زَیْدٌ ۔ **ومفعول مطلق** مصدر یست کہ واقع شود بعد از فعلے وآں مصدر بمعنی آں فعل باشد ۔ چوں : ضَرْبًا در ضَرَبْتُ ضَرْبًا ۔ وقِیَامًا در قُمْتُ قِیَامًا ۔

ترجمہ:فصل : فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے ایک فعل اس کا مسند بن کر اس طرح آ رہا ہو کہ وہ فعل اس اسم کے ذریعے قائم ہے۔ جیسے: ضَرَبَ زَيْدٌ میں زید۔ اور مفعولِ مطلق وہ مصدر ہے جو کسی فعل کے بعد آئے اور وہ مصدر اس فعل کے معنی میں ہو۔ جیسے: ضَرَبْتُ ضَرْبًا میں ضَرْبًا اور قُمْتُ قِيَامًا میں قِيَامًا۔

تشریح: مصنف نے دوسرے باب کا آغاز افعالِ عاملہ کے عمومی اعمال سے کیا اور ان میں سے سب سے پہلے فعلِ معلوم کا عمل ذکر فرمایا۔ فعلِ معلوم جن اسماء پر عمل کرتا ہے ان کا تذکرہ کرنے کے بعد اب ان تمام چیزوں کا مختصر تعارف کراتے ہیں کہ فاعل کیا ہوتا ہے؟ (جسے فعل معلوم رفع دیتا ہے) اور مفعولِ مطلق وغیرہ کیا ہیں جنہیں فعل معلوم نصب دیتا ہے۔ جس کا ملخص یوں ہے۔

(۱) فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے وہ فعل آئے جو اس اسم کے ذریعے قائم ہو۔ (مگر یاد رہے کہ فاعل صرف فعل کا نہیں بلکہ اسمائے صفات (شبہِ فعل) کا بھی آتا ہے لیکن چونکہ یہاں مصنف افعال کا عمل ذکر کررہے ہیں اس لئے صرف فعل کا عمل ذکر کررہے ہیں۔ اسماء کے اعمال جب تیسرے باب میں بیان کریں گے تو وہاں آپ کو بتلائیں گے کہ کون کونسے اسماء فاعل کو رفع دیتے ہیں)۔

(۲) فاعل کے لئے اسم ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ تاویلی طور پر ہی اسم کیوں نہ ہو (جیسے اَن اور اس کا معمول فعل مل کر مصدر کی تأویل میں ہو جاتے ہیں۔ وغیرہ) اور خواہ وہ اسم ظاہر ہو یا ضمیر ، اور ظاہر میں سے مبنی ہو یا معرب۔ ہر طرح کا اسم، فاعل بن سکتا ہے۔ معرب کو اعراب ملے گا اور مبنی محلِ اعراب میں واقع تو ہوگا مگر اسے اعراب نہیں ملے گا۔

(۳) مفعولِ مطلق : وہ مصدر ہے جو اپنے ہم معنی فعل کے بعد آئے۔ خواہ لفظاً وہ اس اسم سے متفق ہو یا مختلف ہو۔ جیسے: جَلَسْتُ جُلُوْسًا وَجَلَسْتُ قُعُوْدًا۔ یہ مصدر تین مقاصد کے لئے آتا ہے (۱) عام طور پر توکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا۔

(۲) کبھی عدد کے اظہار کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے: ضَرَبْتُهُ ضَرْبَةً (میں نے اسے ایک بار مارا) ثلاثی مجرد میں مصدرِ عددی کیلئے فَعْلَةٌ ایک بار پر دلالت کرنے کیلئے مختص ہے۔ اگر دو عدد پر دلالت مقصود ہو تو اس مصدر کو مثنی بنالیا جاتا ہے۔ جیسے: ضَرَبْتُهُ ضَرْبَتَيْنِ۔ (دو بار مارا) اور دو سے زیادہ بار کا عدد ظاہر کرنا ہے تو مطلوبہ عدد کو فعل کے بعد لا کر اس کے بعد مصدر کا ذکر کیا جائے۔ جیسے: ضَرَبْتُهُ ثَلَاثَ ضَرَبَاتٍ۔ (تین بار) دَعَوْتُهُ عِشْرِيْنَ دَعْوَةً۔ (میں نے اسے بیس بار بلایا)۔

ملاحظہ : آپ چاہیں تو فعل کا مصدر لانے کیلئے مذکورہ طریق کار کے مطابق مَرَّةٌ یا کَرَّةٌ کو لے آئیں۔ چنانچہ مَرَّةً ، مَرَّتَيْنِ ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وغیرہ کا بھی وہی معنی ہے جو آپ فَعْلَةٌ کا مصدر عددی لا کر حاصل کرتے ہیں۔

غیرِ ثلاثی افعال: اگر آپ غیرِ ثلاثی مجرد افعال سے مصدرِ عددی لانا چاہتے ہیں تو اگر اسکے مصدر کے آخر میں تاء نہ ہو تو تاء کا اضافہ کرنے سے وہ مصدرِ عددی بن جائیگا۔ جیسے: اَکْرَمْتُہٗ اِکْرَامَۃً۔ اور اگر اس کے آخر میں پہلے سے تاء موجود ہو تو پھر اس کا یہی حل ہے کہ اس مصدر کے بعد واحدۃ بطورِ صفت لا کر عدد کا اظہار کریں۔ جیسے: اَقَمْتُہٗ اِقَامَۃً وَّاحِدَۃً۔

(۳) اور کبھی مفعولِ مطلق بیانِ نوع کے لئے آتا ہے۔ ثلاثی مجرد میں بیانِ نوع کے لئے فِعْلَۃٌ کا وزن مخصوص ہے۔ جیسے: جَلَسْتُ جِلْسَۃَ الْقُرَّاءِ۔ (میں قاریوں کی طرح بیٹھا)۔

نیابت مصدر نوعی: نوعِ عمل پر دلالت کرنے والے مصدر کی قائمقامی دس چیزیں کرتی ہیں: (۱) **کُلِّیَّتِ مصدر:** جیسے: لَاتَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ۔ (۲) **بَعْضِیَّتِ مصدر:** جیسے: اَکْرَمْتُہٗ بَعْضَ الْاِکْرَامِ۔ (۳) **نوعِ مصدر:** جیسے: رَجَعْتُ الْقَھْقَرٰی۔ (القھقرٰی واپسی کی ایک خاص نوع، الٹے پاؤں واپسی پر دلالت کرتا ہے)۔ (۴) **صفتِ مصدر:** جیسے: سِرْتُ اَحْسَنَ السَّیْرِ۔ (۵) **ہیئتِ مصدر:** جیسے: مَاتَ الْقَائِدُ مِیْتَۃَ الْاَبْطَالِ۔ (۶) **مشارالیہ:** عَلَّمَنِیْ ھٰذَا الْعِلْمَ اُسْتَاذِیْ۔ (وفیہ نظر) (۷) **وقتِ مصدر:** جیسے اعشیٰ کا یہ شعر ہے: ع

اَلَمْ تَغْتَمِضْ عَیْنَاکَ لَیْلَۃَ اَرْمَدَا　　　وَعَادَکَمَا عَادَ السَّلِیْمُ مُسَھَّدًا

اَیْ اِغْتِمَاضَ لَیْلَۃِ اَرْمَدَ۔ (۸) **مااستفہامیۃ:** جیسے: مَاتَضْرِبُ اللِّصَّ۔ اَیْ: اَیَّ ضَرْبٍ۔ (۹) **ماشرطیہ:** جیسے: مَاشِئْتَ فَاجْلِسْ۔ اَیْ: اَیَّ جُلُوْسٍ۔ (۱۰) **آلۂ مصدر:** جیسے: ضَرَبْتُہٗ سَوْطًا۔

ملاحظہ: ایسے میں انہی دس کلمات کو مفعولِ مطلق قرار دیا جائے گا۔

تمرین: ذیل کی امثلہ میں فاعل، مفعولِ مطلق اور نائبِ مفعولِ مطلق کی شناخت کریں۔ اور مفعولِ مطلق کی تین اقسام کا تعین کریں۔

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا۔ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا۔ وَلَاتُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۔ سَاَلَ سَآئِلٌ۔ وزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا۔ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا۔ صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا۔ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا۔ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ۔ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمَانِیْنَ جَلْدَۃً۔ فَلَاتَمِیْلُوْا کُلَّ الْمَیْلِ۔ فَلْیَضْحَکُوْا قَلِیْلًا وَّلْیَبْکُوْا کَثِیْرًا۔ فَدُکَّتَا دَکَّۃً وَّاحِدَۃً۔ وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ کَلَّا اِذَا دُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّا دَکًّا۔ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ۔ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَنْزِیْلًا۔ اُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا۔ فَنَظَرَ نَظْرَۃً وَّاحِدَۃً۔

نحومیر: ومفعول فیہ اسمیست کہ فعلِ مذکور درووا قع شود۔ واورا ظرف گویند۔ و ظرف بر دو گونہ ست

ظرفِ زمان ۔ چوں: یَوْمَ در: صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ۔ و ظرفِ مکان ۔ چوں: عِنْدَ در: جَلَسْتُ عِنْدَكَ ۔

ترجمه: مفعول فیه: وہ اسم ہے جس میں مذکورہ فعل واقع ہوا ہو۔ اسے ظرف کہتے ہیں اور ظرف دوقسم کی ہے (۱) ظرفِ زمان جیسے: صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَةِ میں یَوْمَ ۔ اور (۲) ظرفِ مکان ۔ جیسے: جَلَسْتُ عِنْدَكَ میں عِنْدَ ۔

تشریح: مصنف نے ظرف کی دواقسام بیان فرمائی ہیں۔ یہ دونوں اقسام دوبارہ دودو اقسام پر تقسیم ہوتی ہیں ۔

(۱) متصرف اور (۲) غیر متصرف ۔

ظرفِ متصرف : اس اسمِ ظرف کو کہتے ہیں جو ترکیب میں ظرف کے علاوہ کسی اور مقام میں بھی واقع ہوسکے۔ یعنی مبتدا ، خبر ، فاعل ، مضاف الیہ، مدخول جار وغیرہ بن سکے۔ ظرفِ زمان میں سے یَوْمٌ ، شَهْرٌ ، عَصْرٌ ، صَبَاحٌ ، مَسَاءٌ ، عشاءٌ ، وَقْتٌ وغیرہ درجنوں اسماء اور ظرفِ مکان میں سے مِیْلٌ ، فَرْسَخٌ ، مَكَانٌ ، بَیْتٌ جیسے درجنوں اسماء متصرف ظروف ہیں۔ ایسی ظروف کو ہم مبتدا ، خبر وغیرہ بنا کر کلام میں استعمال کر سکتے ہیں ۔ جیسے: اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْجُمُعَةِ ۔ بَیْتِی عَلٰی بُعْدِ ثَلَاثَةِ اَمْیَالٍ مِّنْ هٰذَاالْمَكَانِ ۔ وغیرہ۔

ظرفِ غیرِ منصرف: اس اسمِ ظرف کو کہتے ہیں جو صرف ظرف کے طور پر استعمال ہوتی ہے ۔ جیسے: لَدٰی ، اَیَّانَ وغیرہ۔

(۲) دوسری تقسیم : معنوی اعتبار سے ہر ظرف کی دوقسمیں ہیں (۱) ظرفِ مبہم اور اور ظرفِ محدود ۔

ظرفِ مبہم : غیر معین ظرف کو کہتے ہیں اور **ظرفِ محدود** اسے کہتے ہیں جو کسی دائرے تک محدود ہو۔ چنانچہ ، وَقْتٌ ، دَهْرٌ ، حِیْنٌ وغیرہ ظرفِ زمانِ مبہم ہیں اور یومٌ ، شَهْرٌ ، عَامٌ ، عَصْرٌ وغیرہ ظرفِ زمان محدود ہے۔ اسی طرح: قُدَّامٌ ، وراءٌ ، خَلْفٌ ، شِمَالٌ ، جُنُوْبٌ وغیرہ ظرفِ مکانِ مبہم اور: بَیْتٌ ، دارٌ ، مَسْجِدٌ ، مَدْرَسَةٌ ، مَكَّةُ ، لَاهُوْرُ ، وغیرہ ظرفِ مکان محدود ہیں۔

وجوب اظهار فی : مفعول فیه یا ظرف ہمیشہ فی کے معنی کو متضمن ہوتی ہے اور اس کی پہلی تین اقسام منصوب ہو کر آتی ہیں لیکن چوتھی قسم (ظرفِ مکانِ محدود) میں فی کا اظہار واجب ہے ۔ جیسے: (۱) صُمْتُ یَوْمًا۔ (۲) جَاءَ نِیْ طَلْحَةُ عَصْرًا (۳) جَلَسْتُ خَلْفَ حَمْزَةَ ۔ (ان تینوں ظروف کو مفعول فیه بنا کر نصب دینا واجب ہے۔ اور یہاں فی کا اظهار ممنوع ہے) (۴) جَلَسْتُ فِی الْمَسْجِدِ ۔ دَرَسْتُ فِی الْمَدْرَسَةِ چونکہ ظرفِ مکانِ محدود ہے اس لئے اس میں فی کا اظهار واجب ہے۔

یہاں دیگر چند اہم مباحث سے ہم دانستہ صرفِ نظر کر رہے ہیں۔ تفصیل کے لئے : کتاب الأعاریب اور بدایة النحو دیکھیں۔

تمرین: ذیل کی مثالوں میں ظرف کی شناخت بھی کریں اور بتلائیں کے وہ ظرفِ مکان ہے یا زمان؟ مبہم ہے یا محدود؟ متصرف ہے یا غیر متصرف؟ اور معرب ہے یا مبنی؟

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔ وَاِنَّھُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ۔ فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِ ھِمْ۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ۔ یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّیُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا۔ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَیْھِمُ اثْنَیْنِ۔ سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ۔ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ تَجْرِیْ تَحْتَھَا الْاَنْھٰرُ۔ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا۔ قُمِ الَّیْلَ۔ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ۔ اِرْجِعُوْا وَرَآءَ کُمْ۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ۔ نَجْعَلْھُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا۔ وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ۔ وَمَا کُنْتَ لَدَیْھِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ۔ ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

نحو میر: ومفعول معہٗ اسمیست کہ مذکور باشد بعد از واؤ بمعنی مَعَ۔ چوں: وَالْجُبَّاتِ در: جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ۔ اَیْ: مَعَ الْجُبَّاتِ۔ ومفعول لہٗ اسمیست کہ دلالت کند بر چیزے کہ سببِ فعلِ مذکور باشد۔ چوں: اِکْرَامًا در: قُمْتُ اِکْرَامًا لِّزَیْدٍ۔

ترجمہ: اور مفعول معہٗ وہ اسم ہے جو مَعَ کے معنی میں آنے والی واؤ کے بعد آئے۔ جیسے: جَآءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ میں وَالْجُبَّاتِ ہے۔ یعنی: مَعَ الْجُبَّاتِ۔ اور مفعول لہٗ وہ اسم ہے جو اس چیز پر دلالت کرے جو پیچھے گزرے فعل کا سبب ہو۔ جیسے: قُمْتُ اِکْرَامًا لِّزَیْدٍ میں اِکْرَامًا۔

تشریح: (۱) مفعول معہٗ کا نام اسی لئے مَعَہٗ ہے کہ مَعَ کے معنی میں آنے والی واؤ کے بعد آتا ہے۔ واوِ عاطفہ اور واؤ بمعنی مَعَ کے درمیان فرق اس وقت واضح ہوتا ہے جب عطف کا یا معنی درست نہ بنتا ہو۔ جیسے: سِرْتُ وَالشَّاطِئَ (میں نے ساحل کے ساتھ ساتھ سیر کی)۔ یہاں واؤ کو عاطفہ بنا کر یہ مفہوم قطعاً نہیں لیا جا سکتا کہ (میں نے اور ساحل نے سیر کی)۔ یا اس وقت واضح ہوتا ہے جب فنی طور پر واؤ کے مابعد کا اس کے ماقبل پر عطف کرنا درست نہ ہو۔ جیسے: ضمیرِ متصل پر اسمِ ظاہر کا اس وقت تک عطف صحیح نہیں جب تک ضمیر متصل کے بعد اس کی تاکید کے لئے ضمیرِ مرفوعِ منفصل نہ لائی جائے۔ چنانچہ اگر کوئی کہے: جِئْتُ وَزَیْدًا تو یہاں واؤ کا مَعَ کے معنی میں ہونا اس وجہ سے متعین اور عطف کے لئے ہونا اس لئے ممنوع ہو جائے گا کہ زید کا ضمیرِ مرفوع متصل پر عطف جائز ہی نہیں۔

اس طرح کے مقامات پر یہ متعین ہو جاتا ہے کہ واؤ عاطفہ نہیں بلکہ مَعَ کے معنی میں ہے۔ اور اگر ایسا جملہ ہو جہاں واؤ کا

عاطفہ ہونا بھی درست ہو تو عام طور پر تو اسے عاطفہ ہی بنایا اور مانا جائیگا ۔ کیونکہ یہی اس کا عمومی استعمال ہے ۔لیکن ایسی جگہ پر مَعَ کے معنی میں استعمال کرنا بھی درست ہے ۔مثلاً: جَآءَ نِیْ یَاسِرٌ وَّعَمَّارٌ کہہ کر آپ عمار کو یاسر پر عطف بھی دے سکتے ہیں ۔اور جَاءَ نِی یَاسِرٌ وَّعَمَّارًا کہہ کر آپ واؤ کو مع کے معنی میں استعمال کر کے عماراً کو مفعول معهٗ بھی بنا سکتے ہیں ۔متکلم پر موقوف ہے کہ وہ یہاں واوَ کو عطف کے لئے لاتا ہے یا مصاحبت کے لئے استعمال کرتا ہے۔

فرق : دونوں صورتوں میں معنوی فرق یہ ہوگا کہ عطف کی صورت میں صرف اشتراك فی الفعل ثابت ہوگا۔یعنی یاسر اور عمار آنے میں دونوں شریک ہیں ۔مگر مُصاحَبَت ثابت نہیں ہوگی ۔یعنی یہ نہیں ثابت ہوگا کہ دونوں ساتھ ساتھ اور اکٹھے آئے ۔اور مفعول معهٗ بنانے کی صورت میں اشتراك مع المصاحبة ثابت ہوگا کہ یاسر اور عمار اکٹھے آئے ۔

(۲) مفعول لهٗ: وہ اسم ہے جو فعلِ سابق کا سبب بیان کرتا ہے ۔ہم اس کے بارے میں یہاں دو امور بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

مفعول لهٗ کی شرائط : کوئی بھی اسم تب تک مفعول لهٗ نہیں بن سکتا جب تک اس میں پانچ شرائط پوری نہ ہوں ۔ایک بھی پوری نہ ہوئی تو وہ اسم مفعول لهٗ نہیں بن سکتا ،(۱) وہ اسم مصدر ہو (۲) مصدر بھی کسی قلبی فعل کا ہو۔ یعنی جس فعل کا تعلق حِسّی امور (جیسے :ضَرَبَ ، اَکَلَ ، شَرِبَ وغیرہ) سے نہ ہو بلکہ انسانی جذبات اور قلب سے تعلق رکھنے والے افعال (جیسے: اَکْرَمْتُ ، رَغِبْتُ ، خَشِیْتُ وغیرہ) سے ہو۔ (۳) وہ مصدر تعلیل کا فائدہ بھی دیتا ہو یعنی اس میں سبب بننے کی صلاحیت موجود ہو۔ (۴) وہ اپنے مُعَلَّل بِہٖ کے ساتھ وقت میں بھی شریك ہو اور (۵) اپنے مُعَلَّل بِہٖ کے ساتھ فاعل میں بھی شریك ہو۔ جیسے: قُمْتُ اِکْرَامًا لِّلْاُسْتَاذِ ۔ میں اِکْرَامًا اس لئے مفعول لهٗ واقع ہوا ہے کہ (۱) یہ مصدر ہے (۲) اس کا تعلق قلبی افعال سے ہے (۳) کسی کا اکرام کرنا قیام کا سبب بن سکتا ہے (۴) اکرام اسی وقت کر رہا ہے جب وہ کھڑا ہوا ہے ۔ایسا نہیں ہے کہ کھڑا تو آج ہوا ہو اور اکرام اس نے کل کو کرنا ہو ۔ (۵) اور اکرام اپنے معلل بہ کے ساتھ فاعل میں بھی شریک ہے کہ متکلم ہی کھڑا ہوا ہے اور وہی اکرام بھی کر رہا ہے۔ یہ نہیں کہ کھڑا تو متکلم ہوا ہو اور اکرام کوئی اور شخص کر رہا ہو۔

فقدان شرائط : چونکہ مفعول لهٗ (جس کا دوسرا نام مفعول لِاَجْلِہٖ ہے) سبب پر دلالت کرتا ہے اس لئے یہ لامِ تعلیل کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔اور اگر ان میں سے ایک بھی شرط مفقود ہو تو اس لام کا اظہار واجب ہے جو مفعول لاجله میں حذف کر دی گئی تھی ۔ جیسے :وَالْاَرْضَ وَضَعَھَا لِلْاَنَامِ (یہاں انام مصدر نہیں اس لئے لامِ تعلیل کو ظاہر کیا گیا) یا اس پر کوئی دوسرا حرفِ جر لانا ضروری ہوگا۔ جیسے : وَلَاتَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۔ (املاق مصدر تو ہے مگر قلبی فعل کا نہیں ۔اس لئے حرف جر مِنْ کے ساتھ اسے مجرور کرنا واجب ہے)۔

مفعول له کا استعمال : اگر کسی اسم میں مفعول لهٗ بننے کیلئے مطلوبہ پانچوں شرائط پوری ہوں تو اسے تین طرح

سے استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اور ہر صورت کے احکام مختلف ہیں۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اسے الْ اور اضافة دونوں سے مجرد کر کے لایا جائے ۔اس صورت میں مفعول لهٗ کو منصوب کرکے لایا جائے گا۔ جیسا سابقہ مثالوں میں واضح ہے۔

(۲) دوسری صورت الْ کے ساتھ استعمال کرنے کی ہے ۔اس صورت میں حرفِ جر کے ساتھ اسے مجرور کرنا اکثر ہے جبکہ مفعول لهٗ بنا کر منصوب کرنا عربی میں بہت کم ہے۔ جیسے: قُمْتُ لِلْإِكرام ۔ صَفَحْتُ عَنْ اَحْمَدَ لِلشَّفْقَةِ عَلَيْهِ ۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ ایسے اسم کو مضاف کر کے لایا جائے ۔اس صورت میں اسے مفعول لهٗ بنا کر نصب دینا اور اسپر حرفِ جر داخل کر کے جر دینا دونوں برابر ہیں۔ جیسے: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ میں اِبْتِغَآءَ (مصدر مضاف) کو مفعول لهٗ بنا کر منصوب لایا گیا ہے اور: وَاِنَّ مِنْهَالَمَايَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ میں خَشْيَة (مصدر مضاف) کو مِنْ جارہ سے جر دے کر استعمال کیا گیا ہے۔

تمرین: مفعول لهٗ کی شناخت کریں اور اگر کہیں اسپر حرفِ جارہ آیا ہو تو اس کی وجہ بتلائیں کہ کون سی شرط نہ ہونے کی وجہ سے حرف جارہ آیا؟۔ اور بتلائیں کہ مفعول لهٗ تین میں سے کونسے طریقہ پر استعمال ہو رہا ہے؟۔

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًامِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ۔وَلَاتَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ۔قَالُوْامَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ ۔وَمَآاَرْسَلْنٰكَ اِلَّارَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ اِنَّامُرْسِلُوْاالنَّاقَةِ فِتْنَةًلَّهُمْ ۔ وَمَانُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاتَخْوِيْفًا۔ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّامِنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَ هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ۔ وَلَاتَقْتُلُوْٓااَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۔

نحو میر: و حال اسمیت نکره که دلالت کند بر هیئتِ فاعل ۔ چوں : رَاكِبًا در : جَآءَ زَيْدٌ رَّاكِبًا۔ یا بر هیئتِ مفعول ۔ چوں : مَشْدُوْدًا در: ضَرَبْتُ زَيْدًامَّشْدُوْدًا ۔ یا بر هیئتِ هر دو۔ چوں : رَاكِبَيْنِ ۔ در: لَقِيْتُ زَيْدًارَّاكِبَيْنِ۔ و فاعل و مفعول را ذو الحال گویند ۔ و آں غالباً معرفه باشد ۔ و اگر نکره باشد حال را مقدم دارند ۔ چوں : جَآءَ نِيْ رَاكِبًارَّجُلٌ ۔ و حال جمله نیز باشد ۔ چنانچه: رَاَيْتُ الْاَ مِيْرَ وَهُوَ رَاكِبٌ۔

ترجمه: حال وہ اسم نکرہ ہے جو یا فاعل کی ھیئت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے: جَآءَ زَيْدٌرَّاكِبًا میں رَاكِبًا ہے۔ یا مفعول کی ھیئت پر دلالت کرے ۔ جیسے: ضَرَبْتُ زَيْدًامَّشْدُوْدًا میں مَشْدُوْدًا ہے۔ یا دونوں کی ھیئت پر دلالت کرے۔ جیسے: لَقِيْتُ زَيْدًا رَّاكِبَيْنِ ہے۔ فاعل اور مفعول کو ذوالحال کہتے ہیں۔ اور اس کا معرفہ ہونا غالب ہے۔ اگر کہیں ذوالحال نکرہ آجائے تو حال کو اس پر مقدم لایا جاتا ہے۔ جیسے: جَآءَ نِيْ رَاكِبًارَّجُلٌ ۔ اور حال جملہ بھی ہوتا ہے جیسے: رَاَيْتُ الْاَمِيْرَ وَهُوَرَاكِبٌ ۔

تشریح: حضرتِ مصنف نے فرمایا ہے کہ حال اسمِ نکرہ ہوتا ہے جو فاعل ، مفعول یا ان دونوں کی ھیئت پر دلالت کرتا ہے جبکہ ذو الحال (فاعل و مفعول) غالبًا معرفہ ہوتا ہے۔ اور اگر نکرہ ہو تو حال کو اس پر مقدم لایا جاتا ہے۔ یہاں تھوڑا سا خلطِ مبحث بھی مصنف کی طرف سے ہو گیا ہے۔ اس کی وضاحت بھی ضروری ہے اور چند امور حال کے بارے میں وضاحت طلب ہیں ان کی توضیح بھی ضروری ہے:۔

حال کے پانچ اوصاف: حال کے پانچ اوصاف ہوتے ہیں۔

(أ) پہلا یہ کہ وہ صفتِ متنقِلہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ یعنی ایسی صفت جو مضمونِ جملہ کے حصول کے وقت تو موجود ہے مگر بدلتی رہتی ہے۔ چنانچہ جب آپ کہتے ہیں: جَآءَ زَیْدٌ رَّاکِبًا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت زید آیا اس وقت وہ سوار تھا۔ یہ نہیں کہ وہ عمر بھر سوار ہی رہتا ہے۔ حال کا وصف متنقِل ہونا غالب ہے۔

(ب) بعض دفعہ وَصفِ ثابت بھی حال بن کر واقع ہوتا ہے۔ مگر ایسا صرف تین مواقع میں ہوتا ہے۔ یہاں ہم اس کی ایک قرآنی مثال دے دیتے ہیں مگر مواقع ثلاثہ کی بحث سے گریز کرتے ہیں: وَهُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ۔ آیت میں مفصلا حال واقع ہوا ہے جو قرآنِ کریم کی دائمی صفت ہے ، عارضی اور متنقل نہیں ہے۔ لیکن واضح رہے کہ حال میں عمومی استعمال صرف قسم اول (صفتِ متنقله) کا ہوتا ہے۔

(ج) حال مشتق ہوتا ہے جامد نہیں ہوتا مگر یہ وصف بھی غالب ہے (لازم نہیں) اور دس مسائل ایسے ہیں جن میں اسمِ جامد حال واقع ہوتا ہے:۔

دس مقامات پر اسمِ جامد حال واقع ہوسکتاھے: (۱) جب حال تشبیہ پر دلالت کر رہا ہو۔ جیسے: بَدَاخَالِدٌ اَسَدًا ۔ (۲) جب وہ مُفَاعَلة پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے: بِعْتُهٗ یَدًابِیَدٍ ۔ (۳) جب حال ترتیب کا فائدہ دے رہا ہو۔ جیسے: دَخَلْنَافِی الْمَسْجِدِرَجُلًارَجُلًا۔ وَقَرَأتُ هذاالْکِتَابَ بَابًا بَابًا۔ (ایک ایک آدمی کر کے، ایک ایک باب کر کے)۔ (۴) تسعیر پر دلالت کرے۔ اَلْبُرُّ مُدًّابِدِرْهَمَیْنِ ۔ اَلْحَلِیْبُ لِتْرًابِرِیَالَیْنِ ۔ یہاں مُدًّا ، لِتْرًا نرخ اور بھاؤ بتانے کے لئے بطورِ حال آ رہے ہیں۔ اگر چہ جامد ہیں۔

ملاحظه: جمہور علمائے نحو ان چاروں اقسام کی تاویل مشتقات کے ساتھ کر کے فرماتے ہیں کہ یہ تمام اقسام مشتق کی تاویل اور اس کے حکم میں ہیں۔ چنانچہ وہ بالترتیب پہلے جملہ کی تاویل: مُشَبَّهًابِالْاَسَدِ ، دوسرے کی: مُتَقَابِضَیْنِ ، تیسرے کی: مُرَتَّبِیْنَ اور چوتھے کی مُسَعَّرًا سے کرتے ہیں جو سب کے سب اسمائے مشتقہ ہیں۔ لیکن آگے آنے والی چھ اقسام کی کوئی ایسی تاویل بھی نہیں کی جاتی ۔ وہ تمام جامدِ محض ہیں۔ (۵) حال نکرہ موصوفه ہو۔ جیسے: اِنَّآاَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ (۶) حال عدد پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے: فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۔ (۷) اس سے مقصود کسی چیز کو خود اپنے آپ پر یا کسی دوسرے پر دو اعتبارات کے حوالے سے تفضیل دینا مقصود ہو۔ جیسے: عَبْدُالْقُدُّوْسِ جَارًااَحْسَنُ مِنْهُ

صَدِيْقًا(۸) وہ اپنے ذوالحال کی نوع ہو۔ جیسے :ھٰذَامَالُكَ ذَھَبًا۔ (ذَھَب ، مال کی نوع ہے) (۹) حال اپنے ذوالحال کی فرع ہو۔ جیسے:وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا۔(بیوت چونکہ جبال میں سے بنائے گئے تھے اس لئے اس کی فرع ہیں)۔(۱۰) یاوہ اپنے ذوالحال کااصل ہو(اور ذوالحال اس کی فرع ہو۔ یہ سابقہ قسم کے برعکس ہے) جیسے: ھٰذَاخَاتَمُكَ فِضَّةً ۔(فضۃ اصل ہےاور خاتم اس سے بنی ہوئی فرع)اوراس سے بھی شاندار مثال یہ آیت مبارکہ ہے: قَالَ ءَ اَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا (طیناً یعنی مٹی وہ اصل ہے جس سے آدم علیہ السلام کو بنایا گیا۔ اور مَنْ خلقت اس کی فرع ہے)۔

(۵) حال کا چوتھا وصف یہ ہے کہ نکرہ ہو معرفہ نہ ہو۔ یہ وصف اس کے لئے لازم ہے۔

اگر معرفہ حال واقع ہو: تو اس کی تاَویل نکرہ سے کی جائے گی ۔ کیونکہ یہ طے ہے کہ حال صرف اور صرف نکرہ ہوگا۔ جیسے: وَحْدَهٗ ، وَحْدَكَ وغیرہ ۔ اور جَهْدِی ، قَضُّهُمْ بِقَضِيْضِهِمْ ، اَلْجَمَّآءَ الْغَفِيْرَ وغیرہ جتنے معرفہ حال آپ کو نظر آئیں گے وہ تمام کے تمام نکرہ کی تاَویل میں ہیں۔

(۶) حال اور اس کا ذوالحال متحد فی الذات ہوں ۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا کی مثال میں رَاکب زید ہی ہے اور زید ہی راکب ہے۔ اس لئے جاء عَلِيٌّ رُكُوْبًا کہنا جائز نہیں ۔ کیونکہ رُكُوْبٌ مصدر ہے۔ اور وہ ایک الگ چیز ہے اور زید ایک الگ چیز ہے۔ یہاں چونکہ حال اور ذوالحال متحد فی الذات نہ رہے اس لئے رُكُوبًا کا حال بننا غلط ہوگا۔

ذوالحال معرفہ ہو گا: یہ حکم بھی اکثر کے اعتبار سے ہے، کلی اعتبار سے نہیں اور صاحبِ نحومیر نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے ۔ (آگے حکم لگانے میں ان سے خلل واقع ہوگیا ہے جس کی وضاحت آئندہ آنے والی تفصیل سے خود بخود ہوجائے گی)۔ ذوالحال کے معرفہ ہونے کیلئے نئی مثال لانے کی ضرورت نہیں ۔ سابقہ مثالیں سب کی سب اس پر شاہد ہیں۔

كُلٌّ وبَعْضٌ معرفہ ھیں: اگر كُلٌّ یا بَعْضٌ اضافت کے بغیر تنوین کے ساتھ آرہے ہوں تو انہیں نکرہ نہیں سمجھا جائے گا۔ چونکہ یہ واجب الاضافت اسماء میں سے ہیں اس لئے جب مفرد آ بھی رہے ہوں تو باجماعِ نحاۃ ان کا مضاف الیہ محذوف ہوتا ہے اور ان پر آنے والی تنوین ،تنکیر کی نہیں بلکہ عِوَض عن المضاف الیہ کی تنوین ہوتی ہے۔ اس لئے وہ مضاف آئیں یا مفرد ، ہر حال میں معرفہ ہیں اور بلاتاَمل ان سے حال آسکتا ہے۔ جیسے: وَكُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ ۔

نکرہ ذوالحال: لیکن بعض دفعہ (اگر کوئی مُسَوِّغ موجود ہوتو) نکرہ بھی ذوالحال بن جاتا ہے ۔ لیکن اس کا زیادہ تر استعمال شعر میں ہوتا ہے نثر میں بہت کم ہے ، چند ایسے مُسَوِّغات اور مواقع کا ہم یہاں ذکر کررہے ہیں جہاں ذوالحال نکرہ آتا ہے:

اول : وصف کی وجہ سے وہ نکرہ متخصص ہوگیا ہو۔ جیسے: وَلَمَّاجَآءَ هُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقًالِّمَامَعَهُمْ ۔

(مشہور قراءات میں مصدقٌ رفع کے ساتھ کتابٌ کی صفت بن کر آیا ہے۔ حضرت ابی بن کعب نے اسے نصب سے پڑھا ہے اور امام قرطبیؒ نے غیر قرآن میں مصدقاً کو حال بنا کر نصب دینا جائز قرار دیا ہے)۔

ثانی: یا اس نکرہ کو اضافت کی وجہ سے تخصیص حاصل ہوگئی ہو۔ جیسے: فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۔

ثالث: یا اس نکرہ کو اپنے معمول کی وجہ سے تخصیص ہوگئی ہو۔ جیسے: عَجِبْتُ مِنْ مُّنْتَظِرٍ الْفَحْصَ مُتَکَاسِلًا (منتظر اسم فاعل مضاف نہیں بلکہ مُنَوَّن مفرد ہے اور الفحص اس کا مفعول به منصوب بالفتحة لفظاً ہے)۔

رابع: یا اس نکرہ سے پہلے نفی آ گئی ہو۔ جیسے: وَمَآ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ (جملۂ اسمیہ ولها الخ حال واقع ہوا ہے)۔

خامس: اس نکرہ سے پہلے نہی وارد ہو۔ جیسے: قَطَرِیّ بن الفُجَاءَ ة کا یہ شعر ہے: ع

لَا یَرْکَنَنْ اَحَدٌ اِلَى الْاِحْجَام   یَوْمَ الْوَغٰی مُتَخَوِّفًا لِّحِمَام

اَحَدٌ ذوالحال ہے اور نکرہ بھی ۔ مگر اس سے پہلے نهی :لَا یَرْکَنَنْ اس کے ذوالحال بننے کے لئے مسوغ بن گئی ہے۔ اس کا حال دوسرے مصرع میں متخوفاً ہے۔

سادس: اس سے پہلے استفهام آئے۔ جیسے ایک طائی شاعر کا شعر ہے: ع

یَا صَاحِ هَلْ حُمَّ عَیْشٌ بَاقِیًا فَتَرٰی   لِنَفْسِكَ الْعُذْرَ فِیْ اِبْعَادِ هَا الْاَمَلَا

صَاحِ مرخم ہے صاحبُ سے ، عَیْشٌ نکرہ ہے مگر استفہام کی وجہ سے بَاقِیًا اس کا حال آ رہا ہے۔

ملاحظه ها مّة: یہاں ہم نے چھ مسوغات کا تذکرہ کر کے قرآن کریم اور عرب شعراء کے فصیح کلام سے شواہد پیش کئے ہیں کہ ایسے مواقع پر نکرہ بھی ذو الحال بن سکتا ہے۔ طولِ کلام سے بچتے ہوئے ہم ان مقامات کا تذکرہ ترک کر رہے ہیں جہاں کسی مُسَوِّغ کے بغیر بھی نکرہ ذو الحال بن سکتا ہے۔ امام سیبویه نے باقاعدہ اسے بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔

اس پوری بحث میں آپ نے ایک چیز کا مشاہدہ کیا کہ چھ کے چھ مقامات پر ذوالحال نکرہ بھی ہے۔ مگر اس کے حال کو نہ قرآن کریم میں اس پر مقدم کیا گیا ہے نہ ہی شعراء کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہر جگہ حال بعد میں آیا ہے۔ اس سے مصنف کے اس قول کی تو تردید ہوگئی کہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کو اس پر مقدم کرنا واجب ہے۔ اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ آیا کسی مقام پر حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس کی تفصیل یوں ہے:

تقدیمِ حال: کیا حال کو ذوالحال پر مقدم کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس تقدیم کے حوالے سے حال کے تین احوال ہیں

(۱) جوازِ تقدیم و تأخیر (۲) وجوبِ تاخیر (۳) وجوبِ تقدیم ۔

جوازِ تقدیم وتأخیر: عام جملوں میں جہاں حال اپنے صاحب سے مؤخر آ سکتا ہے وہاں مقدم بھی آ سکتا ہے۔

جیسے: جَآءَ زَیْدٌ رَاکِبًا میں تأخیر درست ہے۔ ایسے ہی: جَآءَ رَاکِبًا زَیْدٌ کہتے ہوئے حال کی تقدیم بھی جائز اور درست ہے۔ تقدیم و تاخیر کے جواز کا حکم تب تک رہے گا جب تک وجوب کا کوئی باعث نہ پیدا ہو جائے۔

وجوبِ تاخیر: تین احوال میں حال کی تاخیر واجب اور تقدیم ممنوع ہے۔

(أ) جب حال محصور ہو (اِلَّا واخوات یا اِنَّما سے) جیسے: وَمَانُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّامُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ۔

(ب) جب ذوالحال کسی ایسے حرفِ جارہ سے مجرور ہو جو زائدہ نہ ہو۔ جیسے: نَظَرْتُ اِلَی السَّمَآءِ لَامِعَةً نُجُوْمُهَا۔ (اِلٰی غیر زائدہ جارہ ہے جو ذوالحال پر داخل ہوا ہے)۔ چونکہ ہم نے حرفِ جارہ کے لئے شرط لگائی ہے کہ وہ زائدہ نہ ہو۔ اس لئے اگر حرفِ جارہ زائدہ سے کوئی ذوالحال مجرور ہوا تو اس کے حال کا مؤخر آنا بھی جائز ہوگا اور ذوالحال پر مقدم آنا بھی جائز ہوگا۔ جیسے: مَاجَآءَنِیْ مِنْ اَحَدٍ رَاکِبًا (حالِ مؤخر) اور: مَاجَآءَنِی رَاکِبًامِّنْ اَحَدٍ (حالِ مقدم)۔ یہاں مِنْ زائدہ ہے اور احد مقامِ فاعل میں ہے۔

(ج) جب ذوالحال مضاف الیه واقع ہو۔ جیسے: سَرَّنِیْ قُدُوْمُكَ مُسْرِعًا۔ اور حضرت نابغۂ جعدی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بھی اس کا شاہد ہے۔ ع

كَاَنَّ حَوَامِيَهٗ مُدْبِرًا   رِقَابُ وُعُوْلٍ عَلٰى مَشْرَبِ

مدبرًا کا ذوالحال ضمیر واحد مذکر غائب ہے جو مضاف الیه ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان تینوں مقامات پر حال کا ذوالحال سے مؤخر آنا واجب اور مقدم آنا ممنوع ہے۔

وجوبِ تقدیم: صرف ایک صورت ایسی ہے جہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب اور مؤخر لانا ممنوع ہوتا ہے۔ اور یہ صرف اس وقت ہوتا ہے جب ذوالحال محصور ہو (اِلَّا واخوات یا اِنَّما سے) جیسے: مَاجَلَسَ سَاكِتًا اِلَّا اَبُوْزَاهِدٍ۔

ملاحظہ: یہاں ذوالحال پر حال کو مقدم یا مؤخر لانے کے حوالے سے یہ بحث بھی مکمل ہوگئی کہ کہاں تقدیم وتأخیر دونوں جائز ہیں، کہاں تقدیم واجب ہے اور کہاں تاخیر واجب ہے؟ اور سب سے آخر میں آپ نے وجوبِ تقدیمِ حال کے حوالے سے پڑھا کہ اس کی صرف ایک صورت ہے کہ ذوالحال محصور ہو۔ اس کے علاوہ کہیں بھی حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب نہیں۔ سابقہ بحث میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ ذوالحال کے نکرہ ہونے کے باوجود چھ مقامات پر ہر جگہ حال اس سے مؤخر آرہا تھا۔ اس بحث میں یہ متعین ہوگیا کہ وجوبِ تقدیمِ حال کا ایک ہی ضابطہ ہے اور اس ضابطے کا ذوالحال کے معرفہ یا نکرہ ہونے سے کوئی تعلق نہیں۔ صاحبِ نحو میر کا دعویٰ دوسرے اعتبار سے بھی خلافِ حقیقت ثابت ہوا کہ ذوالحال کے نکرہ ہونے کی وجہ سے حال کی تقدیم واجب ہے۔

یہ سوال اب بھی باقی ہے کہ پھر جَآءَ رَاکِبًا رَجُلٌ کس چیز کی مثال ہے؟ اب ہم اس کا جواب دینے کی طرف آتے ہیں۔

وباللّٰہِ التوفیق ۔

نکرہ صفت مقدم ہوتوحال بن جاتی ہے : علمائے نحو کے ہاں قاعدہ یہ ہے کہ صفت چونکہ اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہوسکتی (کیونکہ وہ موصوف کے تابع ہے) اس لئے اگر وہ نکرہ ہواور موصوف پر مقدم آئے تو صفت نہیں رہے گی بلکہ حال بن جائے گی اور حالیت کا نصب اسے دینا واجب ہوگا۔ جیسے: جَآءَ رَجُلٌ رَاکِبٌ میں راکب صفت ہے اور رجل موصوف ۔ لیکن اگر ہم راکب کو مقدم کریں تو بطور صفت وہ مقدم ہونہیں سکتی اور ترکیب میں وہ اگر فاعل بن جائے تو رجل کے لئے کوئی بھی اعراب نہیں بچتا۔ اس لئے علمائے نحو کا اتفاق ہے کہ ایسی صورتحال میں رَاکِبٌ کو مرفوع حالت میں مقدم لانا ممنوع ہے۔ اسے حال بنانا اور نصب دینا واجب ہے۔ لہٰذا ایسے میں اسے جَآءَ نِیْ رَاکِبًارَجُلٌ کہا جائے گا۔

یہ ہے اس جملے کی اصل حقیقت ۔ یہاں راکباًاس لئے مقدم نہیں کیا گیا کہ یہ نکرہ کا حال واقع ہورہا تھا اس لئے اسے مقدم لانا واجب تھا۔ بلکہ چونکہ یہ رجلٌ سے مقدم آرہا تھا (جواس کا موصوف تھا) اس تقدیم کی وجہ سے اسے حال بنانا اور نصب دینا ضروری ہوگیا۔ **حال** کی وجہ سے **تقدیم** واجب نہیں ہوئی بلکہ **تقدیم** کی وجہ سے اس کو **حال** بنانا واجب ہوا۔ فافھم فانہ بحث غریب ۔

عاملِ حال : حال اور ذوالحال پر مفصل گفتگو کے بعد مختصراً حال کے عامل پر نظر ڈالنا ضروری ہے ۔حال کو (۱) یا توفعل نصب دیتا ہے جس کی درجنوں مثالیں اوپر گذر چکی ہیں (۲) یااسمِ مشتق (اسمِ فاعل ، اسم مفعول وغیرہ) جیسے: اَرَاجِعٌ وَالِدُكَ حَآجًّا ؟ (۳) یاظرف نصب دیتی ہے جیسے: شاهِدٌ خَلْفَكَ نَائِمًا ۔ (۴) یاجار مجرور دیتا ہے۔ جیسے: یَعْقُوْبُ فِی الْمَدْ رَسَةِ جَالِسًا ۔ (۵) یااسمِ اشارہ ۔ جیسے: ذَاكَ مَحْمُوْدٌ قَادِمًا ۔ (۶) یاحرفِ تنبیہ ۔ جیسے: هٰذَامَرْوَانُ ضَاحِكًا (سابقہ مثال میں اسم اشارہ ذاك فعل اُشِیْرُ کی تاویل میں اور اس مثال میں حرفِ تنبیہ: هَا فعل: اُنَبِّهُ کی تاویل میں حال کونصب دے رہا ہے۔فعل کے علاوہ جتنے بھی عوامل ہیں وہ فعل کی مشابہت ، مناسبت یا قائمقامی میں حال کونصب دیتے ہیں)۔

تقدیم الحال علی العامل : پیچھے آپ نے حال کے اپنے ذو الحال پر مقدم یامؤخر ہونے کے تین احکام پڑھے ۔ اپنے عامل پر مقدم ہونے کے حوالے سے بھی وہی تین احکام ہیں لیکن ہم یہاں اس کی تفصیل سے دانستہ اغماض برت رہے ہیں۔

حالِ مفرد وجملہ وشبہِ جملہ : مصنف نے حال کا ذکر فرما کر آخر میں فرمایا ہے کہ حال کبھی کبھی جملہ بھی ہوتا ہے۔ پوری گفتگو سے حال کی دوصورتیں سامنے آئی ہیں ۔(۱) مفرد (۲) جملہ (۳) لیکن حال کی ایک تیسری صورت شبہِ جملہ (ظرف یاجار مجرور) بھی ہے ۔ یادرکھیں کہ شبہِ جملہ جب حال کے مقام میں واقع ہوتا ہے تو وہ ظرفِ مستقر

ہوتا ہے یعنی اس کا متعلق وجوباً محذوف ہوتا ہے۔اور یہی متعلق اصل میں حال ہوتا ہے۔

مفرد: حال میں اَصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو۔جیسا سابقہ مثالوں میں آپ نے بکثرت دیکھا ہے۔

شبہِ جملہ: اور اگر شبہ جملہ یعنی ظرف مستقر حال کے مقام میں آئے گا تو وہ کَانَ یا کَائِنًاوغیرہ سے متعلّق ہوگا جو کہ وجوباً محذوف ہے۔اور اصل میں حال وہ متعلّقِ محذوف ہے۔اس کے مقام میں آنے والا شبہ جملہ تو اپنی حقیقت کے اعتبار سے یاظرف ہے یا جار ومجرور ہے۔جیسے:رَاَیْتُ الْهِلَالَ بَیْنَ السَّحَابِ ۔(بَیْنَ اسمِ ظرفِ مکان ہے۔ اور ظرف یعنی مفعول فیه ہونے کی وجہ سے منصوب بالفتحة لفظاً بھی ہے کیونکہ یہ اسمِ ظرف ہے۔اس کا متعلق محذوف ہے اور وہ اصل میں حال ہے۔اور وہ یا تو فعل کَانَ اور اس کے فاعل کا جملہ ہے یا اسمِ صفت: کَائِناً ہے۔تقدیر عبارت یوں ہوگی:رَاَیْتُ الْهِلَالَ کَائِنًابَیْنَ السَّحَابِ)۔اور جار مجرور کی مثال:نَظَرْتُ الْبَدْرَ فِي کَبِدِ السَّمَآءِ ۔ (في کبد السماء جار مجرور ہے۔اس کا متعلق ہونا ضروری ہے۔یہاں چونکہ یہ ظرف مستقر ہے اس لئے افعالِ عامہ میں سے کوئی فعل ہم اس کا متعلق محذوف مانتے ہوئے لائیں گے جو یا اِسْتَقَرَّ ، کَانَ ، حَصَلَ کی صورت میں آئے گا یا افعال عامہ کا اسمِ صفت مقدر مانیں گے تو مُسْتَقِرًّا ، کَائِنًا ، حَاصِلًا ، مَوْجُوْدًا وغیرہ کی شکل میں آئے گا)۔

جملہ: اور اگر جملہ کو حال بنانا ہو تو وہ تین شرائط سے حال بن سکتا ہے۔

شرطِ اول: یہ کہ وہ جملۂ خبریہ ہو (اسمیہ یا فعلیہ) یعنی جملۂ انشائیہ حال نہیں بن سکتا۔جیسے: (۱) وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُ (۲) جَآءَنِیْ خَالِدٌ وَّهُوَ رَاکِبٌ ۔

شرطِ ثانی: یہ کہ وہ جملۂ خبریہ حرفِ استقبال (سین یا سَوْفَ) سے شروع نہ ہو رہا ہو۔اس لئے : اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ میں جملہ:سَیَهْدِیْنِ حال نہیں ہے۔

شرطِ ثالث: یہ ہے کہ اس جملے میں کوئی رابط موجود ہونا ضروری ہے۔

یہ رابط تین میں سے کوئی ایک چیز ہو سکتی ہے۔(۱) صرف واؤ ۔جیسے: قَالُوْالَئِنْ اَکَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۔ (۲)صرف ضمیر ۔جیسے:اِهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۔ (۳) یا واؤ اور ضمیر دونوں دونوں مل کر رابط بنیں گے۔ جیسے:اَلَمْ تَرَاِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْامِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ ۔

وجوبِ قَدْ: جملۂ فعلیه ما ضَوِیّه اگر مثبت ہو کر حال واقع ہو رہا ہو تو بصری علمائے نحو کے نزدیک اس سے پہلے قَدْ کا آنا واجب ہے۔جبکہ تمام کوفی حضرات (اور بصریوں میں سے امام اخفش)فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا واجب نہیں ہے ۔فریقِ ثانی کی دلیل قرآنِ کریم کی یہ آیت : جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ (اورعربی زبان میں کثرت سے اس کا قدکے بغیر استعمال) ہے۔جبکہ بصریین اس آیت میں اور ایسے دیگر مقامات میں قَدْ کو مقدر مانتے ہیں۔

یہاں ہم دانستہ اس بحث سے اپنے قلم کو روک رہے ہیں کہ کہاں کہاں صرف واؤ بطور رابط آ سکتی ہے اور ضمیر نہیں آ سکتی

اور کہاں کہاں صرف ضمیر آ سکتی ہے اور وہاں واؤ کا آنا ممنوع ہے۔ یہاں ہم نے قلم روک کر یہ چند معروضات تحریر کی ہیں۔ چند مزید مفید مباحث کتاب الاعاریب میں دیکھ لئے جائیں۔ لیکن حال کی بہت سی تقسیمات (۱) حال مُوسِّیہ اور مؤکدہ (۲) حال مقارنہ اور مقدَّرۃ (۳) حال حقیقیہ وسببیّہ کی بحث اور ان مصادر کی بحث جو حال واقع ہوتے ہیں (حالانکہ پیچھے ہم کہہ آئے ہیں کہ حال صرف اسمِ صفت واقع ہوسکتا ہے یا جو اسم اس کی تاویل میں ہو) اور وہ مرکب اسماء جو صرف حال ہی واقع ہوتے ہیں (جیسے: شَذَرَمَذَرَ، شَغَرَ بَغَرَ، جَذَعَ مَذَعَ اور مرکبِ بنائی کے دیگر کئی مرکبات) پر مفصل گفتگو کے لئے ہماری عظیم الشان تصنیف: مُعْجَمُ الصَّرْفِ وَالنَّحْوِ کی جلدِ ثانی کا انتظار فرمائیں۔ فَاِنَّهٗ كِتَابٌ لَّا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا !!

تمرین: ذیل کے جملوں میں (۱) حال تلاش کریں۔ (۲) ذوالحال کی شناخت کریں۔ (۳) حال کا عامل متعین کریں۔ (۴) اگر حال شبہِ جملہ ہو تو اس کا متعلق بتلائیں (۵) اگر جملۂ خبریہ ہو تو رابط بتلائیں اور (۶) اگر جملۂ فعلیہ ہو تو اس کی مطلوبہ شرائط بتلائیں۔

فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔ وَجَآءُ وْآ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ۔ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا۔ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا۔ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى۔ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ۔ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۔ خَرَّ رَاكِعًا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ۔ خَرُّوْا سُجَّدًا۔ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ۔ فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا۔ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ۔ آلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۔ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا۔ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا۔ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا۔ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ۔ وَآخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ اِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا۔

نحومیر: وتمیز اسمیست کہ رفعِ ابہام کند از عدد۔ چوں: عِنْدِيْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا۔ یا از وزن۔ چوں: عِنْدِيْ رِطْلٌ زَيْتًا، یا از کیل۔ چوں: عِنْدِيْ قَفِيْزَانِ بُرًّا۔ یا از مساحت۔ چوں: مَافِي السَّمَآءِ قَدْرُ رَاحَةٍ سَحَابًا۔

ترجمہ: اور **تمییز** وہ اسم ہے جو یا عدد کا ابہام رفع کرتی ہے۔ جیسے: عِنْدِيْ اَحَدَ عَشَرَ دِرْهَمًا یا وزن کا ابہام

دور کرتی ہے ۔ جیسے : عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا ۔یا کیل کا ۔ جیسے : عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا ۔یا مساحت کا ۔ جیسے : مَافِی السَّمَآءِ قَدْرُرَاحَةٍ سَحَابًا ۔

تشریح: حضرتِ مصنف نے تمییز کے موضوع پر تین جگہ الگ الگ گفتگو فرمائی ہے۔ اس باب کے شروع میں فرمایا کہ فعل تمیز کو اس وقت نصب دیتا ہے جب فعل کی فاعل کی طرف نسبت میں ابہام پیدا ہو جائے ۔تمیز کی اس قسم کو تمییزِ جملہ بھی کہتے ہیں اور تمییزِ نسبت بھی ۔ یہاں تمیز کے چار افراد کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ تمییزِ مفرد کے ارکان ہیں۔ ان چاروں مثالوں میں ایک بھی فعل نہیں جو ان میں عمل کر رہا ہو۔ تمیز کا عامل اس کا ممیّز ہوا کرتا ہے ۔ باب کی ابتداء میں مصنف نے جو مثال دی تھی اس میں ممیز جملہ تھا جو فعل ماضی اور فاعل پر مشتمل تھا۔ اس لئے اس مثال کا تعلق فعل کے اعمال سے درست ہے۔ لیکن تمییزِ ذات کی مذکورہ چاروں مثالوں میں عامل فعل نہیں بلکہ وہ اسم ہے جس کا ابہام یہ تمیز رفع کر رہی ہے (رِطْلٌ ، قَفِیْزَانِ وغیرہ)۔

آگے چل کر باب سوم میں اسمِ مبہم کی بحث میں مصنف تمیز کی چند مزید اقسام کا تذکر فرمائیں گے ۔تمیز پر مفصل گفتگو بھی انشاء اللہ وہیں کریں گے اور امثلہ وتمارین بھی وہیں ذکر کریں گے۔

نحومیر: مفعول به اسمیست کہ فعلِ فاعل بروواقع شود ۔ چوں ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا ۔**بدانکه** : ایں ہمہ منصوبات بعد از تمامی جملہ باشند و جملہ بفعل وفاعل تمام شود ۔ بدیں سبب گویند کہ : اَلْمَنْصُوْبُ فَضْلَةٌ ۔

ترجمه: مفعول به وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو ۔ جیسے : ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا۔ جان لیں کہ یہ تمام منصوبات جملہ کی تکمیل کے بعد آتے ہیں اور جملہ فعل اور فاعل سے مکمل ہو جاتا ہے ۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ : اَلْمَنْصُوْبُ فَضْلَةٌ ۔

تشریح: مفعول به کی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر چہ سابقہ ابواب میں اس کی بیسیوں مثالیں ضمنی طور پر گذر چکی ہیں۔ لیکن وہاں کون انہیں ڈھونڈنے کی تکلیف کرے گا ؟ چند امثلہ بطور برکت ذکر کر دیتے ہیں ۔شاید قرآنِ مقدس سے مناسبت پیدا کرنے کی ہماری کوشش مزید آگے بڑھ جائے۔ صرف اتنا اضافہ کرنا ضروری ہے کہ فعل کی طرح اسمِ صفت ، اسمِ فعل اور مصدر بھی مفعول به کو نصب دیتا ہے۔

تمرین: (۱) مفعول به کو تلاش کریں اور بتلائیں کہ اسے کونسی علامت سے نصب دی گئی ہے؟ (۲) ہر جملہ میں فاعل کی بھی نشاندہی کریں۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًامُّبِیْنًا ۔وَلَقَدْخَلَقْنٰکُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰکُمْ ۔جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ۔وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔جَعَلَ فِیْهَازَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ ۔ وَاَنْزَلْنَاعَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی۔ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ۔

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۔ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۔ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ ۔ وَعَدَاللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ ۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۔ جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ ۔ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ ۔ ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ ۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا ۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ ۔ لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيَاتِكَ ۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ ۔ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ ۔ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ ۔ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ ۔ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۔ قُلْ ءَ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۔

نحو میر:فصل : بدانکہ فاعل بر دوقسم ست : مظہر چوں : ضَرَبَ زَيْدٌ ۔ ومضمر بارز چوں : ضَرَبْتُ ۔ ومضمرِ مستتر یعنی پوشیدہ چوں : زَيْدٌ ضَرَبَ کہ فاعلِ ضَرَبَ ، ھُوَست درضَرَبَ مستتر ۔ **بدانکہ:** چوں فاعل مؤنثِ حقیقی باشد یاضمیرِ مؤنث ، علامتِ تانیث درفعل لازم باشد ۔ چوں :قَامَتْ هِنْدٌ وَهِنْدٌ قَامَتْ ۔ اَیْ : هِیَ ۔ ودر مظہرِ مؤنثِ غیرِ حقیقی ودر مظہرِ جمعِ تکسیر دووجہ روا باشد ۔ چوں : طَلَعَ الشَّمْسُ وَطَلَعَتِ الشَّمْسُ ۔ وَقَالَ الرِّجَالُ وَقَالَتِ الرِّجَالُ ۔

ترجمہ: فصل : فاعل دوقسم کا ہوتا ہے ۔ اسمِ ظاہر ۔ جیسے :ضَرَبَ زَيْدٌ ۔ اور ضمیرِ بارز ۔ جیسے : ضَرَبْتُ ۔ اور ضمیرِ مستتر یعنی پوشیدہ ۔ جیسے : زَيْدٌ ضَرَبَ کہ فاعل ھُوَ ضمیر ہے جو فعل ضَرَبَ میں مستتر ہے ۔ **جان لو** کہ جہاں فاعل مونث حقیقی یامؤنث کی ضمیر ہوتو فعل میں تانیث کی علامت لانا واجب ہے ۔ جیسے :قَامَتْ هِنْدٌ وَهِنْدٌ قَامَتْ ۔ اَیْ: هِیَ ۔ اور اسمِ ظاہر مؤنثِ غیرِ حقیقی اور مظہرِ جمعِ مکسر میں دووجہیں جائز ہیں ۔ جیسے : طَلَعَ الشَّمْسُ وَطَلَعَتِ الشَّمْسُ وَقَالَ الرِّجَالُ وَقَالَتِ الرِّجَالُ ۔

تشریح: فاعل کے حوالے سے اس فصل میں مصنف نے دو الگ الگ موضوعات پر گفتگو فرمائی ہے ۔ (۱) ایک یہ کہ کون سی چیز فاعل بن سکتی ہے؟ (۲) اور دوسرا یہ کہ کس قسم کے فاعل کی وجہ سے فعل میں تأنیث یاتذکیر کی علامت لانا واجب یا جائز ہوتا ہے؟ ۔

ہم ان دونوں امور پر بھی سرسری نظر ڈالتے ہیں اور چند دیگر ایسے امور کی طرف بھی آپ کی توجہ دلاتے ہیں جن کا اس مقام پر معلوم ہونا بہت ضروری ہے وَهَاهِيَ تَا:۔

(۱) لازمی ضمیر فاعل: فعل کوئی بھی ہو، واحدِ مذکرِ غائب اور واحدِ مؤنثِ غائبہ کے علاوہ ہر صیغے کا فاعل ضمیرِ متصل کی صورت میں اس کے ساتھ موجود ہوتا ہے ۔ ان بارہ صیغوں میں اسمِ ظاہر کبھی بھی فاعل نہیں بن سکتا ۔

(۲)**ضمیر بارز و مستتر:** ماضی کے بارہ کے بارہ صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل (جو فاعل بن کر آتی ہے) بارز ہوتی ہے۔(۳) مضارع اور اس کے ملحقات میں، بارہ میں سے تین صیغوں (واحد مذکر مخاطب ، واحد متکلم ، جمع متکلم) میں آنے والی ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے اور دوسرے نو (۹) صیغوں میں بارز ہوتی ہے۔ چنانچہ نُؤْمِنُ میں ضمیر مستتر ہو کر (نحن) فاعل ہے اور یُؤْمِنُوْنَ میں واؤ کی صورت میں بارز ہو کر فاعل واقع ہو رہی ہے۔

(۴)**جوازِ ضمیر و اسمِ ظاہر:** ماضی اور مضارع کے واحد مذکر و مؤنث غائب کے جن دو دو صیغوں میں ضمیر متصل مرفوع فاعل بن کر آتی ہے وہاں اس کا مستتر رہنا واجب نہیں بلکہ محض جائز اور ممکن ہے۔ جبکہ مضارع کے دیگر تین صیغوں میں مستتر ہونے والی ضمیر کا مستتر رہنا واجب ہے۔ یعنی یہ تینوں ضمیریں ہمیشہ مستتر رہتی ہیں اور کبھی بھی اسمِ ظاہر ان کی جگہ فاعل بن کر نہیں آ سکتا۔ البتہ غائب کی ضمیریں (ماضی اور مضارع میں دونوں جگہ) چونکہ محض جائز الاستتار ہیں۔ اس لئے یہ چاروں صیغے جہاں بھی کلام میں نظر آئیں تو دیکھیں گے کہ ان کے بعد ان کا فاعل کلام میں مذکور ہے یا نہیں؟ اگر لفظوں میں ان کا فاعل (اسم ظاہر) آ رہا ہو تو پھر ان صیغوں میں کوئی ضمیر مستتر نہیں مانی جائے گی۔ اور اگر ان کے بعد کلام میں کوئی فاعل لفظوں میں نظر نہ آ رہا ہو تو پھر (صرف اس وقت) ان چار صیغوں میں ضمیر کو مستتر مانا جائے گا۔

(۵)**غائب کی ضمیر کی شرط:** غائب کی ضمیر کے مستتر ہونے کی شرط یہ ہے کہ پہلے کلام میں اس فاعل کا ذکر موجود ہو۔ کیونکہ غائب کی ہر ضمیر کے لئے مرجع کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ: وَاللّٰهُ یَخْلُقُکُمْ میں غائب کی واحد مذکر کی ایک ضمیر متصل مستتر ہے اور وہی اس کا فاعل ہے۔ (اسم جلالت اس لئے فاعل نہیں بن سکتا کہ فاعل کا فعل سے مؤخر ہونا واجب ہے)۔ اور اس ضمیرِ مرفوعِ متصل کی چونکہ اپنی کوئی شکل عربی زبان میں متعارف نہیں۔ اس لئے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ یہاں ھُوَ (یہ اصل میں منفصل کی ضمیر ہے) کی ضمیر مقدر ہے۔

(۶)**اسمِ ظاہر صرف دو جگہ فاعل بنتا ہے:** اس گفتگو سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اسمِ ظاہر فاعل کے ساتھ جملۂ فعلیہ لانے کی صرف دو ہی صورتیں ہیں (۱) واحدِ مذکرِ غائب کے صیغے کے بعد یا (۲) واحدِ مؤنثِ غائبہ کے صیغے کے بعد فاعل اسم ظاہر کو لایا جائے۔ خواہ فعل ماضی ہو یا مضارع یا مضارع کا ملحق۔ اور خواہ فاعل واحد ہو یا مثنٰی ہو جیسے: جَآءَ رَجُلَانِ۔ یا جمع ہو جیسے: فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ۔ مؤنث واحد ہو۔ جیسے: قَالَتِ امْرَاَۃُ الْعَزِیْزِ۔ یا مثنٰی مؤنث ہو۔ جیسے: حَضَرَتِ الْبِنْتَانِ۔ یا جمع مؤنث ہو۔ جیسے: جَلَسَتِ النِّسَآءُ۔

(۷)**تذکیر و تانیث کا اظہار:** چونکہ ہر طرح کا اسمِ ظاہر (واحد ، تثنیہ ، جمع ، مذکر ، مؤنث) فاعل بن سکتا ہے۔ تو افراد و جمع اور تذکیر و تانیث فعلِ واحد پر اثر انداز ہو کر ان کے مذکر یا مؤنث ہونے میں

کردار ادا کرتے ہیں۔
(۸) فعل میں علامتِ تأ نیث لانے کے حوالے سے تین صورتیں ہیں (۱) وجوبِ تأنیث (۲) وجوبِ تذکیر
(۳) جوازِ تأنیث وتذکیر۔
وجوبِ علامتِ تأ نیث : دوصورتوں میں علامتِ تأ نیث کا فعل میں لانا واجب ہے ۔ (أ) جب مؤنثِ حقیقی اس کا فاعل واقع ہو اور فعل وفاعل کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو۔ جیسے: جَاءَ تْ فاطِمَةُ ۔ (ب) جب فاعل ضمیر ہو اور اس کا مرجع کوئی مؤنث ہو۔ خواہ وہ مؤنث حقیقی ہو یا غیرحقیقی ! (۱) جیسے : وَامْرَأَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ (۲) اِذَاالسَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۔ ان تمام مثالوں میں فعل صرف مؤنث علامت کے ساتھ لایا جاسکتا ہے ۔ فعل کو تأ نیث کی علامت کے بغیر لانا ان مقامات پر ممنوع ہے۔
وجوبِ تذکیرِ فعل : دو ہی صورتیں ایسی ہیں جہاں فعل کا مذکر صیغے میں لانا واجب ہے۔ (۱) جہاں فاعل اسمِ ظاهر ہو اور وہ مذکر غیرِ جمع ہو۔ جیسے: قَالَ الرَّسُوْلُ ۔ اَتَاهَآ اَمْرُنَا۔ قَالَ رَجُلَانِ (غیر جمع کی شرط سے جمع کی تمام اقسام خارج ہوگئیں ۔مگر تثنیہ کو خارج نہیں کیا گیا)۔ (۲) جہاں فاعل اسمِ ظاهر جمع مذکر سالم ہو۔ جیسے: جَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ ۔ اِذَاجَآءَ كَ الْمُنَافِقُوْنَ ۔
جوازِ تذکیر وتأ نیث : چار صورتیں ایسی ہیں جن میں فعل کو مذکر بھی لا سکتے ہیں اور مؤنث بھی ! (۱) جب فاعل اسمِ ظاهر مؤنثِ حقیقی ہو اور فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ آ رہا ہو ۔ جیسے: قَالَتْ لِهَارُوْنَ اُخْتُهٗ یہاں قَالَ کہنا بھی جائز ہے ۔ (۲) جب فاعل اسمِ ظاهر مؤنثِ غیرِ حقیقی ہو۔ خواہ فعل کے متصل بعد آئے یا فاصلے کے بعد آئے ۔ جیسے: طَلَعَ الشَّمْسُ / طَلَعَتِ الشَّمْسُ (متصل بعد) اور جَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنَةُ / جَآءَ هُمُ الْبَيِّنَةُ (فصل کے بعد)
(۳) جب فاعل اسمِ ظاهر جمع مکسر ہو (خواہ کسی مذکر کی جمع ہو یا مؤنث کی اور فعل کے متصل بعد آئے یا فصل کے بعد آئے)۔
(أ) جمعِ مذکر مکسر متصل :جَآءَ الرِّجَالُ / جَآءَ تِ الرِّجَالُ ۔
(ب) جمعِ مذکر مکسر بعد الفصل: جَآءَنِي الرِّجَالُ /جَآءَ تْنِي الرِّجَالُ ۔
(ج) جمعِ مؤنثِ مکسر متصل بالفعل: اَتَى الْجَوَارِیْ / اَتَتِ الْجَوَارِیْ۔
(د) جمعِ مؤنثِ مکسر بعد الفصل: اَتَانِي الْجَوَارِیْ / اَتَتْنِي الْجَوَارِیْ ۔
(۴) جب فاعل اسمِ ظاهر جمعِ مؤنثِ سالم کا صیغہ ہو۔ (خواہ متصل بعد آئے یا منفصل ہو کر آئے ۔ جیسے: دَرَسَ الطَّالِبَاتُ / دَرَسَتِ الطَّالِبَاتُ ، جَآءَ هُمْ اٰيَاتُنَا / جَآءَ تْهُمْ اٰيَاتُنَا۔
تمرین: (۱) فاعل تلاش کریں ۔ (۲) واضح کریں کہ اس کو اعراب کس علامت سے ملا ہے؟ (۳) اگر اسمِ ظاهر

فاعل ہوتو بتلائیں کہ اس کے ساتھ آنے والا فعل مذکر ہے تو کیوں اور مؤنث ہے تو کیوں اور کیا اس کا مذکر یا مؤنث لانا واجب ہے یا محض جائز ؟۔(۴) اور اگر اسمِ ضمیر فاعل ہوتو بتلائیں کہ وہ بارز ہے یا مستتر ؟ (۵) اگر مستتر ہے تو جائز الاستتار ہے یا واجب الاستتار ؟

قَالَتْ رُسُلُهُمْ ۔ قَالُوْا فَادْعُوْا ۔ جَآءَ تْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۔اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔ فَأْتِيَاهُ فَقُوْلَا۔ وَاِذَاالْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَاتَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَاتَزْدَادُ۔ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ ۔ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحٍ ۔ فَذَبَحُوْهَاوَمَاكَادُوْايَفْعَلُوْنَ ۔ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ ۔اَرٰى مَالَاتَرَوْنَ ۔ قَالَتَآاَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ ۔ فَلَمَّا تَرَآءَ تِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَاوَتَرْحَمْنَالَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ خَلَقَ اللّٰهُ ۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ۔ اِذَاجَآءَ كَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْانَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔

نحومیر : قسم دُوُم : مجہول۔ بدانکہ فعلِ مجہول بجائے فاعل مفعول به رابرفع کند وباقی رانصب۔ چوں :ضُرِبَ زَيْدٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِيْرِضَرْبًاشَدِيْدًافِيْ دَارِهٖ تَأْدِيْبًاوَالْخَشَبَةَ۔ وفعلِ مجہول رافعلُ مالَم يُسَمَّ فَاعِلُهٗ گویند ومرفوعش رامفعولُ مالَم يُسَمَّ فَاعِلُهٗ گویند۔

ترجمه:قسم دُوُم : مجہول ۔فعلِ مجہول فاعل کی جگہ مفعول بہ کو رفع دیتا ہے اور باقی تمام منصوبات کو نصب دیتا ہے۔ جیسے: ضُرِبَ زَيْدٌ الخ ۔اور فعلِ مجہول کو فعلُ مالَم يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کہتے ہیں اور اس کے مرفوع کومفعولُ مالَم يُسَمَّ فَاعِلُهٗ کہتے ہیں۔

تشریح: مصنف فعلِ معلوم کی بحث مکمل کرنے کے بعد دوسری قسم فعلِ مجھول کا حکم بیان فرما رہے ہیں ۔فعلِ مجھول وہ ہوتا ہے جو فاعل کی بجائے مفعول بہ کی طرف مسند ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فاعل کی بجائے مفعول بہ کو رفع دیتا ہے۔ دیگر تمام منصوبات (مفعول له ، مفعول فيه وغیرہ) کوفعلِ معلوم کی طرح فعلِ مجہول بھی نصب دیتا ہے۔

فعلِ مجھول کا استعمال: فعلِ مجہول کا استعمال دوطرح کی ضرورتوں کے پیشِ نظر کیا جاتا ہے ۔(۱) لفظی (۲)معنوی ۔

لفظی ضرورت :(۱) کبھی ایجاز واختصار کی خاطر پیدا ہوتی ہے۔ جیسے :وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْابِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ(۲) اور کبھی رعایتِ سبحع کیلئے ہوتی ہے۔ جیسے عربی کی ایک مثل مشہور ہے :مَنْ طَابَتْ سَرِيْرَتُهٗ حُمِدَتْ سِيْرَتُهٗ ۔

معنوی ضرورت : (۱) کبھی اس وجہ سے فعلِ مجھول لایا جاتا ہے کہ اس مقام پر فاعل کے ذکر کی کوئی ضرورت

اور غرض نہیں ہوتی ۔ جیسے : وَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۔ اور اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجَالِسِ ۔ (یہاں اُحْصِرُوْا اور قِيْلَ کے فاعل کا ذکر کرنے کی سرے سے ضرورت نہیں اس لئے فعلِ مجہول لایا گیا) ۔ (۲) کبھی فاعل معلوم اور مشہور اتنا ہوتا ہے کہ اس کے ذکر کی ضرورت نہیں پڑتی ۔ صرف مفعول سے غرض رکھی جاتی ہے ۔ جیسے : خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۔ (۳) کبھی فاعل نامعلوم ہوتا ہے اس لئے صرف مفعول کے تذکرہ پر اکتفاء کرنے کیلئے فعلِ مجہول لایا جاتا ہے ۔ جیسے اگر کہیں کوئی آدمی قتل ہو جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو تو صرف اتنا کہا جاتا ہے : قُتِلَ عَبْدُ الْحَكِيْمِ ۔ (۴) کبھی فاعل کے خوف سے اس کا ذکر نہیں کیا جاتا اور صرف مفعول بہ کے ذکر پر اکتفاء کرنے کیلئے فعلِ مجہول لایا جاتا ہے ۔ جیسے اگر کوئی بااثر آدمی کسی کو مار دے تو اس کا نام لینے کی بجائے یہ کہا جاتا ہے : قُتِلَ اَفْضَلُ ۔ (۵) اور کبھی فاعل کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو تو بھی اس کا ذکر چھوڑ کر صرف مفعول بہ کا ذکر کیا جاتا ہے ۔ جیسے : کلاس روم کا شیشہ اگر کوئی طالبعلم توڑ دے تو اس لڑکے کو بچانے کے لئے ہر طالبعلم یہ تو کہے گا کہ كُسِرَتْ زُجَاجَةُ قَاعَةِ الدِّرَاسَةِ ۔ لیکن كَسَرَهَا فُلَانٌ کوئی نہیں کہے گا کہ اسے سزا نہ ملے ۔

مَفعولُ مالم يُسَمَّ فاعِلُهٗ کو نائب الفاعل بھی کہتے ہیں ۔ اور پچھلے سبق میں فاعل کے جو جو احکام گذرے ہیں وہ سب کے سب اس پر بھی لاگو ہوتے ہیں ۔

تمرین: فاعل اور مفعول مالم يُسَمَّ فاعله کو پہچانیں ، اس کا اعراب بتلائیں اور اس کی وجہ سے فعل کی تذکیر وتانیث پر جو اثر مرتب ہوا ہو بیان کریں ۔

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ـ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ـ قُتِلَ الْاِنْسَانُ ـ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ـ قُضِيَ الْاَمْرُ ـ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ـ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ـ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ـ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ـ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ـ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا ـ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ـ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ـ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ـ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ـ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا ـ كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ـ يَا اَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ـ خُلِقَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ـ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ـ يُضَاعَفُ لَهُ الْعَذَابُ ـ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ـ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ـ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا ـ وَاِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ ـ

نحومیر: فصل : بدانکہ فعلِ متعدی بر چہار قسم ست ۔ **اول:** متعدی بیک مفعول ۔ چوں : ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا ۔ **دُوُم :** متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روا باشد ۔ چوں اعطی او آنچہ در معنی او باشد ۔ چوں : اَعْطَيْتُ زَيْدً دِرْهَمًا وایں جا اَعْطَيْتُ زَيْدًا نیز جائز ست ۔

ترجمہ: فصل : فعلِ متعدی کی چار اقسام ہیں۔ **اول :** ایک مفعول کی طرف متعدی ہونے والا فعل ۔ جیسے : ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا ۔ **دُوُم :** دومفعولوں کی طرف متعدی ہونے والا فعل جس میں ایک مفعول بہ پر اکتفاء کرنا درست ہو۔ جیسے اَعْطٰی اور اس کے معنیٰ آنے والے افعال ۔ جیسے :اَعْطَیْتُ زَیْدًا دِرْھَمًا اور اس جگہ صرف اَعْطَیْتُ زَیْدًا کہنا بھی جائز ہے۔

تشریح : حضرت مصنف جب فعل کی پہلی تقسیم سے فارغ ہو گئے اور فعلِ معلوم اور مجہول کے احکام بیان فرما چکے تو اب دوسری تقسیم کی تفصیل شروع فرما رہے ہیں۔ شروع میں **فعلِ لازم** اور **متعدی** کے عمل کا ذکر فرمایا۔ اب **فعلِ متعدی** کی اقسام کا بیان شروع فرما رہے ہیں کہ اس کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) عام متعدی فعل وہ ہوتا ہے جسے ایک **مفعول بہ** کی ضرورت ہو۔ جیسے: ضَرَبَ ، اَکَلَ ، شَرِبَ ، سَقٰی ، دَعَا ، نَالَ ، رَمٰی ، عَدَّ ، وغیرہ ہزاروں افعال۔

(۲) دوسری قسم اس فعلِ متعدی کی ہے جو دومفعولوں کی طرف متعدی تو ہو مگر اس میں ایک مفعول پر اکتفاء کرنا درست ہو۔ یہ افعال کی وہ قسم ہے جس کا پہلا مفعول **فاعل فی المعنی** ہوتا ہے۔ مثلاً اَعْطَیْتُ زَیْدًا دِرْھَمًا میں زید ایک معنیٰ کے اعتبار سے فاعل بھی ہے کہ وہ درہم لینے والا ہے۔ علمائے نحو دومفعولوں کی طرف متعدی ہونے والے افعال کی تقسیم یوں بھی فرماتے ہیں کہ ان میں سے ایک قسم وہ ہے جس کے دونوں مفعول حقیقت میں بھی مفعول ہی ہوں ،مبتدا اور خبر نہ ہوں ۔ اور دوسری قسم (جس کا اگلے سبق میں ذکر آئے گا) وہ ہے جس کے دونوں مفعول بنیادی طور پر مبتدا اور خبر ہوں ۔

(۳) دومفعولوں کی طرف متعدی ہونے والے افعال کی یہ پہلی قسم صرف **بابِ اعطی** تک محدود نہیں۔ ان کا ذکر صرف بطور مثال کیا جاتا ہے۔ اس میں درجنوں افعال شامل ہیں۔ جیسے :اٰتٰی ، کَسَا ، اَلْبَسَ ، مَنَحَ ، اِخْتَارَ وغیرہ۔

حکمِ اکتفاء : ایسے تمام افعال ان دومفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں جو اصل میں مبتدا اور خبر نہیں ہیں۔ اس لئے **امام سیبویہ** فرماتے ہیں کہ ان میں سے کسی بھی ایک مفعول پر اکتفاء کرنا درست ہے۔ چنانچہ متن کی مثال میں صرف یہ نہیں کہ اَعْطَیْتُ زَیْدًا کہنا جائز ہے بلکہ پہلے کو حذف کر کے دوسرے مفعول پر اکتفاء کرنا اور :اَعْطَیْتُ دِرْھَمًا کہنا بھی جائز ہے۔ دیگر افعال کو بھی اس مثال پر قیاس کر لیں ۔

فعلِ مجہول متعدی بہ دومفعول : آپ نے پڑھا کہ فعلِ مجہول فاعل کی بجائے مفعول بہ کو رفع دیتا ہے۔ اس لئے دومفعولوں کی طرف متعدی ہونے والا فعل جب مجہول صورت میں آئے گا تو اس کا پہلا مفعول ، نائب الفاعل بن کر مرفوع ہوگا اور دوسرا مفعول فعلِ معلوم کے مفعول کی طرح منصوب ہوگا۔ جیسے : اُعْطِیَ زَیْدٌ دِرْھَمًا ۔ اُلْبِسَ نَعِیْمٌ عَمَامَۃً ۔ (تمرین اگلے سبق کے ساتھ)۔

نحو میر: سِوُّم: متعدی بدو مفعول کہ اقتصار بر یک مفعول روانہ باشد۔ وایں در افعال قلوب ست۔ چوں: عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وحَسِبْتُ وَخِلْتُ وزَعَمْتُ وَرَاَیْتُ وَوَجَدتُّ۔ چوں: عَلِمْتُ زَیْدًا فَاضِلًا وَظَنَنْتُ زَیْدًا عَالِمًا۔ **چھارُم:** متعدی بسہ مفعول چوں: اَعْلَمَ وَاَرٰی وَاَنْبَأَ وَاَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَنَبَّأَ وَحَدَّثَ۔ چوں: اَعْلَمَ اللّٰہُ زَیْدًا عَمْرًا فَاضِلًا۔ بدانکہ ایں ہمہ مفعولات مفعول بہ اند ومفعول دوم درباب عَلِمْتُ ومفعول سوم درباب اَعْلَمْتُ ومفعول لہٗ ومفعول معہٗ را بجائے فاعل نتوانند نہاد ودیگر ھارا شاید۔ ودر باب اَعْطَیْتُ مفعول اول بمفعول مالم یسم فاعلہ لائق تر باشد از مفعولِ دُوُّم۔

ترجمہ: سِوُّم: دو مفعولوں کی طرف اس طرح متعدی ہونے والے افعال کہ ان میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا درست نہ ہو۔ حضرت مصنف نے اس ذیل میں صرف افعالِ قلوب کو ذکر کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ دو ایسے مفعولوں کی طرف متعدی ہونے والے افعال جو اصل کے اعتبار سے مبتدا خبر ہوں اور اس وجہ سے ان میں سے کسی ایک کا حذف جائز نہ ہو، ایسے متعدی افعال دو طرح کے ہیں۔ (۱) افعالِ قلوب (۲) افعالِ تصییر۔

افعالِ قلوب: یہ تمام افعال قلبِ انسانی سے تعلق رکھتے ہیں، جوارح سے ان کا تعلق نہیں ہے۔ اور تین طرح کا فائدہ دینے کے لئے آئے ہیں۔ (۱) یقین (۲) ظن (۳) یقین وظن مشترک۔

یقین: کا فائدہ دینے والے افعالِ قلوب پانچ ہیں: عَلِمَ، وَجَدَ، اَلْفٰی، دَرٰی، تَعَلَّمْ۔ پہلے چار افعال متصرف ہیں، ماضی، مضارع اور امر کے ہر صیغہ میں آ کر استعمال ہوتے ہیں جبکہ آخری صیغہ صرف بابِ تفعُّل کے فعلِ امر کے واحدِ مذکر کے ساتھ مختص ہے۔ اس صیغہ کے علاوہ استعمال نہیں ہوتا۔

ظن: کا فائدہ دینے والے افعالِ قلوب چھ ہیں: حَجَا یَحْجُو، عَدَّ، زَعَمَ، جَعَلَ، هَبْ، تَقُوْلُ۔ ان میں سے پہلے چار متصرف ہیں۔ جبکہ هَبْ فعلِ امر کے واحدِ مذکر صیغے اور تَقُوْلُ فعلِ مضارع کے واحدِ مذکرِ مخاطب صیغے تک محدود ہے۔

شرائطِ عملِ تقول: تَقُوْلُ کا فعل اس وقت فعلِ قلبی شمار ہوتا ہے جب اسمیں چار شرائط پوری ہوں۔ (۱) فعل مضارع ہو (۲) صیغہ واحد مذکر مخاطب کا ہو (۳) اس سے پہلے حرف یا اسم کے ذریعے استفہام پایا جاتا ہو (۴) استفہام اور تَقُوْل کے درمیان فصل بھی نہ ہو۔ مگر ظرف، جار مجرور اور فعل تَقُوْل کے معمول کے فصل کی اجازت ہے۔

(أ) بلا فصل کی مثال: مَتٰی تَقُوْلُ زَیْدًا حَاضِرًا؟ اَتَقُوْلُ نَدِیْمًا رَاجِعًا؟

(ب) معمولِ فعل کے فصل کی مثال کے لئے کُمَیت کا یہ شعر شاہد ہے: ع

اَجُهَّالًا تَقُوْلُ بَنِیْ لُؤَیٍّ — لَعَمْرُ اَبِیْكَ اَمْ مُتَجَاهِلِیْنَا

شاعر نے جُھَّالًا کو ہمزۂ استفہام اور تقول کے درمیان بطور فاصل اس لئے لا کھڑا کیا ہے کہ یہ اسی فعل کا مفعولِ ثانی ہے۔

(ج) ظرف کے فصل کی مثال :اَیَوْمَ السَّبْتِ تَقُوْلُ فَهِيْمًا قَادِمًا ؟

(د) جار مجرور کے فصل کی مثال : اَفِي الْغُرْفَةِ تَقُوْلُ حُذَيْفَةَ جَالِسًا ؟

درج ذیل شعر کے ایک مصراع میں استفہام اور تقول میں فصل نہیں ہے اور ایک میں ظرف کا فاصل لایا گیا ہے: ع

اَبَعْدَ بُعْدٍ تَقُوْلُ الدَّارَ جَامِعَةً شَمْلِيْ بِهِمْ اَمْ تَقُوْلُ الْبُعْدَ مَحْتُوْمًا

ملحظ :ان تمام مثالوں میں تقول کو تظنّ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

مشترک افعال: وہ افعالِ قلوب جو کبھی ظن پر اور کبھی یقین پر دلالت کرتے ہیں ، چار ہیں : ظَنَّ ، حَسِبَ ، خَالَ اور رَاٰی۔

ملاحظہ: حضرت مصنف نے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہونے والی افعال کی دوسری قسم کو ایک طرف صرف افعال قلوب تک محدود رکھا ہے اور دوسری طرف افعالِ قلوب کو سات افعال تک محدود رکھا ہے ۔ ہماری تفصیل کے مطابق ان مفعولات کی صرف پہلی قسم (افعالِ قلوب) کی تعداد گیارہ ہے۔ابھی افعالِ تصییر کی تفصیل باقی ہے۔

عجیب امتیاز: افعالِ قلوب کو دوسرے تمام عربی افعال سے ایک عجیب وغریب امتیاز حاصل ہے۔ وہ یہ کہ عربی میں ایک درجہ کی دو ضمائر فاعل اور مفعول بہ بن کر اکٹھی نہیں ہوتیں ۔ جیسے : ضَرَبْتُنِي یا ضَرَبْتَكَ کہنا غلط ہے۔ کہ پہلے جملہ میں فاعل اور مفعول دونوں واحد متکلم کی ضمیریں ہیں اور دوسرے جملہ میں فاعل اور مفعول بہ دونوں کی ضمیریں واحد مذکر مخاطب کی ہیں اور متحد فی الدرجہ ضمائر کا اجتماع عربی میں نا جائز ہے۔ ایسے موقعہ پر: ضَرَبْتُ نَفْسِيْ اور ضَرَبْتَ نَفْسَكَ کہہ کر کام چلایا جاتا ہے۔

لیکن افعالِ قلوب میں متحد فی الدّرجة ضمائر کا فاعل ومفعول بہ بن کر جمع ہونا جائز ہے ۔ جیسے: وَجَدْتُنِيْ مَرِيْضًا۔رَاَيْتَنِيْ اَهْلًا لِهٰذِهِ الْوَظِيْفَةِ۔عَمَّارٌ يَجِدُهٗ بَائِسًا۔

ملاحظہ :افعالِ قلوب کے احکام تین طرح کے ہوتے ہیں (۱) اِعمال (۲) اِہمال (۳) تعلیق۔ یہ تین احکام بھی افعالِ قلوب کا اختصاص ہیں (اور ان سے ملتے جلتے احکام کی وجہ سے یہ احکام متعدی الی ثلاثہ مفاعیل میں بھی ہیں)۔ ان کی مکمل تفصیل کتاب الاعاریب میں نہایت وضاحت سے کی گئی ہے۔

ملاحظہ: ان گیارہ کے علاوہ چند اور افعالِ قلوب بدایۃ النحو میں دیکھیں۔

(۲) افعالِ تصییر: مشہور افعالِ تصییر سات ہیں ۔ ان کے علاوہ صَيَّرَ کے معنی میں جو بھی فعل ہو وہ ان میں شامل ہوگا۔ انہیں افعالِ تحویل بھی کہتے ہیں ۔ وہ سات افعال تحویل یہ ہیں : اِتَّخَذَ ، صَيَّرَ ، جَعَلَ ، اَصَارَ ، وَهَبَ ، رَدَّ ، تَخِذَ۔

حکم: یہ افعال بھی ایسے دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے مبتدا اور خبر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں سے ایک کو حذف کرنا جائز نہیں ہوتا۔ لیکن یہ افعال انسانی قلب سے تعلق نہیں رکھتے کہ انہیں افعالِ قلوب میں شامل رکھا جائے۔ اسلئے انہیں مستقل اور الگ قسم کی حیثیت میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ ان کا اردو میں ترجمہ (کرنا ، بنانا، کردینا وغیرہ) سے کیا جاتا ہے۔ جیسے: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۔ (اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنایا)۔

بابِ اَعْلَمَ: تین مفعولات کی طرف متعدی ہونے والے افعال سات ہیں۔ ان میں سے اَعْلَمَ وَاَرٰی پر علمائے نحو کا اجماع ہے۔ اَنْبَأَ ، نَبَّأَ کا اضافہ امام سیبویہ نے کیا۔ اَخْبَرَ ، خَبَّرَ کا اضافہ امام فراء نے کیا اور حَدَّثَ کا اضافہ علمائے کوفہ نے کیا۔ ان مفعولات میں سے ایک حقیقی مفعول بہ ہوتا ہے اور دو مفعول اپنی اصل کے اعتبار سے مبتدا و خبر ہوتے ہیں۔

تمرین: درج ذیل مثالوں میں (۱) فعلِ متعدی کے بارے میں بتلائیں کہ وہ چار میں سے کونسی قسم سے تعلق رکھتا ہے؟ (۲) ہر مفعول کی شناخت کریں اور بتلائیں کہ اسے اعراب کس علامت سے دیا گیا ہے؟ فعلِ معلوم ہو تو فاعل اور مجہول ہو تو نائب فاعل کا تعین کریں۔

(۱) وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا۔ لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّىْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ۔ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۔ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ۔ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ۔ وَاِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا۔ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا۔ لَاتَتَّخِذُوْا آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا۔ وَتَرَى الْاَرْضَ جَامِدَةً۔ وَلَاتَجْعَلُوْا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ ۔ حَسِبَتْهُ لُجَّةً۔ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ۔ وَلَوْ اَرٰكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ ۔ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى۔ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۔ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ ۔ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۔ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ لَمْ يَجِدْهُ شَيْاً ۔ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا ۔ يَحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۔ اَلَمْ تَرَاِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ ۔ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا۔ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۔

(۲) ع وَاُنْبِئْتُ قَيْسًا وَّلَمْ اَبْلُهٗ ۔۔۔ كَمَا زَعَمُوْا خَيْرَ اَهْلِ الْيَمَنِ
ع وَمَا عَلَيْكِ اِذَا اُخْبِرْتِنِىْ دَنِفًا ۔۔۔ وَغَابَ بَعْلُكِ يَوْمًا اَنْ تَعُوْدِيْنِىْ
ع قَدْ كُنْتُ اَحْجُوْ اَبَا عَمْرٍ اَخَا ثِقَةٍ ۔۔۔ حَتّٰى اَلَمَّتْ بِنَا يَوْمًا مُّلِمَّاتٌ

ع وَخُبِّرْتُ سَوْدَآءَ الْغَمِیْمِ مَرِیْضَةً فَاَقْبَلْتُ مِنْ اَهْلِیْ بِمِصْرَ اَعُوْدُهَا

نحو میر:فصل: بدانکہ افعالِ ناقصہ ہفدہ اند: کَانَ وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ وَاَصْبَحَ وَاَمْسٰی وَعَادَ وَاٰضَ وَغَدَا وَرَاحَ وَمَازَالَ وَمَاانْفَكَّ وَمَابَرِحَ وَمَافَتِیَٔ وَمَادَامَ وَلَیْسَ۔ این افعال بفاعل تنہا تمام نشوند محتاج باشند بخبر ے۔ بدیں سبب اینہارا ناقصہ گویند ودر جملۂ اسمیہ روند ومسند الیہ را برفع کنند ومسند را بنصب۔ چوں: کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا۔ ومرفوع رااسمِ کان گویند ومنصوب راخبرِ کان۔ وباقی را بریں قیاس کن۔
بدانکہ بعضے ازیں افعال دربعضے احوال بفاعلِ تنہا تمام شوند۔ چوں: کَانَ مَطَرٌ شد باراں۔ بمعنی حَصَلَ۔ واورا کَانَ تامّۃ گویند۔ وکَانَ زائدہ نیز باشد۔

ترجمہ: فصل : افعالِ ناقصہ سترہ ہیں۔ کَانَ ، صَارَ الخ۔ یہ افعال صرف فاعل پر پورے نہیں ہوتے اور ایک خبر کے محتاج رہتے ہیں اس لئے انہیں افعالِ ناقصہ کہا جاتا ہے۔ یہ جملۂ اسمیہ پر داخل ہوکر مسند الیہ کو رفع اور مسند کونصب دیتے ہیں۔ جیسے: کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا۔ مرفوع کو اسمِ کَانَ اور منصوب کو خبرِ کَانَ کہتے ہیں۔ باقی افعال کو اسپر قیاس کرلیں۔ **جان لیں** ان افعال میں سے بعض افعال تنہا فاعل پر پورے ہوجاتے ہیں۔ جیسے: کَانَ مَطَرٌ (بارش ہوئی) بمعنی حَصَلَ۔ اس کو کَانَ تَامّۃ کہتے ہیں۔ اور کَانَ زائدہ بھی ہوتا ہے۔

تشریح: تصریف اور گردان کے اعتبار سے افعالِ ناقصہ کی تین اقسام ہیں (۱) **کامل التصریف:** اس کا مطلب یہ ہے کہ ان افعال سے عام افعال کی طرح ، ماضی ، مضارع اور امر تمام افعال کی تصریف ہوتی ہے۔ اس قسم میں سات افعالِ ناقصہ داخل ہیں۔ کان ،صار ،ظل، بات، اصبح ،امسی ،اضحی ،ان افعال کے ماضی ،مضارع اور امر وغیرہ کا ہر صیغہ افعالِ ناقصہ والاعمل کرتا ہے۔ (۲) **ناقص التصریف:** اس سے مراد وہ افعال ہیں جن سے صرف ماضی اور مضارع کی گردان آتی ہے ، امر نہیں آتا۔ اس قسم میں افعالِ استمرار مازال ،ما انفك ،مابرح ،مافتیٔ چار افعال آتے ہیں۔ یہ افعال صرف ماضی اور مضارع کی گردان میں رہتے ہوئے عمل کرتے ہیں۔ (۳) **افعالِ ناقصہ جامدہ:** اس سے مراد وہ افعالِ ناقصہ ہیں جن کی ماضی کے علاوہ کسی دوسرے فعل کی گردان نہیں آتی (نہ مضارع کی نہ امر کی)۔ اس قسم میں چھ افعالِ ناقصہ غَدا ، رَاحَ ، اٰضَ ، عاد ،مادام اور لیس شامل ہیں۔

ملحوظة: افعالِ ناقصہ صرف معلوم حالت میں استعمال ہوتے ہیں۔

ملحظ: کا ن، جیسے فعلِ ناقص کے طور پر استعمال ہوتا ہے ایسے ہی فعلِ تام کی صورت میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس صورت میں صرف فعل اور فاعل سے جملہ فعلیہ تشکیل پاتا ہے۔

معانیٔ افعال ناقصہ: ان افعالِ ناقصہ کے معنوی فرق اور استعمال کی تفصیل یوں ہے۔

کان: عام طور پر تھا اور بعض دفعہ ھے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے "وکان اللهُ غفوراً رحیماً"(اللہ پاک غفور رحیم ہیں)۔

صار، عاد، اٰض، غدا، راح: یہ پانچوں افعالِ ناقصہ "ہو جانے" کا معنی ادا کرتے ہیں۔صار الولدُشاباًّ (لڑکا جوان ہوگیا)عادَ الشابُّ شیخاً (نوجوان بوڑھا ہوگیا)اٰض نوفلٌ عالمًا(نوفل عالم ہوگیا)غدا عبدُالرحیمِ معلماً (عبدالرحیم معلم ہوگیا)راح حبیب الرحمن سائقاً (حبیب الرحمٰن ڈرائیور ہوگیا)۔

ظل، بَات، اَصْبَحَ، اَضحٰی، اَمْسٰی: یہ پانچوں افعال مختلف اوقات کے معانی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔کبھی تو ان میں ان اوقات کے معانی کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔جیسے: "ظَلَّ رشیدٌ باکیاً " (رشید دن بھر روتا رہا) باتَتْ مَیمونةُ نائمةً (میمونہ رات بھر سوئی رہی)"اَصْبَحَ عُمیرٌ مریضاً"(عمیر صبح صبح بیمار ہوگیا)"یُمْسِی الرَّجُلُ کافِراً"(آدمی شام کو کافر ہوجائے گا)۔اَضْحیٰ حُذَیْفَةُ مُبْتَسِمًا (حذیفہ چاشت کے وقت مسکراتا رہا):۔

نوٹ: یہ پانچوں افعال بسااوقات صار کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔اس وقت ان کے ترجمہ میں سے اوقات کا معنی خارج کر کے صرف "ہوجانے" کا ترجمہ کیا جاتا ہے جیسے مندرجہ بالا پانچوں جملوں کا ترجمہ "رشید رونے لگ گیا" وغیرہ۔

مازال، ما برح، مانفک اور ما فتیٔ: ان چاروں کے معنی میں زمانے کا تسلسل پایا جاتا ہے۔جیسے :"لَمْ یَزَلْ سَعدٌ واقِفاً عَلَی البابِ " (سعد دروازے پر کھڑا رہا رکھڑا رہنے کا تسلسل)"لم یَبْرَحْ جُبَیْرٌ ضاحکاً" (جبیر ہنستا رہا رہنسنے کا تسلسل)"ماانْفَكَّ خالدٌ داعِیاً" (خالد بلاتا رہا ربلانے کا تسلسل)" مَا فَتِیَٔ اِقبالٌ جَالِسًا " (اقبال بیٹھا رہا ربیٹھنے کا تسلسل)۔

مادام: یہ فعل ہمیشہ دو جملوں کے درمیان میں آتا ہے۔اس میں ما مصدر یہ بھی ہے اور ظرفیہ بھی۔اسلئے اس کے بعد والا فعل مصدر کے معنی میں ہو کر سابقہ فعل کی ظرف بن جاتا ہے۔اس کا استعمال اس موقعہ پر کرتے ہیں جب ہم یہ کہنا چاہیں کہ" فلاں کام تب تک ہو گا رکیا جائے گا جب تک فلاں دوسرا کام ہو رہا ہے"۔جیسے : " اَقومُ ما دامَ الاُستاذُ جالساً"(میں تب تک کھڑا رہوں گا جب تک استاذ صاحب تشریف فرما ہیں)"قِفْ علَی البابِ مادامَ الامیرُ مَوجُوداً فِی الْبیتِ "(تم تب تک دروازے پر کھڑے رہو جب تک امیر صاحب گھر میں جلوہ افروز ہیں)۔

لیس: یہ فعلِ ناقص کان کے الٹ ہے۔یہ زمانۂ حال میں جملہ کو منفی کرنے کا فائدہ دیتا ہے۔جیسے : "لستَ مُؤمناً "(تم مؤمن نہیں ہو)۔لیس کی خبر پر عام طور پر تحسینِ کلام اور تاکید نفی کیلئے بائے جارہ زائدہ لگ جاتی ہے ۔جیسے: اَلیسَ اللهُ بکافٍ عبدَهٗ۔

تقدیم خبر: افعالِ ناقصہ میں سے لَیسَ اور مَا سے شروع ہونے والے افعال ناقصہ مَادَامَ ، مابَرِحَ ، مافَتِیَٔ ، مَاانْفَكَّ) کے ماسوا تمام افعالِ ناقصہ کی خبر ان افعالِ ناقصہ پر مقدم آسکتی ہے ۔ جیسے :قَائِمًا کَانَ حُسَیْنٌ ،

نَائِمًابَاتَ عَدْنَانَ ، صَائِمًااَصْبَحَ قَتَادَةُ۔ لیکن: صابرًالَیْسَ نَبِیْلٌ ، مَرِیْضًامَّازَالَ عَدِیٌّ وغیرہ جملے درست نہیں۔

توسّطِ خبر: جہاں تک افعال ناقصہ کی خبرکوان کے اسم پر مقدم کرتے ہوئے فعل اور اسم کے درمیان میں لانے کا تعلق ہے تو اس کے تین احوال ہیں۔(۱)جواز(۲)امتناع (۳) وجوب۔

جواز توسط: عام طور پر تمام افعالِ ناقصہ کی خبرکو فعلِ ناقص اور اس کے اسم کے درمیان لانا جائز ہے۔ جیسے: لَیْسَ الْبِرَّاَنْ تُوَلُّوْاوُجُوْهَكُمْ میں اَلْبِرَّ خبر اسم پر مقدم ہے۔اسی طرح :وَكَانَ حَقًّاعَلَيْنَانَصْرُالْمُؤْمِنِيْنَ میں حَقًّا خبر، فعل اور اسمِ فعلِ ناقص کے درمیان آئی ہے۔

امتناعِ توسط: اگر کوئی لفظی یامعنوی مانع موجود ہوتو خبرکو اسم اور فعلِ ناقص کے درمیان میں لاناممنوع ہوجاتا ہے، معنوی مانع یہ ہے کہ خبر محصور ہو۔ جیسے :مَاكَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَالْبَيْتِ اِلَّامُكَآءً یہاں اگرخبرکو مقدم کریں گے تو حصر کا معنیٰ ختم ہوجائے گا۔اور لفظی مانع یہ ہے کہ فعلِ ناقص کا اسم اور خبر دونوں اسمِ مقصور ہوں اور اعراب کا پتہ نہ چل سکتا ہو کہ اسم کون ہے اور خبر کون ہے؟ جیسے: كَانَ يَحْيٰى فَتَاكَ۔

وجوبِ توسط: جب اسم میں ایسی ضمیر آرہی ہو جو خبر کی طرف عائد ہو تو خبر کا مقدم کرنا اس لئے واجب ہے کہ اگر اسے مؤخر کردیں گے تو ضمیر کوایسے مرجع کی طرف عائد کرنا لازم آئے گا جو لفظاً بھی مؤخر ہے اور رتبةً بھی مؤخر ہے۔اور ایسا کرنا چونکہ جائز نہیں اس لئے وہاں خبر کو مقدم کرنا اس وجہ سے واجب ہوجائے گا تاکہ اس کے بعد اسم میں آنے والی ضمیر کا اس کی طرف عائد کرنا درست ہوجائے۔ جیسے: كَانَ فِي الدَّارِ صَاحِبُهَا۔

تمرین :افعالِ ناقصہ کی شناخت کریں اور ان کے اسم وخبر کا تعین کریں۔

كَانَ رَبُّكَ غَفُوْرًا۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا۔ماكَانُوا مُؤْمِنِيْنَ ۔ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا۔اَصْبَحَ فُؤَادُاُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا ۔ لَايَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ۔لَيْسُوْابِهَابِكَافِرِيْنَ۔وَاَوْصَانِيْ بِالصَّلٰوةِوَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا۔لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ۔وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُالْبَرِّمَا دُمْتُمْ حُرُمًا۔فَيُصْبِحُوْاعَلٰى مَآاَسَرُّوْافِيْ اَنْفُسِهِمْ نَادِمِيْنَ۔ كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ۔ لَايَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔كُنْتُمْ خَيْرَاُمَّةٍ۔وَمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا۔ فَنَظَلُّ لَهَاعَاكِفِيْنَ۔وَكَانَ اَمْرُاللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔ لَيْسُوْاسَوَآءً۔فَاَصْبَحُوْافِيْ دِيَارِهِمْ جَاثِمِيْنَ۔كَانَتِ امْرَأَتِيْ عَاقِرًا۔ كُنْتُ نَسْيًامَّنْسِيًّا۔اَصْبَحُوْا نَادِمِيْنَ۔

(۲)مَابَرِحَ رَاشِدٌكَاتِبًا۔اِجْلِسْ فِي الصَّفِّ مَادَامَ النَّاسُ جَالِسِيْنَ۔بَاتَ الْقَوْمُ مُسْتَيْقِظِيْنَ۔لَمْ يَبْرَحْ اَمْجَدُ يَكْتُبُ الدَّرْسَ ۔لَيْسَ نُعْمَانُ مُجْتَهِدًا۔بَاتَ شُعَيْبٌ بَاكِيًا۔

ع اذا غَدَا مِلِكٌ بِاللَّهْوِ مُشْتَغِلًا فَاحكُمْ عَلٰى مُلْكِه بِالْوَيْلِ و الخَرَبِ

ع اَضْحٰی اِمامُ الهُدٰی المأمونُ مُشْتغِلاً بالدِّینِ والناسُ بالدُّنیا مَشَاغِیلَ
ع اَضْحَتْ نَبِیَّتُنَا اُنْثٰی نُطِیفُ بِها وَاَصْبَحَتْ اَنبِیاءُ اللهِ ذُکرَانا

(آخری شعر قیس بن عاصم کا ہے جو شروع میں نبوت کی جھوٹی دعویدار "سجاح" پر ایمان لے آئے تھے۔ بعد میں تائب ہوئے تو اس کی مذمت میں اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہاں نقل کیا گیا ہے، جس کے دونوں مصراعوں میں ایک ایک فعل ناقص استعمال ہوا ہے)۔

نحومیر: فصل :بدانکہ افعالِ مقاربہ چار ست ۔ عَسٰی وَکَادَ وَکَرَبَ وَاَوْشَكَ ۔ ایں افعال درجملۂ اسمیہ روند چوں کَانَ ۔ اسم رابرفع کنند وخبر رابنصب ۔ اِلّا آنکہ خبرِ اینہا فعلِ مضارع باشد با اَنْ چوں :عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ ۔ یا بے اَن ۔ چوں: عَسٰی زَیْدٌ یَّخْرُجُ ۔ وشاید کہ فعلِ مضارع با اَن فاعِلِ عسٰی باشد واحتیاج بخبر نیفتد ۔ چوں :عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ درمحلِ رفع بمعنی مصدر۔

ترجمہ: فصل : افعالِ مقاربہ چار ہیں ۔ عَسٰی کَادَ کَرَبَ اور اَوْشَكَ ۔ یہ افعال بھی کَانَ کی طرح جملۂ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں ۔مگر ان کی خبر فعلِ مضارع (پر مشتمل جملہ) ہوتا ہے ۔کبھی اَنْ کے ساتھ ۔ جیسے :عَسٰی زَیْدٌ اَنْ یَّخْرُجَ ۔ اور کبھی اَن کے بغیر ۔ جیسے:عَسٰی زَیْدٌ یَّخْرُجُ ۔ اور کبھی مضارع اَنْ کے ساتھ عَسٰی کا فاعل واقع ہوتا ہے اور اس وقت اسے خبر کی احتیاج نہیں ہوتی ۔ جیسے : عَسٰی اَنْ یَّخْرُجَ زَیْدٌ ۔ (فعل بااَنْ) مصدر کی تاویل میں ہوکر محلِ رفعِ فاعل میں ہے ۔

تشریح: یہ افعال بھی ناقص اور نواسخِ ابتدا ہیں اور اس معنی کا فائدہ دیتے ہیں کہ خبر کا اسم کیلئے ثبوت قریب ہے ۔افعالِ مقاربہ بھی (۱) افعالِ ناقصہ کی طرح جملۂ اسمیہ پر داخل ہوکر (۲) مبتدا کو اپنا اسم بنا کر رفع اور (۳) خبر کو اپنی خبر بنا کر نصب دیتے ہیں۔

فرق: لیکن افعالِ ناقصہ سے ان کا فرق یہ ہے کہ افعالِ ناقصہ کی خبر کوئی بھی اسم یا جملہ بن سکتا ہے ۔ جبکہ افعالِ مقاربہ کیلئے ضروری ہے کہ ان کی خبر فعل مضارع پر مشتمل جملۂ فعلیہ ہو ۔افعال مقاربہ تین قسم کے ہیں۔

(۱) افعالِ مقاربہ: وہ افعال جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کا اسم ان کی خبر کو جلد حاصل کرنے والا ہے ۔یہ تین افعال ہیں (۱) کَادَ (۲) کَرَبَ (۳) اَوْشَكَ ۔

(۲) افعال الرَّجاء: جو اس معنی پر دلالت کرتے ہیں کہ اسم کیلئے خبر کے حصول کی "امید" ہے ۔یہ افعال بھی تین ہیں (۱) عسیٰ (۲) حَرٰی (۳) اِخْلَوْلَقَ ۔

نوٹ: بعض دفعہ فعل مضارع اَنْ کے ساتھ عسٰی کا فاعل بن جاتا ہے اس صورت میں یہ "تامہ" ہو جاتا ہے اور

اسے خبر کی محتاجی نہیں رہتی ۔جیسے عَسیٰ اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقاماً مَّحْمُوداً۔عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوا شَیْأً وَّهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ۔

(۳) افعال الشروع: یہ اس معنی پر دلالت کرتے ہیں کہ انکے اسم نے خبر کو حاصل کرنے کا عمل شروع کر دیا ہے۔اس معنی میں متعدد افعال استعمال ہوتے ہیں جن میں آٹھ افعال یہ ہیں (۱) اَنْشَأَ (۲) طَفِقَ (۳) اَخَذَ (۴) جَعَلَ (۵) عَلِقَ (۶) هَبَّ (۷) هَلْهَلَ (۸) بَدَأَ۔

اَنْ ناصبہ کا حکم: افعالِ مقاربہ وغیرہ کی خبر کے ساتھ اَن مصدریہ کے آنے کا حکم چار طرح پر ہے۔

(۱)	**واجب:**	حری اور اِخْلَوْلَقَ کی خبر کے ساتھ
(۲)	**اکثر:**	عسی اور اوشك کی خبر کے ساتھ
(۳)	**قلیل:**	كادَ اور کرب کی خبر کے ساتھ
(۴)	**ممنوع:**	تمام افعال شروع کی خبر کے ساتھ

(ا) **افعالِ مقاربہ کی مثال:** "اَوْشَكَ عَمَّارٌ یَّخْرُجُ/اَن یَّخْرُجَ مِنَ الْغُرْفَةِ ""كادَتْ نعیمةُ تَطْبَخُ/اَنْ تَطْبَخَ اللَّحمَ" كَرَبَ سَالِمٌ یُشْغِلُ/ اَن یُشْغِلَ السَّیَّارةَ" ان سب کا ترجمہ کرتے وقت "کرنے والا" یا "کرنے لگا" لگائیں گے۔ چنانچہ بالترتیب سب کا ترجمہ یوں ہوگا (۱) عمار کمرے سے نکلنے لگا/ نکلنے والا ہے (۲) نعیمہ کھانا پکانے لگی / پکانے والی ہے (۳) سالم گاڑی سٹارٹ کرنے والا/کرنے لگا ہے۔

(ب) **افعال الرجاء کی مثال:** عسیٰ ربُّکم اَن یَّرْحَمَکم (امید ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے گا)۔ ان افعال کے معنی میں امید کا مفہوم پایا جاتا ہے۔عَسٰی عثمانُ یَنْجَحُ۔

(ج) **افعال الشروع کی مثال:** اَخَذَ فَیصَلٌ یكتبُ الدَّرسَ (فیصل نے سبق لکھنا شروع کر دیا) ضَربتُ الوَلَدَ فَجَعلَ یَبکِی (میں نے بچے کو مارا تو اس نے رونا شروع کر دیا)۔ اَنشأَتْ فاطمةُ تضحَكُ حینَ رأتْ ذلِكَ المَنظرَ (فاطمہ نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے ہنسنا شروع کر دیا)۔نیز اس کا ترجمہ "لگ گیا" بھی کر سکتے ہیں۔جیسے: پہلی مثال میں فیصل لکھنے لگ گیا وغیرہ۔

تصریفِ افعالِ مقاربہ: افعالِ مقاربہ،افعالِ رجاء اور افعالِ شروع میں کوئی فعل بھی ایسا نہیں جس کی عام افعال کی طرح مکمل گردان اور تصریف ہوتی ہو۔یہ افعال دو طرح کے ہیں۔(۱) یا تو جامد ہیں کہ نہ ان سے مضارع کی گردان آتی ہے نہ امر کی،عام افعال مقاربہ و افعال رجاء و شروع کا تعلق اسی سے ہے۔(۲) یا پھر ایسے افعال ہیں جن سے صرف فعلِ مضارع کی گردان آتی ہے (یعنی ناقص التصریف ہیں)۔یہ قسم "كادَ، اوشك،طفق اور جعل پر مشتمل ہے،ان کے ماسوا سب افعالِ مقاربہ وغیرہ جامد افعال ہیں۔

تمرین: درجِ ذیل مثالوں سے افعالِ مقاربہ ، افعالِ رجاء اور افعالِ شروع کی شناخت کریں۔اگر کوئی فعلِ

تام آئے تو اس کی نشاندہی کریں۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ۔ عَسٰى رَبُّهٗ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ۔ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ۔ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا۔ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ۔ وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ۔ عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ۔ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا۔

نحومیر: فصل : بدانکه افعالِ مدح وذم چهارست: نِعْمَ وَحَبَّذَا برائے مدح وبِئْسَ وَسَاءَ برائے ذم۔ وہرچہ مابعدِ فاعل باشد آں رامخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم گویند وشرط آنست کہ فاعل معرف بلام باشد۔ چوں: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ۔ یا مضاف بسوئے معرف بلام۔ چوں: نِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَيْدٌ۔ یا ضمیرِ مستتر ممیّز بنکرۂ منصوبہ۔ چوں: نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ۔ فاعلِ نِعْمَ هُوَ ست مستتر در نِعْمَ۔ ورَجُلًا منصوب ست بر تمیز زیرا کہ هُوَ مبہم ست۔ وحَبَّذَا زَيْدٌ۔ حَبَّ فعلِ مدح ست وذا فاعلِ او۔ وزَيْدٌ مخصوص بالمدح وہمچنیں: بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَسَآءَ الرَّجُلُ عَمْرٌو۔

ترجمہ: فصل : افعالِ مدح وذم چار ہیں۔ نِعْمَ وَحَبَّذَا مدح کیلئے اور بِئْسَ وَسَآءَ ذم کے لئے۔ اور جو اسم، فاعل کے بعد آتا ہے اسے مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں۔ اور (اس کے استعمال کی) شرط یہ ہے کہ اس کا فاعل (۱) یا معرف باللام ہو جیسے: نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ۔ (۲) یا معرّف باللام اسم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے: نِعْمَ صَاحِبُ الْقَوْمِ زَيْدٌ۔ (۳) یا ضمیرِ مستتر ہو جس کی تمیز نکرۂ منصوبہ کی صورت میں آکر اس کا ابہام دور کرتی ہے۔ جیسے: نِعْمَ رَجُلًا زَيْدٌ۔ نِعْمَ کا فاعل هُوَ ہے جو نِعْمَ فعل میں مستتر ہے۔ اور رَجُلًا تمیز بن کر منصوب ہے کیونکہ هو مبہم ہے۔ اور حَبَّذَا زَيْدٌ میں حَبَّ فعلِ مدح اور ذا فاعل ہے۔ اور زید مخصوص بالمدح۔ اسی طرح بِئْسَ الرَّجُلُ زَيْدٌ اور سَآءَ الرَّجُلُ زَيْدٌ بھی ہیں۔

تشریح: اس فصل میں مصنف نے ہر مسئلہ کی مثال بھی الگ سے پیش فرمادی ہے اور اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے۔ اسلئے مختصر طور پر صرف تین امور ذکر کرتے ہیں کہ (۱) حَبَّذَا کا فاعل صرف ذا اسمِ اشارہ ہی آتا ہے۔ اس لئے یہ دوسرے افعالِ مدح وذم سے فاعل کے حکم میں جدا ہوجاتا ہے۔ (۲) مذکورہ چار افعال کے علاوہ حَبَّذَا پر لا داخل کرکے لَاحَبَّذَا کو بھی بطور فعلِ ذم لایا جاتا ہے۔ (۳) مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کی بصری حضرات کے نزدیک سادہ ترکیب یہ ہے کہ وہ مبتدا مؤخر ہے اور فعلِ مدح یا ذم اپنے فاعل سمیت جملہ خبر مقدم ہے۔ اس اعتبار سے یہ جملۂ اسمیہ بنتا ہے۔

ملاحظہ: آپ نے اس فصل میں ایک چیز ملاحظہ کی ہوگی کہ ان پانچوں افعال کا عام افعال سے الگ کوئی عمل نہیں ہے یہ صرف اپنے فاعل کو رفع دیتے ہیں اور یہ کام ہر فعل کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا فاعل صرف تین مخصوص صورتوں میں آ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نہیں آ سکتا۔ مگر اس وجہ سے انہیں افعالِ عاملہ کی الگ قسم نہیں بنایا جا سکتا۔

متاخرین علمائے نحو فعلِ تعجب، جملۂ شرطیہ ، افعالِ مدح وذم وغیرہ مباحث کو اعرابی مباحث سے الگ اسالیب کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں کہ ان کا تعلق اعراب اور ترکیب سے نہیں بلکہ مخصوص اسلوبِ استعمال سے ہے۔

حضرت مصنف نے اسے مستقل فصل کی شکل میں الگ سے اس لئے بیان فرمایا ہے کہ عام افعال کے بعد ان کا فاعل آتا ہے تو جملۂ فعلیہ مکمل ہو جاتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ کسی مفعول کا ذکر کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو کر دیا جائے گا۔ لیکن افعالِ مدح وذم دو اعتبار سے عام افعال سے یکسر مختلف ہیں (۱) ایک تو یہ کہ فاعل آنے کے بعد بھی ان افعال کا معنی پورا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک اور اسمِ مرفوع (مخصوص) کا انتظار کرتے ہیں اور جب تک وہ اسمِ مرفوع آ نہیں جاتا تب تک ان افعال کی معنوی افادیت لٹکی رہتی ہے۔ (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ ہر فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر پورا جملۂ فعلیہ اور کلامِ مفید بن جاتا ہے۔ جیسے: جَاءَ زَيْدٌ وغیرہ۔ افعالِ مدح وذم میں ضروری ہے کہ فعل اور فاعل کا جملہ صرف اور صرف خبر (یعنی جزو جملہ) بن سکتا ہے۔ خود سے مستقل جملہ اور کلامِ مفید نہیں کہلائے گا۔ ان وجوہات نیز، فاعل کی شرائط کے امتیاز کی وجہ سے ان کو الگ باب میں ذکر کرنا ضروری ٹھہرا۔

ملاحظہ: اکثر قرینہ ہونیکی وجہ سے ان افعال کا (حَبَّذَا کے علاوہ) مخصوص حذف بھی ہو جاتا ہے۔ وہاں موقعہ اور قرینہ کے مطابق مخصوص مقدر ماننا ضروری ہے کیونکہ وہ جملہ کا مبتدا ہے جس کے بغیر جملہ ہی مکمل نہیں ہوگا۔ قرآن حکیم میں اس کا زیادہ استعمال مخصوص کے حذف سے وارد ہے۔

نحو میر: فصل: بدانکہ افعالِ تعجب دو صیغہ از ہر مصدرِ ثلاثی مجرد باشد **اول**: مَآ اَفْعَلَهٗ چوں: مَآ اَحْسَنَ زَيْدًا۔ چہ نکوست زید۔ تقدیرش: اَيُّ شَيْءٍ اَحْسَنَ زَيْدًا۔ مَا بمعنی اَيُّ شَيْءٍ ست در محلِ رفع بابتداء۔ و اَحْسَنَ در محلِ رفعِ خبرِ مبتدا وفاعلِ اَحْسَنَ هُوَ ست در و مستتر و زَيْدًا مفعول بہ۔ **دُوُم**: اَفْعِلْ بِهٖ۔ چوں: اَحْسِنْ بِزَيْدٍ۔ اَحْسِنْ صیغۂ امر ست بمعنی خبر۔ تقدیرش: اَحْسَنَ زَيْدٌ۔ اَيْ: صَارَ ذَا حُسْنٍ۔ وباء زائدہ ست۔

ترجمہ: فصل: افعالِ تعجب ثلاثی مجرد کے ہر مصدر سے دو صیغے آتے ہیں۔ ان میں سے **اول**: مَا اَفْعَلَهٗ ہے جیسے: مَا اَحْسَنَ زَيْدًا۔ زید کتنا خوبصورت ہے۔ تقدیرِ عبارت: اَيُّ شَيْءٍ اَحْسَنَ زَيْدًا ہے۔ مَا، اَيُّ شَيْءٍ کے معنی میں ہے اور مبتدا واقع ہو کر محلِ رفع میں ہے۔ اور اَحْسَنَ خبر بن کر محلِ رفع میں ہے۔ اَحْسَنَ کا فاعل هُوَ ضمیر ہے جو اس میں مستتر

ہے۔اور زَیْدًا مفعول بہ ہے۔

دُوُم: اَفْعِلْ بِهٖ ہے۔ جیسے :اَحْسِنْ بِزَیْدٍ ۔اَحْسِنْ امر کا صیغہ ہے خبر(ماضی) کے معنی میں ۔اس کی تقدیر: اَحْسَنَ زَیْدٌ ہے۔اَیْ :صَارَ ذَا حُسْنٍ ۔اوراس میں باءزائدہ ہے۔

تشریح: افعالِ تعجب کاتعلق بھی اعراب وترکیب سے نہیں بلکہ اسلوب سے ہے لیکن چونکہ اسلوب میں یہ (افعالِ مدح وذم کی طرح) دیگر عمومی افعال سے بہت سے امور میں مختلف ہے اس لئے افعالِ عاملہ میں اسے مصنف نے الگ عنوان سے ذکر فرمانا مناسب سمجھا۔

شرائطِ فعلِ تعجب : فعلِ تعجب ہر مصدر سے نہیں آتا بلکہ اس کے لائے جانے کیلئے سات شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔(۱)ثلاثی مجرد کا باب ہو۔ چنانچہ غیر ثلاثی مجرد سے ان اوزان پر فعلِ تعجب نہیں آئے گا(۲) فعل مثبت ہو۔ چنانچہ منفی معنی میں استعمال کرتے ہوئے فعل سے صیغۂ تعجب نہیں آئے گا۔(۳) فعل قابلِ تفاضل ہو۔ چنانچہ ایسے افعال سے بھی صیغۂ تعجب نہیں لایا جائے گا جن افعال میں تفاضل ممکن نہیں ۔لہٰذا مَااَمْوَتَہٗ کہنا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ موت ایسا فعل ہے جو ہر جاندار کے لئے برابر ہے(۴) فعل متصرف ہو۔ چنانچہ غیر متصرف افعال (عَسٰی ، لَیْسَ ، بِئْسَ وغیرہ) سے بھی فعلِ تعجب نہیں آئے گا۔(۵) فعل مجھول معنی میں نہ ہو(۶) فعل تام ہو چنانچہ افعالِ ناقصہ ومقاربہ سے فعلِ تعجب نہیں آئے گا۔ اور (۷) لون عیب کا باب نہ ہو جس کی صفتِ مشبہ اَفْعَل کے وزن پر آتی ہے۔ چنانچہ عَمِیَ ، عَرِجَ ، حَمِرَ وغیرہ ابواب سے بھی فعلِ تعجب نہیں آئے گا۔

ملاحظہ : جس فعل میں مذکورہ سات شرائط میں سے ایک بھی کم ہو اس کا فعلِ تعجب مَا اَشَدَّ ، مَا اَکْثَرَ یا ان کے ہم معنی کسی مناسب لفظ سے آئے گا۔صرف اتنا فرق پڑے گا کہ اس کے بعد مذکورہ مصدر کو بطور تمییز آخر میں لا کر نصب دیا جائے گا۔ جیسے :مَااَشَدَّ الْاُسْتَاذَ تَمَسُّکًا بِالْکِتٰبِ وَالسُّنَّةِ۔

تأویل مَااَفْعَلَهٗ: اس صیغہ کی تأویل میں علمائے نحو کے تین اقوال ہیں (۱) امام فراء فرماتے ہیں کہ مَا استفہامیہ ہے (اَیُّ شَیْءٍ کے معنی میں) اور ترکیب میں مبتدا بن کر محلِ رفع میں ہے۔ بعد میں فعل اپنے فاعل ومفعول کے ساتھ مل کر جملۂ فعلیۂ خبریہ بن کر اس کی خبر ہے اور محلِ رفع میں ہے۔اس اعتبار سے مَااَحْسَنَ زَیْدًا کا ترجمہ ہوگا کہ کس چیز نے زید کو حسن والا بنا دیا؟ حضرت مصنف کا رجحان اسی طرف ہے اس لئے انہوں نے اس کی یہی تأویل فرمائی ہے۔اس تأویل کے اعتبار سے فعلِ تعجب کا جملہ استفہامیہ انشائیہ بنتا ہے۔(۲) امامِ سیبویہ فرماتے ہیں کہ مَانکرۂ موصوفہ ہے۔ یعنی یہ شَیْءٌ کے معنی میں ہے جس کی صفت عَظِیْمٌ مقدر ہے۔اس تأویل کے اعتبار سے موصوف اپنی صفت کے ساتھ مل کر مبتدا بنا اور محلِ رفع میں ہوا۔ اور فعل اپنے فاعل ومفعول کے ساتھ مل کر جملہ بن کر اس کی خبر واقع ہوا اور محلِ رفع

میں آیا۔ اس تأویل کے اعتبار سے معنیٰ ہوگا۔ کسی عظیم چیز نے زید کو حسن والا بنایا ہے۔ اس تأویل کے اعتبار سے فعلِ تعجب کا جملہ اسمیہ خبریہ بنتا ہے۔ (۳) امام اخفش فرماتے ہیں کہ یہ ماموصولہ ہے۔ اس کا مابعد فعل اپنے فاعل ومفعول سمیت جملہ خبریہ اس کا صلہ ہے۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر (یعنی پورا مَآاَحْسَنَ زَیْدًا) مبتدا واقع ہوکر محلِ رفع میں ہوا۔ اوراس کی خبر شَیْءٌ عَظِیْمٌ مقدر ہے۔ اس اعتبار سے معنیٰ ہوگا کہ جس نے زید کو حسن والا بنایا وہ عظیم چیز ہے۔ اس تأویل کے اعتبار سے فعلِ تعجب کا جملہ صلہ ہونے کی وجہ سے مرکبِ ناقص بنتا ہے۔ جملہ سرے سے نہیں بنتا۔ تینوں تاویلات اپنی اپنی جگہ وزن دار ہیں اور مَامیں تینوں معانی کی وسعت موجود ہے ، اس لئے ہر عظیم ہستی نے اسے اپنے مخصوص اسلوبِ نظر سے دیکھا ہے۔ وَلِلنَّاسِ فِی مَایَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ۔

تأویلِ اَفْعِلْ بِهٖ: اس صیغہ میں اَفْعِلْ جو بابِ افعال کا صیغۂ امر ہے ، بصری حضرات کے نزدیک ماضی کے واحد مذکر غائب (اَفْعَلَ) کے معنیٰ میں ہے۔ اور بابِ افعال فاعل کو صاحبِ مصدر کرنے کے معنیٰ میں بھی کرتا ہے۔ چنانچہ اَحْسِنْ کے معنیٰ: اَحْسَنَ کے ہیں اور اَحْسَنَ کے معنیٰ صَارَذَاحُسْنٍ کے ہیں۔ اور بِہٖ میں باء زائدہ ہے اوراس کا مدخول فعلِ تعجب کا فاعل ہے۔ چنانچہ اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کے معنیٰ اَحْسَنَ بِزَیْدٍ کے، پھر اَحْسَنَ بِزَیْدٍ کے معنیٰ: صَارَبِزَیْدٍذَاحُسْنٍ کے اوراس کے معنیٰ: صَارَزَیْدٌ ذَاحُسْنٍ کے ہیں۔

کوفی حضرات اَفْعِلْ کو فعلِ امر ہی مانتے ہیں۔ (وہ ماضی کی تأویل نہیں کرتے) ان کے نزدیک باء زائدہ ہے اوراس کا مدخول فاعل نہیں بلکہ مفعول بہ ہے۔ ان کے قول کے مطابق اَحْسِنْ بِزَیْدٍ کے معنیٰ: اَحْسِنْ زَیْدًا کے ہیں۔ یعنی زید کو حسن والا سمجھ۔ لیکن اصح قول نحاۃِ بصرہ کا ہے کہ اسے ماضی فی صیغۃ الا مر مانا جائے۔

اسلوبِ تعجب: ان افعالِ قیاسیہ کے علاوہ عربی میں اظہارِ تعجب کے کئی طریقے رائج ہیں: اَللّٰهُ اکبر ، سبحٰنَ اللّٰه ، اَلَمْ تَرَ ، یَالَلْعَجَبِ ، لِلّٰهِ دَرُّهٗ ، وغیرہ۔ ان کی تفصیل کتاب الا عاریب میں دیکھیں۔

تمرین: ذیل کی امثلہ میں (۱) افعالِ مدح ، افعالِ ذم اور افعالِ تعجب کی شناخت کریں (۲) مدح وذم کے افعال میں فاعل ، تمییز اور مخصوص کا تعین کریں۔ (۳) اگر مخصوص محذوف ہوتو بھی بتلائیں۔ (۴) تین اقسام میں سے فاعل کی قسم بتلائیں۔

(۱) مَآاَصْبَرَ کُمْ عَلَی النَّارِ ۔ بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَالْاِیْمَانِ ۔سَآءَ مَثَلَانِ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا۔ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ۔نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۔نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ۔فَسَآءَ قَرِیْنًا۔ نِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ ۔نِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ ۔ بِئْسَ الْوِرْدُالْمَوْرُوْدُ۔ سَآءَ تْ مُرْتَفَقًا۔وَلَنِعْمَ دَارُالْمُتَّقِیْنَ ۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ۔

(۲) مَآاَشَدَّ مُقَاوَمَةَ الْکَشْمِیْرِیِّیْنَ ۔ اَفْقِهْ بِاَبِیْ حَنِیْفَةَ ۔مَااَشْجَعَ خَالِدَبْنَ الْوَلِیْدِ۔اَجْبِنْ بِالْهُنُوْدِ۔

اَلَمْ تَرَاِلٰی اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ فَتَحُوا الْبِلَادَ وَاَخْفَقُوْا رَايَةَ الْاِسْلَامِ عَلٰی مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا۔ لِلّٰهِ دَرُّ ضَرَّارِ بْنِ الْاَزْوَرِ فَارِسًا۔

ع اَنَكِدُ بِدُنْيَا يَنَالُ الْمُخْطِئُوْنَ بِهَا — حَظَّ الْمُصِيْبِيْنَ وَالْمَقْدُوْرُ مَقْدُوْرٌ

ع مَا اَحْسَنَ الصَّبْرَ، فَاَمَّا عَلٰی — اَنْ لَّا اَرٰی وَجْهَكِ يَوْمًا، فَلَا !!

ع اُكْرِمْ بِقَوْمٍ بُطُوْنُ الْاَرْضِ اَقْبُرُهُمْ — لَمْ يَخْلِطُوْا دِيْنَهُمْ بَغْيًا وَّعُدْوَانًا

بابِ سوّم

درعملِ اسمائے عاملہ وآں یازدہ قسم است

اول : اسمائے شرطیہ بمعنی اِن وآں نہ ست: مَنْ وَمَا واَیْنَ وَمَتٰی وَاَیٌّ وَاَنّٰی وَاِذْمَا وَحَیْثُمَا وَمَهْمَا۔ فعلِ مضارع را بجزم کنند۔ چوں: مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ ۔ وَمَاتَفْعَلْ اَفْعَلْ ، وَاَیْنَ تَجلِسْ اَجْلِسْ۔ ومَتٰی تَقُمْ اَقُمْ ، وَاَیَّ شَیْءٍ تَأْکُلْ اٰکُلْ ، وَاَنّٰی تَکْتُبْ اَکْتُبْ ، وَاِذْمَاتُسَافِرْ اُسَافِرْ ۔ وَحَیْثُمَاتَقْصِدْاَقْصِدْ ۔ وَمَهْمَاتَقْعُدْ اَقْعُدْ ۔

ترجمہ: دوسرا باب اسمائے عاملہ کے عمل کے بارے میں ہے اور عامل اسماء گیارہ قسم کے ہیں۔

اول: اسمائے شرطیہ بمعنی اِن۔ اور یہ نو (۹) اسم ہیں: مَن مَا الخ۔ یہ فعلِ مضارع کو جزم دیتے ہیں۔ جیسے: مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ الخ۔

تشریح: (۱) حروفِ عاملہ اور افعالِ عاملہ سے فارغ ہوکر مصنف اب اسمائے عاملہ کا بیان شروع کررہے ہیں۔ عمل کرنے والے اسماء کے گیارہ گروپ ہیں۔ پہلا گروپ اسمائے شرطیه کا ہے جو اِنْ کے معنی کو متضمن ہوتا ہے (یعنی اس کے اپنے معنی کے ساتھ اس میں اِنْ شرطیه کا معنی بھی ملحوظ ہوتا ہے)۔ یہ اسماء نو ہیں۔ جن میں سے آٹھ متفق علیہ ہیں اور ایک (اِذْمَا) کے بارے میں علمائے نحو میں اختلاف ہے کہ وہ اسم ہے یا حرف؟ تحقیقی قول اور جمہور کی رائے یہی ہے کہ یہ اسم نہیں بلکہ حرف ہے۔ وَهُوَقَوْلُ سیبویه کما سَیأتِی۔ بعض علماء نے ان نو اسماء پر اَیَّانَ کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ اس طرح یہ دس بن جاتے ہیں۔ جبکہ کوفی حضرات کَیْفَمَا کو بھی جازم الفعلین اسمِ شرط مانتے ہیں۔ ان کا قول بھی لیا جائے تو گیارہ بن جاتے ہیں (بصری نحاۃ کَیْفَمَا کو اسمِ شرط تو مانتے ہیں مگر اسے جازم الفعلین نہیں مانتے)۔

(۲) لحوقِ ما: کے اعتبار سے اسمائے شرط تین قسم کے ہیں (۱) وجوب (۲) جواز (۳) امتناع۔

(۱) وجوبِ لحوقِ مَا : تین اسمائے شرط کا مَا کے ساتھ آنا واجب ہے۔ مَهْمَا ، اِذْمَا ، حَیْثُمَا۔ (۱) مَهْمَا کا اس لئے کہ مَهْمَا ایک بسیط اسم ہے (دَعْوٰی کی طرح فَعْلٰی کے وزن پر) ، مَهْ اور مَا کا مرکب نہیں ہے وعَلَیه جمهور البِصرِیِّین۔ (**امام خلیل** کے نزدیک یہ مرکّب ہے۔ مَا شرطیہ پر مَا زائدہ بڑھا کر یہ کلمہ بنایا گیا ہے۔ اور مَامَا میں اجتماع المثلین آرہا تھا جو اہلِ عرب کے نزدیک مکروہ تھا تو پہلے مَا کے الف کو هاء سے بدل کر مَهْ بنایا گیا اور اسپر مَا زائدہ لگا کر مَهْمَا بنادیا گیا)۔ لیکن ان کے قول پر بھی مَهْمَا سے مَا کو حذف کرنا اور خالی مَهْ کو اسمِ شرط کے طور پر استعمال کرنا درست نہیں، کیونکہ مَازائدہ کے حذف کرنے کے بعد اجتماع مثلین والی کراہت جب ختم ہوگئی تو مَا کے الف کو هاء سے بدلنے کی علت ختم ہوجائے گی۔ مَهْمَا کو **ابن السّراج** نے مَهْ اسمِ فعلِ امر اور مَاشرطیه کا مرکب

قرار دیا ہے۔ ان کے قول پر بھی مَا کا لحوق واجب ہے کیونکہ اس کے بغیر مَہْ صرف اسمِ فعل بمعنی اُكْفُفْ رہے گا۔ لہذا اسمِ شرط کے معنی میں نہیں رہے گا۔ **کوفی نحاۃ** کا قول **امام ابن السراج** کے قریب مگر ذرا مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ مَہْ اسم فعلِ امر بمعنی اُكْفُفْ اور ما زائدہ سے مرکب ہے۔ ما زائدہ کے آنے سے اس میں شرط کا معنی پیدا ہوا۔ امام سیبویہ نے اسے جائز قرار دیا ہے۔

إذما: کا مَا اس لئے حذف نہیں کیا جاسکتا کہ (۱) یہ امام سیبویہ اور جمہور بصریین کے نزدیک مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے اور فِعْلٰی کے وزن پر (ذِكْرٰی وغیرہ کی طرح) ہے۔ اور کسی بھی کلمہ کے آدھے حروف کو حذف کرنا جائز نہیں لہذا اس کے مَا کو حذف کرنا جائز نہیں بلکہ اسے ہمیشہ کلمہ کا جزو بنائے رکھنا واجب ہے۔ (۲) بعض علماء اسے اِذْ اسمِ ظرف اور مَا کافہ کا مرکب قرار دیتے ہیں۔ ان کے بقول اِذْ چونکہ واجب الاضافت ہے اور اضافت میں مضاف الیہ، مضاف کا ابہام ختم کردیتا ہے۔ جبکہ ما کافۃ کے آنے سے اِذْ ظرفیہ کی اضافت ممنوع ہوجاتی ہے جس سے اس کا ابہام باقی رہتا ہے۔ اور شرط میں بھی چونکہ ابہام ہوتا ہے اس لئے اِذْمَا شرط کے معنی میں ہوجاتا ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اِذْمَا، متٰی کے معنی میں اور جمہور وسیبویہ کے قول پر اِنْ کے معنی میں ہوتا ہے۔

حَيْثُما: کا ما اس لئے ضروری ہے اور حذف نہیں ہوسکتا کہ اکیلا حَيْثُ اسمِ ظرف اور واجب الاضافت ہے۔ پہلے ہم کہہ چکے ہیں کہ مضاف الیہ مضاف کا ابہام چونکہ دور کردیتا ہے اور شرط میں ابہام کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے حَيْثُ شرط کے معنی میں نہیں ہوسکتا۔ اس پر ما کافۃ آکر اس کو اضافت سے روک دیتی ہے جس سے اس میں ایک گونہ ابہام پیدا ہوتا ہے اور اس میں شرط سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اسمِ شرط کا معنی ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ حَيْثُما پورا استعمال ہو اور ما کافۃ کو حذف نہ کیا جائے۔

(ب) جوازِ لحوقِ مَا: تین ہی اسماء ایسے ہیں جن کے ساتھ مَا کا آنا بھی جائز ہے اور نہ آنا بھی جائز ہے۔ (۱) أَيْنَ (۲) مَتٰی (۳) أَيٌّ۔ ان تینوں کے ساتھ آنے والا ما زائدہ ہے کافہ نہیں ہے۔ چنانچہ جس طرح آپ: أَيْنَ تَجْلِسْ أَجْلِسْ کہہ سکتے ہیں اسی طرح أَيْنَمَا تَجْلِسْ أَجْلِسْ کہہ سکتے ہیں۔ (۲) مَتٰی تَقُمْ أَقُمْ کی طرح مَتٰی مَا تَقُمْ أَقُمْ بھی کہہ سکتے ہیں (۳) أَيَّ شَيْءٍ تَأْكُلْ آكُلْ کی طرح: أَيًّامَّا تَأْكُلْ آكُلْ بھی کہہ سکتے ہیں۔

(ج) امتناعِ لحوقِ مَا: اور تین ہی اسمائے شرط ایسے ہیں جن کے آخر میں مَا نہیں آسکتا۔ مَنْ، مَا اور أَنّٰی۔

نوعِ مَا: ان اسمائے شرطیہ پر لگنے والا مَا ایک قسم کا نہیں ہے۔ بلکہ:۔

(۱) **مَهْمَا** پر آنے والا مَا جمہور کے نزدیک کلمہ کا جزو ہے، امام خلیل کے نزدیک زائدہ ہے اور ابن السراج کے نزدیک شرطیہ ہے گویا ایک قول کے مطابق یہ (مَا) مستقل کلمہ نہیں بلکہ اصل کلمہ کا جزو ہے۔ دوسرے قول پر حرف ہے اور تیسرے پر اسم (ماشرطیہ اسم ہے)۔

(۲) اِذْمَا کا مَا جمہور بصریین اور سیبویہ کہ نزدیک مستقل کلمہ نہیں بلکہ فِعْلی کے وزن پر آنے والے کلمہ کا حصہ اور جزو ہے۔ جبکہ دیگر بعض نحاۃ کے نزدیک اذ ظرفیہ پر یہ مَا کافة آئی ہے جس نے اسے اضافت سے روک کر شرط کے معنی میں کردیا ہے۔ (اور ما کافة حرف ہوتی ہے)۔

(۳) **حَیْثُما** پر آنے والی مَا بالاتفاق ما کافة (حرفیہ) ہے۔

(۴) اَیْنَ ، (۵) مَتٰی اور (۶) اَیٌّ پر آنے والی مَا بالاتفاق زائدہ (حرفیہ) ہے۔

اعرابُ اسماءِ الشرط: چونکہ اسمائے شرط خود بھی اسم ہیں اس لئے لامحالہ جملہ میں ان کا اپنا بھی کوئی اعراب ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) چار اسماء صرف بطور ظرف آتے ہیں: اَیْنَ ، اَنّٰی ، مَتٰی ، حَیْثُمَا (اور چونکہ یہ سب کے سب مبنی ظروف میں سے ہیں اس لئے دائماً محلِ نصب میں ہوتے ہیں)۔ اور چار اسماء عمومی اسم ہونے کی وجہ سے حسبِ استعمال فاعل ، مفعول ، مضاف الیہ یا مجرورِ جار ہوکر رفع ، نصب یا جر میں سے کسی بھی اعراب کے حقدار ہوں گے۔ ان میں سے اَیٌّ معرب ہے۔ اسے تو براہ راست رفع ونصب وجر ملے گی۔ دیگر تین اسماء: مَنْ ، مَا ، مَھْمَا چونکہ مبنی ہیں اس لئے یہ حسبِ موقعہ محلِ رفع ، محلِ نصب یا محلِ جر میں ہوں گے۔ جہاں تک تعلق ہے اِذْمَا کا تو جمہور کے قول پر چونکہ یہ اِن شرطیہ کی طرح حرفِ شرط ہے اور حروف مقامِ اعراب میں آتے ہی نہیں۔ اس لئے اس کا حکم تو اِن جیسا ہوگا (کہ لَامَحَلَّ لَهٗ مِنَ الْاِعْرَابِ) اور جو حضرات اسے اِذْ ظرفیة اور ما کافة کا مرکب قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک یہ دیگر اسمائے ظروف کی طرح مفعول فیہ بن کر محلِ نصب میں ہوگا (کیونکہ مبنی ہے)۔

معانیء اسمائے شرط: مختصراً ان کے معانی اس طرح سے ہیں: مَنْ (جو) ذوی العقول کے ساتھ مختص۔ مَا (جو) غیر ذوی العقول کیلئے۔ اَیْنَ (جہاں) ظرفِ مکان۔ مَتٰی (جب) ظرفِ زمان۔ اَیٌّ (جو) زیادہ تر ذوی العقول کے لئے۔ اَنّٰی (جہاں) ظرفِ مکان کیلئے۔ اِذْمَا (جب) ظرفِ زمان کے لئے یا (اگر) محض اِنْ کے معنی میں حرفِ شرط (عند سیبویہ) حَیْثُمَا (جہاں) ظرفِ مکان کیلئے اور مَھْمَا (جو) مَا شرطیہ کے معنی میں یا (جب) ظرفِ زمان کے معنی میں۔

ملاحظہ: حروفِ جازمہ کے ذیل میں جملۂ جزائیہ پر فاء کے آنے کے حوالے سے جو قواعد بیان کئے گئے تھے وہ یہاں بھی پوری طرح منطبق ہوتے ہیں۔

تمرین: (۱) اسمائے شرطیہ کی شناخت کریں (۲) مجزوم افعالِ مضارعہ کو جزم کس طرح اور کیوں ملی؟ وضاحت کریں۔ (۳) اگر فاء جزاء پر آئی ہے تو اس کی اور نہیں آئی تو اس کی وجہ بیان کریں (۴) اگر کہیں عمل نہیں کیا تو کیوں؟

اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ۔ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ۔ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ۔ وَمَا

يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ۔ اَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ۔ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۔ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ اٰيَةٍ لِتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا۔ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔

نحومیر: **دُوُم:** اسمائے افعال بمعنی ماضی ۔ چوں هَيْهَاتَ وَشَتَّانَ وَسَرْعَانَ ، اسم را بناء بر فاعلیت بر رفع کنند۔ چوں: هَيْهَاتَ يَوْمُ الْعِيْدِ ۔ اَیْ: بَعُدَ۔ **سِوُم:** اسمائے افعال بمعنی فعلِ امرِ حاضر۔ چوں: رُوَيْدَ وَبَلْهَ وَحَيَّهَلْ وَعَلَيْكَ وَدُوْنَكَ وَهَا۔ اسم رانصب کنند بناء بر مفعولیت ۔ چوں: رُوَيْدَ زَيْدًا ۔ اَیْ: اَمْهِلْهُ۔

ترجمہ: **دُوُم** اسمائے افعال بمعنی ماضی ۔ جیسے: هَيْهَاتَ الخ ۔ یہ اسم کو فاعل بنا کر رفع دیتے ہیں۔ جیسے: هَيْهَاتَ يَوْمُ الْعِيْدِ۔ اَی: بَعُدَ۔ **سِوُم:** اسمائے افعال بمعنی امرِ حاضر۔ جیسے: رُوَيْدَ الخ یہ اسم کو مفعول بہ بنا کر نصب دیتے ہیں۔ جیسے: رُوَيْدَ الخ ۔

تشریح: (۱) اسمِ غیر متمکن کی بحث میں ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ اسمائے افعال دو نہیں ،تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اور تیسری قسم اسمائے افعالِ مضارع ہے جس کا استعمال اسمائے افعالِ ماضی سے کہیں زیادہ ہے اور قرآن کریم میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں ہم اسمائے افعال کے حوالے سے تھوڑی سی مزید تشریح بھی کئے دیتے ہیں ۔

(۲) اسمِ فعل کی تعریف: اسمِ فعل اس اسم کو کہتے ہیں جو کسی فعل کے معنی پر دلالت کرے ۔ یہ اسماء نہ فعل والا تصرف رکھتے ہیں کہ ان میں افعال کی طرح واحد تثنیہ جمع کی ضمائر بارزہ لگائی جائیں اور نہ ہی اسماء والا تصرف رکھتے ہیں کہ یہ ترکیب میں مبتدا ، خبر ، فاعل وغیرہ واقع ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی قسم کا عامل ان پر اثر نہیں کرتا۔ اور ترکیب میں یہ کسی مقام پر (حروف اور افعال کی طرح) واقع نہیں ہوتے ۔

تقسیم: اسمِ فعل پہلی تقسیم کے اعتبار سے دو قسم کا ہوتا ہے (۱) مُرْتَجَل (۲) منقول ۔

مرتجل: وہ اسمِ فعل ہوتا ہے جو اوّلِ وضع ہی میں فعل کے معنی میں وضع کیا گیا ہو۔ کسی اور معنی کے لئے ابتداء میں وضع ہو کر بعد میں فعل پر دلالت کرنے کے لئے اسے نقل نہ کیا گیا ہو۔ جیسے: هَيْهَاتَ بِمَعْنٰى: بَعُدَ (ماضی) اَوَّهْ بمعنی: اَتَوَجَّعُ (مضارع) اُفٍّ بِمَعْنٰى: اَتَضَجَّرُ (مضارع) وَیْ بمعنی: اَعْجَبُ (مضارع) كَمَا وَرَدَ فِي التَّنْزِيْلِ: وَيْكَاَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۔ اَی: اَعْجَبُ لِعَدَمِ فَلَاحِ الْكٰفِرِيْنَ۔ اسی طرح: وَاهًا بمعنی اَعْجَبُ و كذا: وَا بمعنی: اَعْجَبُ۔

ابو النجم کا شعر ہے: ع

وَاهًا لِّسَلْمٰی ثُمَّ وَاهًا وَّاهَا — هِیَ الْمُنٰی لَوْ اَنَّنَا نِلْنَاهَا

ابو النجم نے وَاهًا بمعنی اَعْجَبُ کا استعمال کیا ہے اور ایک تمیمی شاعر وَا کا استعمال کرتے ہوئے کہتا ہے: ع

وَا بِاَبِیْ اَنْتِ وَفُوْكِ الْاَشْنَبُ — كَاَنَّمَا ذُرَّ عَلَیْهِ الزَّرْنَبُ

ان کے علاوہ: صَهْ بمعنی: اُسْكُتْ (امر) مَهْ بمعنی: اِنْكَفِفْ (امر) هَلُمَّ بمعنی: اَقْبِلْ (امر) هَیْتَ اور هَیَّا بمعنی اَسْرِعْ (امر) اِیْهِ بمعنی: اِمْضِ فی حَدِیْثِكَ (امر) وغیرہ۔ یہ تمام اسماء اپنی پہلی وضع ہی میں فعلِ امر، ماضی یا مضارع کے کسی خاص معنی کے لئے وضع ہوئے ہیں۔

اسمِ فعلِ مرتجل کے ساتھ کوئی ایسی علامت متصل نہیں ہوتی جو اس سے مرفوع ہونے والی ضمیر پر دلالت کرے۔ چنانچہ ان اسماء کا ایک ہی صیغہ واحد، تثنیہ، جمع، مذکر و مؤنث پر دلالت کرتا ہے۔

اور ان اسماء کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اپنے فعل (جس پر دلالت کرتے ہیں) سے زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ بَعُدَ صرف دور ہونے پر مگر هَیْهَاتَ بہت دور ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اُسْكُتْ کا مطالبہ ہے کہ خاموش ہو جاؤ اور صَهْ کا مطلب ہے مکمل خاموشی اختیار کرلو۔ ذرا آواز نہ نکلے۔ وغیرہ۔

اسمِ فعلِ منقول: وہ اسم ہے جو اپنی وضع کے اعتبار سے کسی اور معنی پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ پھر اس کا استعمال کسی خاص فعل (امر، مضارع یا ماضی) پر دلالت کرنے کے لئے کیا جانے لگا ہو۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) منقول عن الظرف (۲) منقول عن الجار والمجرور (۳) منقول عن المصدر۔

(۱) **منقول عن الظرف:** وہ اسمِ فعل ہے جو ابتداء میں ظرف کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ پھر کسی فعل کا اسم بن گیا ہو۔ جیسے: وَرَآءَكَ بمعنی: تَاَخَّرْ، دُوْنَكَ بمعنی: خُذْ، اَمَامَكَ بمعنی: تَقَدَّمْ اور مَكَانَكَ بمعنی: اُثْبُتْ وغیرہ۔ یہ تمام اسماء وضع کے اعتبار سے ظروفِ مکان کے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان کی اضافت واحد مذکر کی ضمیر مجرور کی طرف ہے۔ لیکن بعد میں انہی ظروفِ مکان کو ان ضمائر کی طرف مضاف کرتے ہوئے مذکورہ بالا معانی میں (فعلِ امر کے اسم کے طور پر) استعمال کیا جانے لگا۔

(۲) **منقول عن الجار والمجرور:** وہ اسمِ فعل ہے جو جار مجرور کے کسی مرکب پر مشتمل ہو۔ جیسے: عَلَیْكَ بمعنی: اِلْزَمْ اور اِلَیْكَ بمعنی: تَنَحَّ وبمعنی: خُذْ۔

(۳) **منقول عن المصدر:** مصدر سے منقول ہونے والے اسمائے افعال دو قسم کے ہیں۔ (۱) اس مصدر کا فعل استعمال کیا گیا ہو (۲) اس مصدر کا فعل استعمال نہ ہوا ہو۔

قسمِ اول: جیسے: رُوَیْدَ۔ اس کا فعل ابتداءِ عربی میں: اَرْوَدَ یُرْوِدُ اِرْوَادًا بمعنی: اَمْهَلَ استعمال ہوتا رہا۔ پھر اس کے

مصدر اِرْوَادٌ کواس کے حروفِ زائدہ (دونوں الف) حذف کرکے اس کی تصغیرِ ترخیم بنائی گئی تو رُوَیْدٌ اس کا مصغّر بنا۔ (تصغیرِ ترخیم کے ضوابط اور تفصیل کے لئے ہماری تالیف قواعد التصغیر کا مطالعہ فرمائیں)۔ اہلِ لغت نے اس مصدر ہی کو اس کے فعل کے قائمقام استعمال کرنا شروع کردیا۔ چنانچہ کبھی اسے مضاف کرکے استعمال کرتے۔ جیسے: رُوَیْدَ زَیْدٍ اور کبھی اضافت کئے بغیر تنوین سمیت لاکر استعمال کرتے اور اس کے بعد والے اسم کو مفعولیت کی بناء پر نصب دیتے۔ جیسے: رُوَیْدًا زَیْدًا۔ دونوں طرح سے مصدر فعلِ امر کے معنی میں ہوتا اَیْ: اَمْهِلْ زَیْدًا۔ پھر اسے مصدریت سے نقل کرکے اسے اپنے فعلِ امر کا اسم بنادیا گیا۔ اور اسمِ فعل چونکہ اسمِ غیرِ متمکن (مبنی) ہوتا ہے اس لئے اسے مبنی برفتحہ (بدون التنوین) کردیا گیا تو: رُوَیْدَ زَیْدًا کی ترکیب میں استعمال ہونے لگا۔

قسمِ ثانی: جیسے: بَلْهَ یہ ایک ایسے فعل کا مصدر ہے جو سرے سے عربی زبان میں استعمال نہیں ہوا۔ (جیسے: دَعْ کا ماضی استعمال نہیں ہوا) اس مصدر کو شروع میں بطور مصدر قائمقامِ فعل استعمال کیا جاتا تھا۔ جیسے: بَلْهَ سَعِیْدٍ اَیْ: اُتْرُكْ سَعِیْدًا۔ پھر اس مصدر کو اپنے (متروکہ ومہملہ) فعلِ امر کا اسم بناکر مبنی کردیا گیا۔ جب اسمِ فعلِ امر بن گیا تو اس کا مابعد مفعول بہ بن کر منصوب ہوگیا۔ چنانچہ اب یہ: بَلْهَ الْفِسْقَ وغیرہ تراکیب میں اسمِ فعلِ امر بن کر استعمال ہوتا ہے۔

قیاسی اسم فعل: دوسری تقسیم کے اعتبار سے اسمائے افعال کی دو قسمیں ہیں:۔ اسماعی (۲) قیاسی۔ مذکورہ بالا تمام اقسام کا تعلق سماعی اسمِ فعل سے ہے۔ ان میں سے کسی پر قیاس کرکے آپ کوئی نیا اسمِ فعل نہیں بناسکتے۔ قیاسی اسمِ فعل کے لئے فَعَالِ کا وزن مختص ہے۔ اس وزن پر اسمِ فعل صرف امر کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ جس اشتقاقی معنی سے اسمِ فعلِ امر بنانا ہواسے فَعَالِ کے وزن پر لے آئیں تو وہ اسمِ فعلِ امر بن کر مبالغہ کا اضافی مفہوم بھی دے گا۔ جیسے: نَزَلَ سے نَزَالِ ، تَرَكَ سے تَرَاكِ ، اَكَلَ سے اَكَالِ وغیرہ۔ لیکن اس وزن پر اسمِ فعلِ امر بنانے کیلئے تین شرائط ہیں۔ (۱) فعل ثلاثی مجرد ہو، غیر ثلاثی مجرد سے فَعَالِ کے وزن پر اسمِ فعل نہیں آئے گا (۲) تام ہو ، افعالِ ناقصہ ومقاربہ سے نہیں آئے گا اور (۳) متصرف ہو ، چنانچہ غیر متصرف افعال: لَیْسَ ، عَسٰی ، نِعْمَ وغیرہ سے بھی فَعَالِ کے وزن پر اسمِ فعل نہیں آسکے گا۔

اگر ان شرائط کے بغیر کہیں اس وزن پر کوئی اسمِ فعل نظر آئے تو وہ شاذ ہے اور سماع تک محدود ہے۔ یعنی جو جو کلمات سماع سے ثابت ہیں، انہیں استعمال کیا جائے گا ان پر قیاس کرکے مزید اسمائے افعال نہیں بنائے جائیں گے۔ جیسے: دَرَاكِ بمعنی: اَدْرِكْ۔ یہ بابِ اِفعال سے ہے۔ قانون کا تقاضا یہ ہے کہ اس باب سے فَعَالِ کے وزن پر اسمِ فعل نہ آئے۔ اہلِ زبان نے استعمال کیا ہے تو سر آنکھوں پر مگر شاذ ہے وَالشَّاذُّ یُحْفَظُ وَلَا یُقَاسُ عَلَیْهِ۔

اسمائے افعال پر ہماری محققانہ بحث اور مزید تفصیل مُعْجَمُ الصَّرفِ وَالنَّحو میں ملاحظہ فرمائیں۔

عملِ اسمائے افعال: عام طور پر اسمِ فعل اپنے مسمّٰی کے مطابق ہی عمل کرتا ہے۔ اگر وہ لازم ہو تو اسم بھی لازم اور وہ متعدی ہو تو یہ بھی متعدی ہوتا ہے۔ لیکن آمین وہ اسمِ فعل ہے جو لازم ہے جبکہ اس کا مسمّٰی (اِسْتَجِبْ) متعدی ہے۔ چنانچہ یہ اپنے بعد کسی مفعول بہ کا تقاضا نہیں کرتا۔

نحومیر: چهارم: اسمِ فاعل بمعنی حال یا استقبال عملِ فعلِ معروف کند۔ بشرطِ آنکہ اعتماد کردہ باشد بر لفظیکہ پیشِ او باشد۔ وآں لفظ مبتدا باشد در لازم۔ چوں: زَیْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ ودر متعدی۔ چوں: زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا یا موصوف۔ چوں: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْهُ بَكْرًا۔ یا موصول چوں: جَآءَنِي الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًا۔ یا ذوالحال۔ چوں: جَآءَنِي زَيْدٌ رَّاكِبًا غُلَامُهٗ فَرَسًا۔ یا ہمزۂ استفہام۔ چوں: اَضَارِبٌ زَيْدٌ عَمْرًا۔ یا حرفِ نفی۔ چوں: مَاقَائِمٌ زَيْدٌ۔ ہماں عمل کہ قَامَ وَضَرَبَ می کرد قَائِمٌ وَضَارِبٌ می کند۔

ترجمہ: چهارم: اسمِ فاعل اگر حال یا مستقبل کے معنی میں ہو تو فعلِ معلوم والا عمل کرتا ہے۔ بشرطیکہ اپنے سے پہلے آنے والے کسی لفظ پر وہ اعتماد کر رہا ہو۔ اور وہ لفظ یا مبتدا ہوگا۔ لازم میں جیسے: زَيْدٌقَائِمٌ اَبُوْهُ۔ یا متعدی میں۔ جیسے: زَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًا۔ یا موصوف ہوگا۔ جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَبُوْهُ بَكْرًا۔ یا موصول ہوگا۔ جیسے: جَآءَنِي الضَّارِبُ اَبُوْهُ عَمْرًا (اسمِ فاعل واسمِ مفعول پر داخل ہونے والا اَلْ اسمِ موصول بمعنی اَلَّذِي بصورتِ حرف ہوتا ہے) یاذوالحال ہوگا۔ جیسے: جَآءَنِي زَيْدٌ رَّاكِبًا غُلَامُهٗ فَرَسًا۔ یا ہمزۂ استفہام ہوگا۔ جیسے: اَضَارِبٌ زَيْدٌ عَمْرًا۔ یا حرفِ نفی ہوگا۔ جیسے: مَاقَائِمٌ زَيْدٌ۔ وہی عمل جو قَامَ اور ضَرَبَ کرتے ہیں قَائِمٌ اور ضَارِبٌ بھی کرتے ہیں۔

تشریح: (۱) زمانہ کی شرط: حضرتِ مصنف نے چھ چیزوں پر اعتماد کرنے سے پہلے اسمِ فاعل کے عامل ہونے کے لئے عمومی شرط یہ عائد فرمائی ہے کہ وہ حال یا مستقبل کے معنی پر دلالت کرتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اَلْ موصولہ اس شرط سے مستثنٰی ہے۔ اس پر اگر اسمِ فاعل اعتماد کرلے تو یہ شرط ختم ہو جاتی ہے۔ یہاں یوں تقریر کرنا انسب ہے کہ اسمِ فاعل اگر چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کرے تو وہ اپنے فعلِ معلوم والا عمل کرتا ہے۔ اگر اسمِ موصول (اَلْ) پر اعتماد کرے تو مطلقاً عمل کرتا ہے۔ اور اگر دوسری چیزوں پر کرے تو اس شرط سے عمل کرتا ہے کہ ماضی کے معنی میں نہ ہو۔

(۲) ہمزۂ استفہام یا محض استفہام؟ نیز حضرتِ مصنف نے پانچویں چیز کا ذکر کرتے ہوئے ہمزۂ استفہام کی تحدید فرمائی ہے۔ جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ اسمِ فاعل کے عامل ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ استفہام صرف ہمزہ ہی سے کیا گیا ہو۔ بلکہ کوئی بھی حرفِ استفہام یا اسمِ استفہام آئے اور اس پر اسمِ فاعل اگر اعتماد کرے تو وہ اپنے فعل والا عمل کرے گا۔ حتی کہ اگر استفہام لفظاً مذکور نہ ہو محض تقدیراً استفہام پایا جائے تو اس پر اعتماد کر کے بھی اسمِ فاعل عمل کرے گا۔ جیسے اس شعر میں لفظاً کوئی حرفِ استفہام نہیں آیا مگر اسمِ فاعل عمل کر رہا ہے: ع

لَیْتَ شِعْرِیْ مُقِیْمٌ اَلْعُذْرَقَوْمِیْ   اَمْ هُمْ فِی الْحُبِّ عَاذِلُوْنَا

یہاں لَیْتَ شِعْرِی (کاش مجھے معلوم ہو سکے) سے ایک استفہامی معنی پیدا ہو رہا ہے جو ھَلْ سے مقدر اور فرض کیا گیا۔ اسم فاعل: مُقِیْمٌ نے اس مقدر اور مفروضہ حرفِ استفہام پر اعتماد کیا تو: اَلْعُذْرَ کو مفعول به بنا کر نصب دینے اور قوم کو تقدیرا فاعلیت کا رفع دینے کے قابل ہو گیا۔

استفهام کی طرح موصوف میں بھی موصوفِ ملفوظ اور مقدر دونوں پر اعتماد کر کے اسمِ فاعل عمل کرتا ہے۔ ملفوظ کی مثال تو متن میں آ چکی۔ مقدر کی مثال یہ شعر ہے: ع

وَمَا کُلُّ ذِیْ لُبٍّ بِمُؤْتِیْكَ نُصْحَهٗ   وَمَا کُلُّ مُؤْتٍ نُّصْحَهٗ بِلَبِیْبٖ

شعر کے دوسرے مصراع میں مُؤْتٍ صفت ہے اور اس کا موصوف (رجلٍ) محذوف ہے۔ یہاں اسمِ فاعل محذوف ومقدر موصوف پر اعتماد کر کے ضمیرِ مستتر کو رفع اور نصحهٗ کو نصب دے رہا ہے۔

مقامِ شرائطِ مذکورہ: ماضی کے معنی میں (معرف باللام کے ماسوا) نہ ہونے اور مذکورہ بالا چیزوں پر اعتماد کرنے کی شرط عمل کرنے کے لئے نہیں ہے۔ یہ شرط تو مفعول به کو نصب دینے اور اسمِ ظاہر کو فاعل بنا کر رفع دینے کے لئے ہے۔ جہاں تک تعلق ہے ضمیرِ مستتر کو رفع دینے کا تو اسے اسمِ فاعل کسی بھی شرط کے بغیر رفع دیتا ہے۔

تنوین واضافت: اسمِ فاعل کے استعمال کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ اسے مضاف کئے بغیر تنوین کے ساتھ لایا جائے۔ جیسے متن کی مثالوں میں گذرا۔ اور دوسرا یہ کہ اسے مفعول به کی طرف مضاف کر کے لایا جائے۔ اور مفعول به لفظی طور پر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہو جائے گا اور معنوی طور پر مفعول به ہونے کی وجہ سے اس کا نصب کا اعراب مقدر ہو جائے گا۔ جیسے: کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ میں اَلْمَوْتِ بظاہر مضاف الیہ اور مجرور بالکسرہ لفظاً ہے۔ لیکن معنوی اعتبار سے یہ اسم فاعل: ذَائِقَةٌ کا مفعول به ہے جسے لامحالہ منصوب ہونا چاہئے۔ اس کی ترکیب کرتے وقت ہم پہلے اضافت کی ترکیب مکمل کر کے کہیں گے کہ یہ معنیً مفعول به ہے اور فتحۂ مقدرہ کے ساتھ منصوب ہے۔

اسمِ فاعل کی اضافت لفظی ہے: ہم نے اسمِ مضاف کی بحث میں اضافت کی دو اقسام (لفظی ومعنوی) کا ذکر کیا ہے۔ یہاں یہ بتلانا مناسب ہوگا کہ اسمِ فاعل ، اسمِ مفعول اور صفتِ مشبهه کی اپنے معمول کی طرف اضافت محض لفظی اضافت ہوتی ہے جو مضاف کو نہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے نہ تخصیص کا۔

اَلْ کے ساتھ اسمِ فاعل کے مضاف ہونے کی شرائط ہماری تحقیقی تالیف: کتاب الاضافة میں ملاحظہ فرمائیں۔

تمرین: ذیل کی امثلہ میں اسمِ فاعل کی پہچان کریں۔ ان کا عمل واضح کریں۔ اسمِ فاعل اگر عمل کر رہا ہو تو واضح کریں کہ کس چیز پر اعتماد کر کے عمل کر رہا ہے؟ اور مضاف ہو کر عمل کر رہا ہے یا اضافت کے بغیر؟ اور اسمائے افعال کے بارے میں وضاحت کریں کہ وہ مرتجل ہیں یا منقول؟ اور منقول ہیں تو تین اقسام میں سے کس قسم سے؟ اور ماضی ، مضارع

یا امر میں سے کس فعل کے معنی میں ہیں؟

فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ۔ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ۔ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۔ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُؤُوْسِهِمْ۔ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۔ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۔ هَآءُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۔ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَانِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۔ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ۔ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا۔ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۔ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۔ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ ۔ هَلُمَّ شُهَدَآئَكُمْ۔ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ ۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً۔

نحومیر: پنجم :اسمِ مفعول بمعنی حال واستقبال عملِ فعلِ مجہول کند بشرطِ اعتمادِ مذکور۔ چوں :زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ اَبُوْهُ ۔ وَعَمْرٌو مُعْطًى غُلَامُهٗ دِرْهَمًا۔ وَبَكْرٌ مَعْلُوْمٌ ابْنُهٗ فَاضِلًا وَخَالِدٌ مُخْبَرٌ ابْنُهٗ عَمْرًا فَاضِلًا۔ ہماں عمل کہ ضُرِبَ واُعْطِيَ وَعُلِمَ وَاُخْبِرَ می کرد مَضْرُوْبٌ ومُعْطًى ومَعْلُوْمٌ وَمُخْبَرٌ می کند۔

ترجمہ: پنجم:اسمِ مفعول جب حال یا مستقبل کے معنی میں ہوتو فعلِ مجہول والا عمل کرتا ہے بشرطیکہ اس نے مذکورہ (چھ) چیزوں پر اعتماد کیا ہوا ہو۔ جیسے: زَيْدٌ مَضْرُوْبٌ الخ۔ جو عمل ضُرِبَ الخ یہ تمام مجہول فعل کرتے تھے وہی عمل مَضروبٌ الخ اسمِ مفعول بھی کرتا ہے۔

تشریح:اسمِ مفعول کے عمل کی شرائط وہی ہیں جو اسمِ فاعل کی ہیں۔ سابقہ بحث کو یہاں بھی ملحوظ رکھا جائے۔ یہاں مصنف نے امثلہ میں تبدیلی یہ کی ہے کہ اسمِ فاعل میں چونکہ ہر چیز پر اعتماد کرنے کی ایک ایک مثال دینا ضروری تھی۔ وہاں مختلف قسم کے افعال سے آنے والے اسمائے فاعلین کی مثالیں نہیں دیں تاکہ طالبعلم پر بوجھ نہ آئے۔ یہاں چونکہ ہر چیز پر اعتماد کی الگ مثالیں دینے کی ضرورت باقی نہ تھی اس لئے ان چھ چیزوں کی مثالیں دینے کی بجائے متعدی افعال کی چاروں اقسام سے ایک ایک مثال دیدی۔

اساتذۂ کرام اسمِ فاعل کی امثلہ کی روشنی میں ہر چیز پر اعتماد کی ایک ایک مثال چاروں قسم کے متعدی افعال سے بچوں کو بنا کر دیں۔ اور اسمِ مفعول کے چاروں قسم کے متعدی افعال کی مثالوں سے اسمِ فاعل میں ایک ایک مثال ہر معتمد کے ساتھ بنا کر دیں تو بہت اچھی تمرین ہوجائے گی۔

نحومیر : ششم :صفتِ مشبہ عملِ فعلِ خود کند بشرطِ اعتمادِ مذکور۔ چوں: زَیْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ۔ ہماں عمل کہ حَسُنَ می کرد حَسَنٌ می کند۔

ترجمه : ششم :صفتِ مشبہ اپنے فعل والا عمل اعتماد مذکور کی شرائط کے ساتھ کرتی ہے۔ جیسے: زَیْدٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ ۔ جو عمل حَسُنَ کرتا ہے وہی عمل حَسَنٌ کرتا ہے۔

تشریح: ہر فعلِ متصرف سے ایک صیغۂ صفت لازمی آتا ہے۔ زیادہ تر افعال سے یہ صیغۂ صفت اسم فاعل کی صورت میں آتا ہے اور بہت سے افعال سے صفتِ مشبهه کی شکل میں آتا ہے۔ جس طرح اسمِ فاعل کیلئے ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد میں اکثری ضابطہ کے تحت اسمِ فاعل کے اوزان مخصوص ہیں اسی طرح صفتِ مشبہ کیلئے بھی چند اوزان مخصوص ہیں۔ (۱) وہ ابواب جو لون ، عیب یا خلقت پر دلالت کرتے ہیں ، ان سے صفتِ مشبہ اَفعل کے وزن پر آتی ہے اور اس کا مؤنث فَعْلَاءُ آتا ہے اور دونوں کی جمع فُعْلٌ آتی ہے۔ ان دونوں کی جمع سالم ممنوع ہے۔ جیسے (۱) عَرِجَ (عیب) سے اَعْرَجُ وعَرْجَاءُ وعُرْجٌ (۲) خَضِرَ (لون) سے اَخْضَرُ وخَضْرَآءُ وخُضْرٌ اور (۳) عَیِنَ (خلقت) سے اَعْیَنُ وَعَیْنَاءُ وعِیْنٌ اور حَوِرَ سے اَحْوَرُ وَحَوْرَآءُ وحُوْرٌ۔ (۲) ماضی فَعُلَ سے زیادہ تر فَعِیْلٌ آتی ہے۔ جیسے: کَرُمَ سے کَرِیْمٌ ۔ (۳) فَعِلَ لازم سے فَعِلٌ آتی ہے۔ جیسے: حَذِرَ سے حَذِرٌ۔ (۴) اَجوف کے فَعَلَ سے فَیْعِلٌ (بتقدیم الیاء وتأخیر العین) آتی ہے۔ جیسے: ساد ، طاب ، هان سے سَیِّدٌ ، طَیِّبٌ ، هَیِّنٌ ۔ ان کے علاوہ: فَعَلٌ (حَسَنٌ) فِعْلٌ (صِفْرٌ) فُعْلٌ (حُلْوٌ ، مُرٌّ) فَعُوْلٌ (شَکُوْرٌ) فُعُلٌ (جُنُبٌ) فَعَالٌ (جَبَانٌ) فُعَالٌ (شُجَاعٌ) وغیرہ کثیر اوزان ہیں جو صفتِ مشبہ کے لئے آتے ہیں۔ کبھی کبھار فَاعِلٌ کے وزن پر بھی صفتِ مشبہ آتی ہے۔ (اسی لئے ہم نے فَاعِلٌ کو اسمِ فاعلِ ثلاثی مجرد کا اکثری قیاسی وزن قرار دیا ہے) جیسے: صَاحِبٌ وشَاعِرٌ۔ (۲) غیرِ ثلاثی مجرد کی صفتِ مشبہ اپنے باب کے اسمِ فاعل ہی کے وزن پر آتی ہے۔

فرق: متفرق اور اسمِ فاعل سے جداگانہ اوزان میں تو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ صفتِ مشبہ ہے۔ لیکن جب صفتِ مشبہ اسمِ فاعل کے وزن پر آئے تو ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ یہ اسمِ فاعل ہے یا صفتِ مشبہ؟ اس کی پہچان یہ ہے کہ جو اسمِ صفت حدوث اور تجدد پر دلالت کرے وہ اسمِ فاعل ہے۔ جیسے: کَاتِبٌ ، ذَاهِبٌ ، ضَارِبٌ وغیرہ۔ کہ اب لکھ رہا ہے ، جا رہا ہے، مار رہا ہے۔ مگر لکھنا ، جانا یا مارنا اس کی دائمی اور ثابت صفت نہیں جو اس سے کبھی جدا نہ ہو ، وہ رات دن سوتے جاگتے ہر وقت لکھتا ہی رہے، جاتا ہی رہے یا مارتا ہی رہے۔ لیکن صَاحِبٌ ، شَاعِرٌ (ساتھی اور شاعر) وہ اوصاف ہیں جو ماضی سے زمانۂ حال تک کسی کے ساتھ دواماً ثابت ہیں۔ شاعر دن کو بھی شاعر ہے اور رات کو بھی، جاگتے ہوئے بھی شاعر ہے اور سوتے ہوئے بھی۔ وکذا: حَسَنٌ وشُجَاعٌ وکَرِیْمٌ۔

صفتِ مشبهه کا عمل: یہ اپنے فعل والا عمل کرتی ہے اور یہ فعل لازم سے آتی ہے اس لئے مفعول بہ کونصب دینے کے ماسوا فعلِ معروف والا ہر عمل کرتی ہے۔ اور چونکہ یہ صفتِ ثابتہ ہے، وقت کے ساتھ آنے اور جانے والی (ضارِبٌ وغیرہ کی طرح) نہیں اس لئے اس میں زمانے کی شرط نہیں کہ ماضی پر دلالت نہ کرے۔ اور چونکہ فعلِ لازم سے مجہول کا صیغہ نہیں آتا اس لئے یہ صرف فعلِ معلوم والا عمل کرتی ہے۔

ملاحظہ: صفتِ مشبہ کا فاعل ضروری نہیں کہ مرفوع ہو کر کلام میں آئے اور صفتِ مشبهه تنوین کے ساتھ آئے۔ جیسے: حَسَنٌ وَجْهُهٗ بلکہ اس کا زیادہ استعمال اضافت کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ اپنے فاعل کی طرف مضاف ہو کر آتی ہے۔ کبھی لام تعریف کے بغیر۔ جیسے: زَيْدٌ حَسَنُ الْوَجْهِ اَیْ حَسَنٌ وَجْهُهٗ۔ اور کبھی الف لام سمیت۔ جیسے: اَلْحَسَنُ الْوَجْهِ۔ اَیْ وجهُهٗ۔

جملہ کا نام: یہ تو آپ نے پڑھ لیا کہ اسمِ فاعل اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے۔ اسم مفعول اپنے مفعول مالم یسمّ فاعله کو اور صفتِ مشبهه اپنے فاعل کو رفع دیتی ہے۔ ان سے معلوم ہوا کہ فعل کی طرح یہ تینوں اسمائے صفات اپنے فاعل سے مل کر ایک کامل جملہ تشکیل دیتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دونوں اجزاء کے اسم ہونے کی وجہ سے اس جملہ کو جملۂ اسمیہ کہا جائے؟ لیکن رکاوٹ یہ ہے کہ جملۂ اسمیہ تو مبتدا اور خبر سے تشکیل پاتا ہے۔ یا انہیں جملۂ فعلیہ کہا جائے؟ مگر مشکل یہ ہے کہ اس جملہ میں فعل تو ہے ہی نہیں کہ فعلیہ کہہ سکیں! اگر چہ اس کی ترتیب جملۂ فعلیہ سے مشابہ ہے کہ اس کے مسند الیہ کو مبتدا نہیں بلکہ فاعل یا مفعول مالم یسمّ فاعله کہا جاتا ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ ایسے جملہ کو نہ اسمیہ کہا جاتا ہے نہ فعلیہ بلکہ اسے جملۂ شبہِ فعلیہ کہا جاتا ہے۔

نحومیر: ہفتم: اسمِ تفضیل۔ واستعمالِ او بر سہ وجہ ست مِن چوں: زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو یا باالف ولام چوں: جَآءَنِیْ زَيْدٌ الْاَفْضَلُ۔ یا باضافت چوں: زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ۔ وعمل او در فاعل باشد وآں ہوست فاعل اَفْضَلُ کہ درو مستتر ست۔

ترجمہ: ہفتم: اسمِ تفضیل۔ اور اس کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے (۱) مِنْ کے ساتھ۔ جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔ (۲) یا الف لام کے ساتھ۔ جیسے: جَآءَنِیْ زَيْدٌ الْاَ فْضَلُ (۳) یا اضافت کے ساتھ۔ جیسے: زَيْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ۔ اس کا عمل فاعل میں ہوتا ہے اور وہ (فاعل) ھو ہے جو افضل میں مستتر ہے۔

تشریح: اسمِ تفضیل ثلاثی مجرد کے ابواب سے انہی سات شرائط کے ساتھ آتا ہے جن شرائط سے فعلِ تعجب آتا ہے۔ اس کا قیاسی صیغہ ہر قسم کے مادے سے اَفْعَلُ ہے۔ لیکن دو ابواب میں کثرتِ استعمال کی وجہ سے اَفْعَلُ کی بجائے فَعْلٌ کے وزن پر آتا ہے۔ خَیْرٌ اور شَرٌّ۔ ان دونوں مادوں میں اَفْعَلُ کا وزن متروک ہے۔ اور حُبٌّ کے مادہ میں

زیادہ تر اَفعل کے وزن پر (اَحَبُّ) اور کبھی کبھی فَعْلٌ کے وزن پر (حَبٌّ) آتا ہے۔

عمل: یہ صرف اپنے اندر چھپی ہوئی ضمیرِ فاعل کو رفع دیتا ہے۔ (اس کے عمل پر تحقیقی بحث ہم نے معجم الصرف والنحو کی جلد اول میں کی ہے) اور اس کے استعمال کے تین طریقے ہیں جن کی وجہ سے خود اس کے صیغے کے استعمال کے احکام میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔

(۱) مِنْ کے ساتھ: اگر اسمِ تفضیل مِنْ کے ساتھ آئے تو اس کے لئے افراد اور تذکیر واجب ہو جاتی ہے۔ یعنی صرف واحد مذکر کے صیغے میں آتا ہے۔ خواہ اس کا موصوف تثنیہ ، جمع ، مؤنث کچھ بھی ہو۔ جیسے: فَاطِمَةُ اَذْکٰی مِنْ عَلِیٍّ ۔اُولٰئِكَ الْاَطْفَالُ اَعْلَمُ مِنْ هٰؤُلَاءِ الرِّجَالِ۔ قرینہ موجود ہو تو بعض دفعہ مِنْ کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: عَلِیٌّ اَفْضَلُ مِنْ سَلِیْمٍ وَّاَجْمَلُ ۔ اَیْ :اَجْمَلُ مِنْهُ ۔

(۲) اضافت کے ساتھ: اگر اسمِ تفضیل اضافت کے ساتھ آئے تو دیکھیں گے کہ اس کی اضافت معرفہ کی طرف ہے یا نکرہ کی طرف؟

مضاف الی النکرة: اگر اسمِ تفضیل اسم نکرہ کی طرف مضاف ہو تو اس میں تین چیزیں واجب ہیں:۔

(۱) افراد (۲) تذکیر (۳) اس کے مضاف الیہ کا موصوف کے ساتھ افراد ، تثنیہ ، جمع ، تذکیر وتأنیث میں موافق ہونا۔ یہ اضافت موصوف کو مضاف الیہ کی جنس پر فوقیت وفضلیت دینے کے لئے آتی ہے۔ جیسے: شَاهِدٌ اَعْلَمُ رَجُلٍ۔ضَرَّارٌ وَحُذَیْفَةُ اَذْکٰی طَالِبَیْنِ۔اَنْتُم اَحَبُّ اَطْفَالٍ اِلَیَّ۔سَاجِدَةُ اَفْهَمُ بِنْتٍ۔خَنْسَآءُ وخَوْلَةُ اَحَبُّ بِنْتَیْنِ اِلٰی وَالِدَیْهِمَا۔ هُنَّ اَسْرَعُ فَتَیَاتٍ۔ قرآن کریم میں وَلَا تَکُوْنُوْا اَوَّلَ کَافِرٍ بِهٖ میں موصوف محذوف مقدر مانا گیا ہے۔ وتقدیرہ:اَوَّلَ فَرِیْقٍ کَافِرٍ۔فَتَدَبَّرْ!!

مضاف الی المعرفة: اگر اسمِ تفضیل اسمِ معرفہ کی طرف مضاف ہو تو تذکیر ، تانیث ، جمع میں موصوف کے ساتھ اس کی مطابقت بھی جائز ہے اور ترکِ مطابقت (یعنی مفرد مذکر صیغے میں لانا) بھی جائز ہے۔ جیسے: هٰذِهِ العِمَارَةُ اَکْبَرُ الْعَمَائِرِ / کُبْرَی الْعَمَائِرِ۔عَائِشَةُ وَبَرِیْرَةُ اَصْغَرُ الطَّالِبَاتِ /صُغْرَیَا الطَّالِبَاتِ(تأنیث اور تثنیہ دونوں میں مطابق) هُمْ اَفْضَلُ الرِّجَالِ /اَفَاضِلُ الرِّجَالِ۔هُنَّ اَحْسَنُ النِّسَآءِ /حُسْنَیَاتُ النِّسَآءِ ۔یاد رہے کہ معرفہ کی طرف مضاف ہو کر بھی ترکِ مطابقت کا استعمال زیادہ شائع وذائع ہے۔

(۳) معرَّف باللام: اگر اسمِ تفضیل معرف باللام ہو تو اس کا تذکیر ، تانیث ، افراد ، تثنیہ ، جمع میں موصوف کے مطابق ہونا متعین اور واجب ہے۔ جیسے: هٰذَاهُوَالطَّالِبُ الْاَذْکٰی ۔ هٰذَان هماالرَّجُلَانِ الْاَفْضَلَانِ ۔هٰؤُلَاءِ هُمُ الْاَطْفَالُ الْاَصَاغِرُ۔ هٰذِهٖ هِیَ الْبِنْتُ الْکُبْرٰی ۔ تَانِكَ هُمَا البِنْتَانِ الْکُبْرَیَانِ۔ رَاَیْتُ الْبَنَاتِ الْکُبْرَیَاتِ۔

تمرین: ذیل کی امثلہ میں اسمِ مفعول ، صفتِ مشبھہ باسم الفاعل ،اسمِ فاعل اور اسمِ تفضیل کا عمل ظاہر کریں۔ اور جہاں اعتماد کی شرط ہو وہاں بتلائیں کہ کس پر اعتماد کیا ہے؟ اسمِ تفضیل کی استعمالی تین اقسام کی ہر مثال میں وضاحت بھی کریں اور اس قسم کی شرائط بتلا کر مثال پر منطبق بھی کریں۔ اگر مِن محذوف ہو تو نشاندہی کریں۔

(۱) غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۔ هُمْ اَرَاذِلُنَا۔ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ۔ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَاِۨ الْاُوْلٰى۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى۔ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى۔ ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى۔ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۔

(۲) قال رسولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَحَبِّكُمْ اِلَيَّ وَاَقْرَبِكُمْ مِّنِّيْ مَنَازِلَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؟ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا۔ (اس حدیث میں مضاف الی المعرفہ اسمِ تفضیل کو ایک جگہ واحد اور ایک جگہ جمع کے صیغے میں کیوں لایا گیا ہے جبکہ سیاقِ کلام ایک ہی ہے؟)۔ جَابِرٌ مُحَدِّثٌ وَالِدُهٗ عُمَيْرًا مَرِيْضًا۔ سُعَادُ مُخْبِرٌ زَوْجُهَا فِيْهِمَا قَادِمًا۔ اَلْاُسْتَاذُ مَعْلُوْمٌ مُجْتَهِدًا۔ فَرِيْدٌ حَسَنُ الْخُلُقِ۔ نُعْمَانُ ضَخْمُ الْبَطْنِ ۔ اَبُوْبَكْرٍ مُسْتَقِيْمُ الرَّاْيِ وَمُعْتَدِلُ الْفِكْرِ۔

نحومیر: **هشتم**: مصدر، بشرطِ آنکہ مفعولِ مطلق نباشد عمل فعلش کند۔ چوں: اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا۔ **نهم**: اسمِ مضاف، مضاف الیہ را بجر کند چوں: جَآءَنِيْ غُلَامُ زَيْدٍ ۔ **بدانکه** ایں جالام بحقیقت مقدرست زیرا کہ تقدیرش آنست کہ: غُلَامٌ لِّزَيْدٍ۔

ترجمہ: **هشتم**: مصدر بشرطیکہ مفعولِ مطلق نہ ہو تو وہ اپنے فعل والا عمل کرتا ہے۔ جیسے: اَعْجَبَنِيْ ضَرْبُ زَيْدٍ عَمْرًا **نهم**: اسمِ مضاف ، مضاف الیہ کو جر دیتا ہے جیسے: جَآءَنِيْ غُلَامُ زَيْدٍ ۔ اس جگہ حقیقت میں لام مقدر ہے۔ کیونکہ اس کی تقدیر: غُلَامٌ لِّزَيْدٍ ہے۔

تشریح: (۱) مصدر کے عامل ہونے کیلئے مفعولِ مطلق نہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ مصدر ایک کمزور عامل ہے۔ اگر مفعولِ مطلق واقع ہو تو ظاہر ہے اس سے پہلے اس کا فعل مذکور ہوگا جو اس سے زیادہ قوی عامل ہے۔ اور قوی عامل کے ہوتے ہوئے ضعیف عامل کوئی عمل نہیں کرسکتا۔

(۲) اپنے فعل والا عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ (أ) اگر اس کا فعل لازم ہو تو یہ بھی لازم رہے گا اور مفعول بہ کو نصب نہیں

دے گا صرف فاعل کو رفع دے گا اور دیگر منصوبات کو نصب دے گا۔ (ب) اور اگر اس کا فعل متعدی ہو تو یہ مفعول بہ کو بھی نصب دے گا۔ (ج) اور اگر معلومی معنی میں استعمال ہو (جسے نحویوں کی اصطلاح میں مصدر مبنی للفاعل کہتے ہیں) تو فاعل کو رفع دے گا (د) اور اگر مجہول معنی میں استعمال ہو (جسے نحویوں کے ہاں مصدر مبنی للمفعول کہا جاتا ہے) تو مفعول مالم یسمّ فاعله کو رفع دے گا۔

اسمائے مشتقه اور مصدر میں فرق: (أ) یہ ہے کہ مصدر فعلِ معلوم اور فعلِ مجہول دونوں کا عمل (استعمال کے مطابق) کرسکتا ہے۔ جبکہ اسمِ فاعل و صفتِ مشبهه صرف فعلِ معلوم کا اور اسمِ مفعول صرف فعلِ مجہول کا عمل کرتا ہے۔ (ب) دوسرا فرق یہ ہے کہ مصدر صرف مضاف ہو کر عمل کرتا ہے جبکہ اسمائے صفت تینوں کے تینوں اضافت کے ساتھ بھی عمل کرتے ہیں اور اضافت کے بغیر بھی (ج) تیسرا فرق یہ ہے کہ اسمِ فاعل صرف مفعول به کی طرف ، اسمِ مفعول صرف مفعول مالم یسمّ فاعله کی طرف اور صفتِ مشبهه صرف فاعل کی طرف مضاف ہوتی ہے (مفعول کی طرف اس کی اضافت بہت نادر ہے) جبکہ مصدر کی فاعل اور مفعول به اور مفعول مالم یسم فاعله تینوں کی طرف اضاف یکساں ہے۔

(۳) اسمِ مضاف اپنے مضاف الیہ کو خود جر دیتا ہے۔ اگر چہ ہر اضافت میں چار میں سے ایک حرفِ جر ضرور مقدر مانا جاتا ہے۔ لیکن نحویوں کا اتفاق ہے کہ اضافت میں جر کا عامل حرفِ جارہ مقدر نہیں بلکہ اسمِ مضاف ہے۔ خود مضاف سے اگر مفرد ہو تو الف لام اور تنوین اور تثنیه یا جمع ہو تو الف لام اور نونِ تثنیه و جمع ساقط ہو جاتا ہے۔

(۴) اضافت چار طرح کی ہوتی ہے اور ہر قسم کی اضافت میں الگ حرفِ جارہ مقدر مانا جاتا ہے۔

اضافتِ ملکیه: وہ اضافت جس میں مضاف کی مضاف الیہ کے لئے ملکیت یا اختصاص ظاہر کرنا مقصود ہو اس میں لامِ جارہ مقدر ہوتا ہے۔ جیسے: هٰذا بَيْتُ مَحْمُوْدٍ (ملکیت) اَیْ لِمَحْمُوْدٍ۔ اَخَذْتُ بِلِجَامِ الْفَرَسِ (اختصاص۔ کیونکہ گھوڑا لگام کا مالک نہیں بلکہ لگام گھوڑے کے لئے مخصوص ہے ، کسی اور کے لئے استعمال نہیں کی جاتی) اَیْ: لِلْفَرَسِ۔

اضافتِ بیانیه: جب مضاف الیہ، مضاف کی جنس ہو اور اضافت سے مقصود محض بیان اور وضاحت ہو تو وہاں مِنْ مقدر ہوتا ہے۔ جیسے: هٰذَا بَابُ الْخَشَبِ اَیْ: مِنَ الْخَشَبِ۔ یہاں خَشَب نے وضاحت کی کہ دروازہ لکڑی کا ہے ، لوہے وغیرہ کا نہیں۔ ذٰلِكَ خَاتَمُ فِضَّةٍ ، هٰذَا ثَوْبُ قُطْنٍ وغیرہ کو اسپر قیاس کرلیں۔ اضافتِ بیانیہ میں مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ اگر لایا جائے تو کلام درست رہتا ہے۔ سابقہ جملوں کی جگہ اگر: هٰذَا خَشَبٌ ، ذٰلِكَ فِضَّةٌ ، هٰذَا قُطْنٌ کہیں تو بھی جملہ درست رہتا ہے۔ لیکن اضافتِ ملکیت میں مضاف الیہ کو مضاف کی جگہ لاکر اگر ہم هٰذَا مَحْمُوْدٌ کہیں تو معنی غلط ہو جائے گا۔

اضافتِ ظرفیه: جس اضافت میں مضاف الیہ، مضاف کیلئے ظرف ہو اس میں فی جارہ مقدر ہوگا۔ جیسے: قِیَامُ اللَّیْلِ ، صَوْمُ رَمَضَانَ ، قُرْاٰنَ الْفَجْرِ وغیرہ۔ اَیْ: فی اللَّیْلِ وفی رَمَضَانَ وفی الفَجرِ۔

اضافتِ تشبیهیه: جہاں مضاف الیه کو مضاف سے تشبیہ دی گئی ہو ایسی اضافت میں کافِ جارہ مقدر ہوتا ہے۔ جیسے: اِنْتَشَرَ لُؤْلُؤُ دَمْعِهٖ عَلٰی وَرْدِ خَدِّهٖ۔

فرق: اضافتِ تشبیهیه کا دوسری اضافت سے فرق یہ ہے کہ وہاں حرفِ جارہ مضاف الیه پر مقدر مانا جاتا تھا۔ مگر اس میں مضاف پر مقدر مانا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں تقدیرِ عبارت یوں ہوگی: دَمْعٌ کَلُؤْلُؤٍ۔ وَخَدٌّ کَوَرْدٍ۔

(۵) **اضافتِ لفظی ومعنوی:** اضافت دو قسم کی ہے۔ لفظی اور معنوی (۱) جب کوئی صیغۂ صفت (اسمِ فاعل وغیرہ) اپنے معمول کی طرف مضاف ہو تو وہ اضافت صرف لفظی ہوتی ہے۔ اس سے مضاف نہ معرفہ ہوتا نہ ہی اس میں کوئی تخصیص پیدا ہوتی ہے۔ (۲) اور ان کے علاوہ جو اسم بھی مضاف ہو اس کی اضافت معنوی ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر وہ اسم کسی معرفه کی طرف مضاف ہو وہ معرفه بن جاتا ہے (جیسا کہ آپ نے معرفہ کی اقسام میں پڑھا) اور اگر نکره کی طرف مضاف ہو تو اگر چہ معرفه نہیں بنے گا لیکن اس میں عام نکرہ کے مقابلہ میں ایک طرح کی تخصیص آ جائے گی۔

کن اسماء کو مضاف کرنا بھی جائز ہے اور مضاف نہ کرنا بھی جائز ہے؟ کن اسماء کو مضاف کرنا ممنوع ہے؟ کن کی اضافت واجب ہے؟ کون سے اسماء صرف مفرد اسم کی طرف مضاف ہوتے ہیں۔ ان میں کون کون سے صرف اسمِ ظاهر کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ کون کون سے صرف اسمِ ضمیر کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ کون کون سے دونوں کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ پھر کون سے جمله کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ ان میں سے کون سے صرف جملۂ اسمیه کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ کون سے صرف جملۂ فعلیه کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ ان میں سے کون سے جملۂ ماضویه کی طرف اور کون سے مضارعیه کی طرف مضاف ہوتے ہیں؟ کون سے دونوں کی طرف؟ کون سے جملۂ اسمیہ وفعلیہ دونوں کی طرف؟ کون سے ایسے اسم ہیں جن کی اضافت کبھی مقطوع نہیں ہوتی؟ کن کن کی اضافت مقطوع ہوسکتی ہے؟ مقطوع الا ضافت ہونے کے بعد کون کون سا اسم مبنی اور کون کون سا معرب ہوتا ہے؟ یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے سے اسمِ مضاف پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اضافت الی الیاء کی صورت میں یائیے متکلم پر عام حالات میں کیا اثر پڑتا ہے؟ منادٰی میں یائے متکلم پر پڑنے والے گیارہ قسم کے اثرات کیا ہیں؟ مضاف اپنے مضاف الیہ سے کون سے آٹھ معانی اخذ کرتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ایسے نادر مسائل ہیں جن پر پہلی بار ہم نے کتاب الا ضافة میں قلم اٹھایا ہے۔ جس کا ہر صفحہ پڑھ کر آپ پکار اٹھیں کہ یہ تحقیق اس سے پہلے ہماری نظر سے نہیں گذری۔

تمرین: (۱) مصدر مضاف کے مضاف الیہ کا تعین کریں کہ وہ فاعل فی المعنی ہے یا مفعول به؟ عمومی اضافت میں بتلائیں کہ وہ مذکورہ بالا چار اقسام میں سے کونسی ہے؟

وَمِنْ اٰیَاتِهٖ مَنَامُکُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِوَابْتِغَاءُ کُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۔اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا۔هَلْ اَتَاكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۔فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۔ تَخَافُوْنَهُمْ کَخِیْفَتِکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌمِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔لَاتَجْعَلُوْادُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ لَاتَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَاتَجْهَرُوْالَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِبَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ۔لَایَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ۔ هَلْ اَتَاكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرَاهِیْمَ الْمُکْرَمِیْنَ۔وَهَمُّوْابِاِ خْرَاجِ الرَّسُوْلِ۔اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ۔اِحْدَی ابْنَتَیَّ ۔ ثَمَانِیَ حِجَجٍ۔نَجْعَلْهُمَاتَحْتَ اَقْدَامِنَا۔اَجَعَلْتُمْ سِقَایَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِالْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ ۔

(اضافت کی بیسیوں مثالیں سابقہ ابواب میں گذر چکی ہیں۔اسلئے انہی چند قرآنی امثلہ پر اکتفاء کرتے ہیں)۔

نحومیر: **دهم** :اسمِ تام ۔تمیز رانصب کند وتمامی اسم بتنوین باشد ۔ چوں :مَافِی السَّمَآءِ قَدْرُرَاحَةٍ سَحَابًا۔یاتقدیرتنوین ۔ چوں : عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَ رَجُلًاوَزَیْدٌاَکْثَرُمِنْكَ مَالًا۔یابنونِ تثنیہ ۔چوں : عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا یابنونِ جمع ۔چوں :هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۔یامشابہ بنونِ جمع ۔چوں :عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا۔تاتِسْعُوْنَ ۔یاباضافت ۔چوں : عِنْدِیْ مِلْؤُهٗ عَسَلًا۔

ترجمہ: **دهم** :اسمِ تام تمیز کونصب دیتاہے اور اسم کی تمامیت (۱) یاتنوین سے ہوتی ہے ۔جیسے :مَافِی السَّمَآءِ قَدْرُرَاحَةٍ سَحَابًا ۔(۲) یاتقدیرِ تنوین سے ۔جیسے : (اُ) عِنْدِیْ اَحَدَ عَشَرَرَجُلًاو(ب) زَیْدٌاَکْثَرُ مِنْكَ مَالًا۔ (۳) یانونِ تثنیہ سے۔جیسے :عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا۔ (۴) یانونِ جمع سے ۔جیسے : هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۔ (۵) یامشابہِ نونِ جمع سے ۔جیسے :عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا۔تِسْعُوْنَ تک ۔یااضافت سے ۔جیسے :عِنْدِیْ مِلْؤُهٗ عَسَلًا۔

تشریح: (۱) حضرتِ مصنف نے تمیز کا اب تک تین مقامات پر تذکرہ فرمایا ہے اور ہر جگہ نئے عنوان سے ! جبکہ آگے کَمْ اور کَذَا کی تمیز کا ذکر آنا ابھی باقی ہے۔مصنف نے ہر جگہ تمیز کا نئے انداز سے ذکر فرمایا ہے۔فعل کے اعمال کے ذیل میں نسبتِ فعل کے ابہام کے حوالے سے ۔تمییز کی تعریف کے ضمن میں اعداد اور مقدار کے مختلف پیمانوں (مساحت ، وزن ، کیل وغیرہ) کے حوالے سے اور اب یہاں پر اسمائے عاملہ میں سے اس کے عاملین میں سے ایک گروپ کو اسمِ تام کا عنوان دے کر ذکر فرمارہے ہیں جبکہ اگلے عنوان میں اسمائے کنایہ کے عنوان سے الگ ذکر فرمائیں گے۔

(۲) باقی ہر موضوع پر ایک جگہ بات کی اور اس موضوع کو چار جگہ پھیلا دیا۔اسکی وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ وہ پیچ در پیچ تنوع

ہے جو تمییز میں پایا جاتا ہے۔حضرت مصنف نے مبتدی طلبہ کی رعایت کرتے ہوئے ایک جگہ ذکر فرما کر اس کی لمبی چوڑی تقسیمات کرنے کی بجائے اسے چار مختلف مقامات پر مناسب انداز میں پھیلا دیا۔اور ہر جگہ تمییز کا ایک ایک پہلو طلبہ کے سامنے رکھ دیا۔ہم کوشش کریں گے کہ اس مقام پر تمییز کے بارے میں چند ضروری مباحث کو یہاں جمع کر لیں تا کہ تمییز کی ایک جامع شکل طلبہ کے سامنے آجائے۔کیونکہ یہاں تک پہنچ کر وہ تمییز کی تین بڑی اقسام سے متعارف ہو چکے ہیں اور ایک چھوٹی سی قسم سے ان کا واقف ہونا باقی رہ گیا ہے۔ضمناً اس کا بھی ذکر آجائے گا۔فنقولُ و نستعِینُ باللّٰہِ:۔

تمییز کی تعریف: وہ اسم جو کسی ذات میں ٹھہرے ہوئے ابہام کو دور کرے یا کسی نسبت کے ابہام کو دور کرے، تمییز کہلاتا ہے۔ذات کی تمییز مفرد اسماء میں ہوتی ہے اور نسبت کی تمییز جملہ میں ہوتی ہے۔

اسمِ مفردِ مبہم کی اقسام: جو اپنی تمییز کو نصب دیتا ہے اور جس کی ذات میں پائے جانے والے ابہام کو تمییز رفع کرتی ہے، چار قسم کا ہوتا ہے۔

(أ) **عدد:** یہ اَحَدَعَشَرَ سے تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تک کا عدد ہے۔جو اَحَدَعَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک تقدیرِ تنوین کی وجہ سے اور عِشْرُوْنَ سے لے کر تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تک نونِ شبہِ جمع کی وجہ سے اسمِ تام ہے۔اس لئے یہ تمام اعداد اپنی تمییز کو نصب دیتے ہیں۔جیسے: اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وثَلَاثِیْنَ لَیْلَةً۔

(ب) **مقدار**۔اس کی چند اقسام ہیں:۔(۱) **مساحت**۔جیسے: مَافِی السَّمَآءِ قَدْرُرَاحَةٍ سَحَابًا۔ وکذا: قَدْرُ کَفَّةٍ سَحَابًا۔ (۲) **کیل:** جیسے: عِنْدِیْ مُدٌّقُمْحًاوَّصَاعٌ تَمْرًا۔(۳) **وزن:** جیسے: عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا۔(۴) **مثلیت:** جیسے: مَافِی الْقَوْمِ مِثْلُ ضَرَّارٍ بَطَلًا۔عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا۔(۵) **مِلْئیت** (بھرا ہونا) مِلْؤُالْاَرْضِ ذَھَبًا۔(۶) **نصفیت:** فِی الزُّجَاجَةِ نِصْفُھَامَآءً۔(۷) **قلت:** فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَہٗ۔ (۸) **غیریّت:** جیسے: لَنَاغَیْرُ ھَااِبِلًا۔(۹) **تعجب:** جیسے: وَیْحَهٗ رَجُلًا۔لِلّٰهِ دَرُّاَبِیْ یُوْسُفَ فَقِیْھًا۔

(ج) وہ اسم جو تمییز کی فرع ہو اور آنے والی تمییز اس کی اصل ہو۔جیسے: ھٰذَاخَاتَمٌ فِضَّةً یہاں خاتمٌ فرع ہے اور فضة اصل ہے۔چاندی سے انگوٹھی بنائی گئی ہے اس لئے چاندی اصل ہے اور انگوٹھی فرع۔اسی طرح: ذٰلِكَ بَابٌ حَدِیْدًا۔ ھٰذاثَوْبٌ قُطْنًا وغیرہ۔

(د) **اسمائے کنایہ:** ان میں سے کَمْ جب استفہام کیلئے آئے اور کذا خبر کے لئے ہی آتا ہے تو اس میں ابہام ہوتا ہے جسے تمییز دور کرتی ہے۔جیسے: کَمْ طَالِبًا فِی مَدْرَسَتِكَ؟ اور فِی الْمَدْرَسَةِ کَذَاطَالِبًا۔

ناصبِ تمییز: اسمِ مبہم کی چار اقسام کے ذیل میں آپ نے درجن بھر قسم کے اسماء پڑھے ہیں جو سب کے سب جامد ہیں۔لیکن تمییز کو نصب یہی اسماء دے رہے ہیں۔اس لئے کہ انہیں اسمِ فاعل کے مشابہ قرار دیا گیا ہے کہ جس طرح وہ فاعل کا تقاضا کرتا ہے اسی طرح یہ اسماء تمییز کا تقاضا کرتے ہیں۔اس شباہت کی وجہ سے ان کو عامل قرار

دیا گیا ہے۔ وگرنہ اسم جامد رفع اور نصب دینے کا عمل نہیں کرتا۔

نسبتِ مبہم: فعل کے اعمال میں تمییز کے ذیل میں آپ نے پڑھا تھا کہ وہ فعل کی نسبت کا ابہام دور کرتی ہے۔ نسبتِ مبہم چار قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) فعل کی نسبت فاعل کی طرف۔ جیسے: اِشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا۔ یہاں اصل کے اعتبار سے تمییز فاعل ہے اور وہ کلام میں مذکور فاعل کی طرف مضاف ہے۔ وتقدیرہ: اِشْتَعَلَ شَيْبُ الرَّأْسِ۔

(۲) فعل کی نسبت مفعول کی طرف۔ جیسے: وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا۔ یہ اپنی اصل کے اعتبار سے مفعول بہ ہے اور: وَفَجَّرْنَا عُيُوْنَ الْاَرْضِ کی تقدیر میں ہے۔

(۳) تعجب کی نسبت متعجب منہ کی طرف۔ جیسے: لِلّٰهِ دَرُّكَ عَالِمًا۔ اَكْرِمْ بِعَلِيٍّ نَسَبًا۔ مَا اَعْظَمَ اَبَا حَنِيْفَةَ فَقِيْهًا۔

(۴) **اسمِ تفضیل کی نسبت:** اسمِ تفضیل کے بعد اسم اس وقت تمییز بن سکتا ہے اور اسمِ تفضیل اسے تب نصب دیتا ہے جب وہ اسم معنیٰ کے اعتبار سے اس کا فاعل بن رہا ہو۔ یعنی اگر ہم اسمِ تفضیل کی جگہ اس کا فعل لائیں تو یہ اسم اس فعل کا فاعل بن جائے۔

اور اس کا استعمال عربی زبان میں بہت شائع اور قرآن مجید میں نہایت کثیر ہے۔ جیسے: اَنْتَ اَطْيَبُ مِنْ غَيْرِكَ نَفْسًا۔ اگر ہم اطیب کا فعل لائیں تو: طَابَتْ نَفْسُكَ بن جائے گا اور نفسًا اس کا فاعل واقع ہوگا۔

جَرُّ التَّمْيِيْزِ بِمِنْ: تمییز ہمیشہ مِنْ کے معنیٰ میں ہوتی ہے اور حال وظرف فِي کے معنیٰ میں۔ تمییزِ مفرد میں تمییز پر مِنْ جارہ داخل کر کے اسے مجرور بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسے: عِنْدِي رِطْلٌ مِنْ زَيْتٍ، وَصَاعٌ مِنْ تَمْرٍ وَذِرَاعٌ مِّنْ اَرْضٍ وغیر ہا مِنْ اِبِلٍ، وَوَيْحَهٗ مِنْ رَّجُلٍ، وَلِلّٰهِ دَرُّكَ مِنْ بَطَلٍ، وذٰلك خاتمٌ مِن حديدٍ، وبابٌ مِن خَشَبٍ۔

تین صورتوں میں تمییز پر مِن جارہ داخل نہیں ہوتا۔ (۱) اعداد کی تمییز پر (۲) جو تمییز مفعول فی المعنی ہو۔ جیسے: زَرَعْتُ الْاَرْضَ قَمْحًا۔ (۳) اور جو تمییز فاعل فی المعنی ہو۔ جیسے: اِشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا۔

اضافۃ الی التمییز: مذکورہ بالا تمام اقسام میں اسمِ مبہم کو تمییز کی طرف مضاف کر کے اسے جر دینا بھی درست ہے۔ بلکہ قسم نمبر (۳) جس میں اسمِ مبہم اپنی تمییز کی فرع ہوتا ہے وہاں اسمِ مبہم کو مضاف کر کے اسمِ جنس کو مضاف الیہ بنا کر مجرور کرنا تمییز بنا کر منصوب کرنے سے ارجح ہے۔ جیسے: عِنْدِي سِوَارُ ذَهَبٍ وخاتمُ فِضَّةٍ، وبابُ خَشَبٍ۔

ان کے علاوہ اسمِ تام کے ذیل میں جو اسماء گذرے ہیں، ان کی تمامیت کا سبب زائل کر کے اسے تمییز بننے والے اسم کی

طرف مضاف کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً: نونِ تثنیه کو ہم نے تمام اسم کا سبب قرار دیا تھا۔ اسے حذف کر کے مثنی کو مضاف کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کو اختیار ہے کہ آپ: عِنْدِی قَفِیْزَا بُرٍّ کہیں۔ وقِسْ علیه البواقِیَ۔

تمرین: ذیل میں تمییز کی شناخت کر کے بتلائیں کہ (۱) وہ مفرد اسم کا ابہام دور کر رہی ہے یا نسبت کا؟ (۲) اسمِ مبہم کا تعلق کونسی قسم سے ہے؟ (۲) آیا یہاں اسمِ مبہم کو تمییز کی طرف مضاف کیا جا سکتا ہے؟ (۳) اس تمییز کو مِن جارہ کے ذریعے مجرور کرنا صحیح ہے؟ (۵) اگر نسبت کا ابہام دور کر رہی ہے تو نسبتِ فاعل کا ابہام دور کر رہی ہے یا مفعول کی نسبت کا؟ یا کسی اور نسبت کا؟

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا۔ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً۔ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۔ وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۔ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً ۔ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا ۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔ سَآءَ مَثَلَانِ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ۔ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا۔ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً۔ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ۔

نحو میر: یاز دھُم: اسمائے کنایہ از عدد وآں دو لفظ ست: كَمْ وكَذَا ۔ كَمْ بر دو قسم ست: خبر یه واستفہامیه۔ استفہامیه تمییز را نصب کند و كَذَا نیز۔ چوں: كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ وعِنْدِیْ كَذَا دِرْهَمًا۔ وكَمْ خبر یه تمییز را جر کند۔ چوں: كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ وَكَمْ دَارٍ بَنَيْتُ ۔ وگاہی مِنْ جار بر تمییز كَمْ خبر یه آید۔ چوں قولُهٗ تعالٰی: كَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ ۔

ترجمه: یازدھُم: اسمائے کنایہ از عدد۔ یہ دو لفظ ہیں: كَمْ ، كَذَا ۔ كَمْ دو قسم کا ہے خبر یه واستفہامیه۔ اور **استفهامیه** تمییز کو نصب دیتا ہے۔ اور كَذَا بھی نصب دیتا ہے۔ جیسے: كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ؟ وَعِنْدِیْ كَذَا دِرْهَمًا۔ اور **كَمْ خبر یه** تمییز کو جر دیتا ہے۔ جیسے: كَمْ مَالٍ اَنْفَقْتُ وَكَمْ دَارٍ بَنَيْتُ ۔ اور بعض اوقات كَمْ خبر یه کی تمییز پر مِنْ جارہ آتا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ ۔

تشریح: اسمائے کنایہ کی تعداد اور تفصیل اسمِ غیر متمکن کی بحث میں گذر چکی ہے۔ یہاں ان میں سے صرف ایسے دو اسمائے کنایہ کا ذکر مقصود ہے جو اسم میں عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ مبہم ہونے کے ناطے ان کے لئے ناصبِ تمییز ہونا تو متعین ہے (جیسا کہ پچھلی بحث میں گذر چکا ہے) اس میں تفصیل یہ ہے کہ كذا صرف خبر یہ آتا ہے اور وہ ہر حال میں تمییز

کونصب دیتا ہے۔ اور کَمْ دوطرح سے آتا ہے۔ جب بطور **استفهامیه** آئے تو تمیز کو نصب دیتا ہے۔ اور جب بطور **خبریه** آئے تو تمیز بننے والے اسم کی طرف مضاف ہوکر اسے جر دیتا ہے۔ اضافت کے بعد وہ اسم صرف مضاف الیه کہلاتا ہے، تمییز نہیں رہتا۔ اور بعض دفعہ کَمْ خبریه کے مدخول پر مِن جارہ داخل ہوکر اضافت کی بجائے خود اسے جر دیتا ہے۔ جیسے: کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ ۔

کَاَیِّنْ بھی تمام احکام میں کَمْ خبریه کی طرح ہے کہ رافع الا بهام اسم کی طرف مضاف ہوکر اسے جر دیتا ہے یا اس اسم پر مِن جارہ داخل ہوکر اسے براہ راست جر دیتا ہے۔ جیسے: وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّاتَحْمِلُ رِزْقَهَا۔ اس کے بعد مِنْ جارہ کا استعمال اکثر ہے۔

ملاحظه: اسمائے کنایہ میں سے کنا یه عن العدد اسماء یہ عمل کرتے ہیں۔ کَیْتَ ، ذَیْتَ اور کذا جب کنایہ عن الحدیث ہو۔ تو یہ عامل نہیں رہتے۔ یہ تمام اسماء عموماً خبر بن کر محلِ رفع میں ہوتے ہیں (کیونکہ یہ تمام مبنی ہیں)۔

قسمِ دُوُم درعواملِ معنوی

بدانکه: عواملِ معنوی بردوقسم ست۔ اول: ابتداء۔ یعنی خلوِ اسم ازعواملِ لفظی کہ مبتدا وخبر رابرفع کند۔ چوں: زَیْدٌ قَائِمٌ ۔ ازین جا گویند کہ زید مبتدا ست مرفوع بابتداء وقائم خبرِ مبتدا ست مرفوع بابتداء۔ واین جادومذہب دیگرست۔ یکے آنکہ ابتداء عامل ست در مبتدا ومبتدا در خبر۔ دیگر آنکہ ہر یکے از مبتدا وخبر عاملست در دیگر۔ **دُوُم**: خلوِ فعلِ مضارع از ناصب وجازم ، فعلِ مضارع رابرفع کند۔ چوں: یَضْرِبُ زَیْدٌ ۔ اینجا یَضْرِبُ مرفوع ست زیرا کہ خالی ست از ناصب وجازم۔ تمام شد عواملِ نحو بتوفیق اللّٰهِ وعَونهٖ۔

ترجمه: قسمِ دُوُم: عواملِ معنوی۔ معنوی عوامل دوقسم کے ہیں۔ **اول**: ابتداء ہے۔ یعنی اسم کا لفظی عوامل سے خالی ہونا۔ یہ (ابتداء) مبتدا اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ جیسے: زَیْدٌ قَائِمٌ اور یہاں یوں کہا جاتا ہے کہ زید مبتدا ہے اور اسے ابتداء نے رفع دیا ہے اور قَائِمٌ خبرِ مبتدا ہے اور اسے بھی ابتداء نے رفع دیا ہے۔ یہاں دو مذہب اور بھی ہیں۔ ایک یہ کہ ابتداء مبتدا میں عمل کرتی ہے اور مبتدا خبر میں۔ دوسرا یہ کہ مبتدا اور خبر دونوں ایک دوسرے کیلئے عامل ہیں۔ **دُوُم**: فعلِ مضارع کا ناصب اور جازم عوامل سے خالی ہونا۔ یہ خُلُوّ فعلِ مضارع کو رفع دیتا ہے۔ جیسے: یَضْرِبُ زَیْدٌ میں یَضْرِبُ مرفوع ہے کیونکہ وہ ناصب اور جازم سے خالی ہے۔ عواملِ نحو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سے مکمل ہوگئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

تشریح: ہمارے ہاں جو نصابی کتب رائج ہیں ان میں اسی قول کو ترجیح دی گئی اور اختیار کیا گیا ہے کہ مبتدا وخبر دونوں کو ابتداء (عاملِ معنوی) رفع دیتا ہے۔ جبکہ بصری علمائے نحو کا مختار مذہب وہ ہے جسے مصنف نے بعد میں مذہبِ اول

کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے کہ ابتداء صرف مبتدا کی حد تک عامل ہے۔ (مبتدا کے آنے سے خُلُوّ ختم ہو جاتا ہے اسلئے عاملِ معنوی کو خبر کا عامل ماننے کی بجائے) خبر کا عامل مبتدا ہے۔ جبکہ تیسرا قول کوفی حضرات کا ہے جو بدیہی البطلان ہے کہ ایک ہی چیز دوسری چیز کا عامل اور معمول نہیں بن سکتی۔ اور یہ حضرات تو دونوں کو ایک دوسرے کا عامل بھی بتلا رہے ہیں اور معمول بھی!! مبتدا کے پانچ احکام، خبر کے سات احکام، تقدیم وتاخیرِ مبتدا کے تفصیلی احکام، اور دیگر کئی اہم مباحث کے لئے کتاب الاعاریب دیکھیں۔

مبتدا معرفه ونکره: مبتدا کا عمومی حکم اور غالب استعمال تو یہی ہے کہ وہ معرفہ ہو۔ جیسا کہ عمومی مثالوں میں آپ نے دیکھا۔ لیکن بعض دفعہ نکرہ بھی مبتدا بن سکتا ہے۔ امامِ سیبویہ نے نکرہ کے مبتدا واقع ہونے کے لئے صرف ایک جامع شرط عائد فرمائی ہے کہ وہ نکرۂ مفیدہ ہو۔ علمائے نحو نے تیس (۳۰) سے زائد وہ اسباب بیان کئے ہیں جن سے نکرہ مبتدا بننے کے قابل یا دوسرے الفاظ میں نکرۂ مفیدہ بن جاتا ہے۔ انہیں مسوّغات کہا جاتا ہے۔

مسوغاتِ ابتداء بالنکره: یہاں ہم ان میں سے چند اہم مسوّغات کا ذکر کرتے ہیں:۔ (۱) جب خبر ظرف یا جار مجرور ہو اور مبتدا سے مقدم ہو تو نکرہ مبتدا بن سکتا ہے۔ جیسے: وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (۲) نکرہ سے پہلے استفہام آ رہا ہو۔ جیسے: ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ (۳) نکرہ سے پہلے نفی آ رہی ہو۔ جیسے: مَاخِلٌّ عِنْدِی۔ لَارَيْبَ فِيْهِ۔ (۴) وہ نکرہ موصوف ہو۔ جیسے: وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ۔ بعض دفعہ نکرہ مبتدا کی صفت محذوف بھی ہوتی ہے۔ جیسے: وَطَآئِفَةٌ قَدْاَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔ یہاں طائفة کی صفت مِنْ غَيْرِكُمْ محذوف ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے يَغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ کا تقاضا ہے کہ دوسرا فریق مسلمانوں میں سے نہ ہو۔ (۵) وہ نکرہ اسمِ شرط ہو۔ جیسے: مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءً يُّجْزَبِهٖ۔ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا۔ اسمِ شرط جب مبتدا بنتا ہے تو خبر اس کی جزا ہوتی ہے۔ (۶) وہ نکرہ عام ہو۔ جیسے: كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ۔ (۷) وہ نکرہ تقسیم اور تنویع کا فائدہ دے رہا ہو۔ جیسے: اِمْرُؤُ القیس کا یہ شعر ہے: ع

فَاَقْبَلْتُ زَحْفًا عَلَى الرُّكْبَتَيْنِ   فَثَوْبٌ لَبِسْتُ وَثَوْبٌ اَجُرُّ

دوسرے مصراع میں ثوبٌ دوبارہ نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا واقع ہوا ہے۔ (۸) جب وہ نکرہ دعاء یا بددعاء کے لئے استعمال ہو۔ جیسے: سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ۔ (۹) وہ نکرہ تعجب پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے: مَآاَصْبَرَكُمْ عَلَى النَّارِ۔ مَااَفْقَهَ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ الشَّيْبَانِيَّ۔ (۱۰) وہ نکرہ صفت ہو اور اپنے موصوف کی قائمقامی کرتے ہوئے مبتدا واقع ہو رہا ہو۔ جیسے: عَالِمٌ خَيْرٌ مِّنْ جَاهِلٍ یہاں عالِمٌ اپنے موصوفِ محذوف رَجُلٌ کی جگہ مبتدا واقع ہوا ہے اس لئے نکرہ ہونے کے باوجود اس کا مبتدا واقع ہونا درست مانا گیا۔

تمرین: (۱) مبتدا وخبر کی شناخت کریں۔ (۲) فعلِ مضارع کا اعراب اور عامل بتائیں۔ (۳) اگر ابتداء یا خلوِ مضارع کا عمل کسی نے توڑا ہو تو اس کی نشاندہی کریں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَایَسْتَحْيِ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًامَّا۔يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ۔مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ ۔ هٰذَاعَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ۔وَاللّٰهُ غَفُوْرٌرَّحِيْمٌ ۔اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰهِ۔يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ۔لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا۔اَلَالَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا۔ هٰذَاذِكْرٌ۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ۔ اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّارَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ هٰذَانِ خَصْمَانِ۔ تِلْكَ اُمَّةٌ ۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًاوَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ وَاللّٰهُ رَؤُفٌ بِالْعِبَادِ۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔فِيْهِمَافَاكِهَةٌوَّنَخْلٌوَّرُمَّانٌ۔وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَمُوَلِّيْهَا۔اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا۔

خلاصۂ عوامل ومعمولات: معرب اسماء وافعال اور ان میں عمل کرنے والے عوامل کی بحث کے آخر میں ہم ایک مختصر سا نقشہ دے رہے ہیں۔ اساتذۂ کرام سے گذارش ہے کہ طلبہ کو یہ نقشہ زبانی یاد کرادیں تو انشاء اللہ نحو ان کی مٹھی میں آجائے گی۔

نقشۂ عواملِ رفع اسم

نمبر	نام عامل	نام معمول (جن کو رفع دیتا ہے)
(۱)	فعل معلوم	فاعل کو
(۲)	فعل مجہول	مفعول مالم یسم فاعلہ کو
(۳)	ابتداء (عامل معنوی)	(۱) مبتدا (۲) خبر کو
(۴)	حروفِ مشبہ بالفعل	صرف اپنی خبر کو
(۵)	ماولا مشبہتان بلیس	صرف اپنے اسم کو
(۶)	افعالِ ناقصہ	صرف اپنے اسم کو
(۷)	افعالِ مقاربہ وغیرہ	صرف اپنے اسم کو
(۸)	لائے نفی جنس	صرف اپنی خبر کو
(۹)	اسمِ فاعل	صرف فاعل کو

(۱۰)	صفتِ مشبہ	صرف فاعل کو
(۱۱)	مصدر	صرف فاعل (مقدر) کو
(۱۲)	اسمِ تفضیل	صرف فاعل (مقدر) کو
(۱۳)	اسمِ مفعول	صرف نائب فاعل کو
(۱۴)	اسمِ فعل بمعنی ماضی	صرف فاعل کو
(۱۵)	اسمِ فعل بمعنی مضارع	صرف فاعل (ضمیرِ متکلمِ مستتر) کو
(۱۶)	اسمِ فعل بمعنی امرِ حاضرِ معلوم	صرف اپنے فاعل (ضمیر مخاطب) کو

عوامل نصبِ اسم

نمبر	نام عامل	نام معمول (جن کو نصب دیتاہے)
(۱)	فعلِ معلومِ متعدی	مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول لہ، مفعول فیہ، مفعول معہ، حال اور تمیز کو
(۲)	اسمِ فاعلِ متعدی	مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول لہ، مفعول فیہ، مفعول معہ، حال اور تمیز کو
(۳)	مصدر	مفعول بہ، مفعول مطلق، مفعول لہ، مفعول فیہ، مفعول معہ، حال اور تمیز کو
(۴)	فعلِ معلومِ لازم	مفعول بہ کے سوا دیگر چھ منصوبات مذکورہ بالا کو
(۵)	فعلِ مجہول	مفعول بہ کے سوا دیگر چھ منصوبات مذکورہ بالا کو
(۶)	صفتِ مشبہ	مفعول بہ کے سوا دیگر چھ منصوبات مذکورہ بالا کو
(۷)	اسمِ فاعلِ لازم	مفعول بہ کے سوا دیگر چھ منصوبات مذکورہ بالا کو
(۸)	مصدرِ لازم	مفعول بہ کے سوا دیگر چھ منصوبات مذکورہ بالا کو
(۹)	اسمِ مفعول	مفعول بہ کے سوا دیگر چھ منصوبات مذکورہ بالا کو
(۱۰)	حروفِ مشبہ بالفعل	صرف اپنے اسم کو
(۱۱)	ماولا مشبہتان بلیس	صرف اپنی خبر کو
(۱۲)	حروفِ نداء	منادیٰ کو

(۱۳)	لائے نفی جنس	صرف اپنے اسم کو
(۱۴)	افعالِ ناقصہ	صرف اپنی خبر کو
(۱۵)	افعالِ قلوب	دو مفعول بہ کو
(۱۶)	بابِ اعطی وغیرہ کے افعال	دو مفعول بہ کو
(۱۷)	افعالِ تصییر	دو مفعول بہ کو
(۱۸)	افعالِ باب اَعْلَمَ وغیرہ	تین مفعول بہ کو
(۱۹)	اسمِ مبہم	اپنی تمییز کو
(۲۰)	حرفِ استثناء وافعال استثناء	مستثنیٰ کو (مخصوص حالات میں)
(۲۱)	افعالِ مقاربہ	خبر کو (محلاً)
(۲۲)	اسمِ فعل بمعنی امرِ حاضرِ معلوم	مفعول بہ کو

عوامل جرِ اسم

نمبر	نام عامل	نام معمول (جن کو جر دیتاھے)
(۱)	اسمِ مضاف	اپنے مضاف الیہ کو
(۲)	حروفِ جارہ	اپنے مدخول کو

عوامل رفع فعل مضارع

نمبر	نام عامل	نام معمول
(۱)	خلو (فعل مضارع کا لفظی عوامل سے خالی ہونا)	فعلِ مضارع کے بارہ صیغے (غیرِ مو کدبا لنون)

عوامل نصب فعل مضارع

(۱)	حروفِ ناصبہ	فعلِ مضارع کے بارہ صیغے (غیرِ مؤکد با لنون)

عوامل جزم فعل مضارع

(۱)	حروفِ جوازم	فعلِ مضارع کے بارہ صیغے (غیر مؤکد با لنون)
(۲)	اسمائے شرطیہ	فعلِ مضارع کے بارہ صیغے (غیرِ مؤکد با لنون)

خاتمہ

در فوائدِ متفرقہ کہ دانستنِ آں واجبست وآں سہ فصل ست

فصلِ اول: در توابع۔ بدانکہ تابع لفظی ست کہ دُوُمی از لفظِ سابق باشد باعرابِ سابق از یک جہت۔ ولفظِ سابق را متبوع گویند۔ وحکمِ تابع آنست کہ ہمیشہ در اعراب موافقِ متبوع باشد۔ وتابع پنج نوع ست۔
اول: صفت۔ واو تابعیست کہ دلالت کند بر معنی کہ در متبوع باشد۔ چوں: جَآءَ نِي رَجُلٌ عَالِمٌ۔ یا بر معنی کہ در متعلقِ متبوع باشد۔ چوں: جَآءَ نِي رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ یا اَبُوْهُ مثلاً۔ قسمِ اول در دہ چیز موافقِ متبوع باشد: در تعریف وتنکیر وتذکیر وتانیث وافراد وتثنیہ وجمع ورفع ونصب وجر۔ چوں: جَآءَ نِي رَجُلٌ عَالِمٌ ، وَرَجُلَانِ عَالِمَانِ وَرِجَالٌ عَالِمُوْنَ ، وَامْرَأَةٌ عَالِمَةٌ وَامْرَأَتَانِ عَالِمَتَانِ ، وَنِسْوَةٌ عَالِمَاتٌ۔ اما در قسمِ دُوُم موافقِ متبوع باشد در پنج چیز: تعریف وتنکیر ورفع ونصب وجر۔ چوں: جَآءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ۔
بدانکہ: نکرہ را بجملۂ خبریہ صفت تواں کرد۔ چوں: جَآءَ نِي رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ۔ ودر جملہ ضمیری عائد بنکرہ لازم باشد۔

ترجمہ: خاتمہ: ان متفرق فوائد کے بیان میں جن کا جاننا ضروری ہے۔ اور یہ تین فصول پر مشتمل ہے۔ **فصلِ اول:** توابع کے بیان میں۔ **تابع** وہ دوسرا لفظ ہے جو کسی سابقہ لفظ کے بعد اسی کے اعراب کے ساتھ آتا ہے اور اعراب بھی ایک ہی عامل سے دونوں کو ملتا ہے۔ پہلے لفظ کو متبوع کہتے ہیں۔ تابع کا حکم یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اعراب میں متبوع کے موافق ہوتا ہے۔ تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔ **اول: صفت۔** یہ وہ تابع ہے جو ایک ایسی صفت اور معنی پر دلالت کرتا ہے جو یا تو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے۔ جیسے: جَآءَ نِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ یا ایسے وصف اور معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع کے متعلق میں پایا جاتا ہے۔ جیسے: جَآءَ نِيْ رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُهٗ یا اَبُوْهُ۔ قسمِ اول دس چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے۔ تعریف وتنکیر وتذکیر وتانیث وافراد وتثنیہ وجمع ورفع ونصب وجر۔ جیسے: جَآءَ نِي رَجُلٌ عَالِمٌ الخ۔ دوسری قسم پانچ چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے۔ تعریف وتنکیر ورفع ونصب وجر۔ جیسے: جَآءَ نِي رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ۔ یاد رکھیں کہ نکرہ کی صفت جملۂ خبریہ واقع ہوسکتا ہے۔ جیسے: جَآءَ نِيْ رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ۔ اور جملہ میں ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف عائد ہو۔

تشریح: (۱) معرب ومبنی کے احکام اور عوامل کے بیان سے فارغ ہوکر خاتمہ میں حضرت مصنف چند ضروری فوائدِ نحویہ سے طلبہ کو مطلع کر رہے ہیں۔ اس خاتمہ کو انہوں نے تین فصول پر تقسیم فرماتے ہوئے سب سے پہلی فصل میں توابع کا ذکر فرمایا ہے۔

توابع کی حقیقت: اسباب آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ فاعل مفعول مالم یسمَّ فاعله ، مبتدا ، خبر وغیرہ واقع ہوتو مرفوع ، مفعول ، حال تمییز ، اسمِ اِنَّ ، خبر کانَ وغیرہ واقع ہوتو منصوب اور مضاف الیه یامدخولِ جار ہوتو مجرور ہوتا ہے۔اسی طرح فعلِ مضارع پر نواصب داخل ہوں تو منصوب ، جوازم داخل ہوں تو مجزوم اوردونوں قسم کے عوامل نہ ہوں تو مرفوع ہوتا ہے۔ یہ تمام اعرابات وہ ہیں جواسم یافعلِ مضارع کو براہِ راست ملتے ہیں ۔لیکن عربی زبان میں اسم اور فعل کو بعض دفعہ ان مذکورہ بالا اسباب کے بغیر بھی رفع ونصب اور جروجزم ملتا ہے۔یعنی وہ فاعل وغیرہ واقع نہیں ہوتا اوراسے رفع ملتا ہے۔مفعول وغیرہ واقع نہیں ہوتا اوراسے نصب ملتی ہے۔ایسے اعراب کو ہم بالواسطه اعراب کہیں گے ۔ یہ اعراب صرف انہی اسماء اورافعال کو ملتا ہے جوکسی ایسے اسم یافعل کے تابع بن کرآئیں جس اسم یافعل کو براہِ راست اعراب ملا ہے۔

(۲) تابع کی تعریف: تابع وہ لفظ ہے جو دوسرے مقام پر واقع ہواوراس سے پہلے ایک اور ایسا لفظ کلام میں گذر چکا ہوجس کا اعراب اس تابع کو اسی عامل کی طرف سے ملے جس نے لفظِ سابق کو وہی اعراب دیا ہے۔تابع کی پانچ قسمیں ہیں اور یہ تعریف پانچوں اقسام پرصادق آتی ہے ۔پہلی قسم صفت ہے۔ جسے نعت بھی کہتے ہیں ۔نعت وہ تابع ہے جواپنے متبوع میں یااس کے متعلق میں پائے جانے والے کسی وصف پر دلالت کرے ۔پہلی کونعتِ حقیقی اور دوسری قسم کو نعتِ سببی کہتے ہیں۔

نعتِ حقیقی: دس چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے۔مگر دس میں سے چار چیزوں میں وجودی وایجابی موافقت ہوتی ہے اور چھ چیزوں میں سلبی موافقت ہوتی ہے۔ جیسے : جَآءَ نِی رَجُلٌ عَالِمٌ میں عَالِمٌ وہ تابع ہے جومتبوع (رجل) میں پائے جانے والے وصف (علم) پر دلالت کرتا ہے۔اس اعتبار سے یہ نعتِ حقیقی ہوا۔اب یہ اپنے متبوع کے ساتھ چار چیزوں (۱) افراد (۲) تذکیر (۳) تنکیر (۴) رفع میں وجودی اعتبار سے موافق ہے ۔اور چھ چیزوں (۱) تثنیه (۲) جمع (۳) تانیث (۴) تعریف (۵) نصب (۶) جر میں سلبی اعتبار سے موافق ہے کہ ان چھ میں سے کوئی چیز نہ متبوع میں پائی جاتی ہے نہ ہی تابع میں۔

نعتِ سببی: صرف پانچ چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے۔دو میں ایجاباً اورتین میں سلباً ۔جیسے: جَآءَ نِی وَلَدٌ عَالِمَةٌ اُخْتُهٗ۔ میں عالِمةٌ صفت ہے اور یہ وَلَدٌ میں نہیں بلکہ اس کے متعلق (اُخت) میں پائے جانے والاے وصف پر دلالت کررہی ہے۔ اس اعتبار سے یہ نعتِ سببی قرار پائی ۔ چنانچہ اس کا موصوف سے صرف پانچ امور میں موافق ہونا ضروری ہے۔دو میں وجودی اورتین میں سلبی طور پر۔ چنانچہ عالمةٌ (۱) تنکیر اور (۲) رفع میں وَلَدٌ (موصوف) کے ساتھ وجودی طور پرموافق ہے کہ دونوں نکرہ بھی ہیں اور مرفوع بھی اور (۱) تعریف (۲) نصب (۳) جر میں سلبی طور پرموافق ہے کہ نہ عالمة میں یہ تین امور موجود ہیں نہ ہی اس کے موصوف وَلَدٌ میں۔اورنعتِ سببی کا باقی پانچ امور میں

موافق ہونا نہ ایجاباً مطلوب ہے نہ سلباً۔

نعتِ جملہ: اگر جملہ کو نعت کے طور پر لانا ہو تو تین شرائط کے ساتھ وہ صفت بن کر آ سکتا ہے۔ ایک شرط کا موصوف میں پایا جانا اور دو شرائط کا صفت (جملہ) میں پایا جانا ضروری ہے۔

(أ) موصوف کے لئے ضروری ہے کہ وہ نکرہ ہو۔ جملہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔ کیونکہ باتفاقِ نحاۃ جملہ نکرہ کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جملہ کو معرفہ سے ملانے کے لئے عربی زبان میں مستقل الفاظ (اسمائے موصولہ) وضع کرنے پڑے۔

(ب) اور جملہ میں پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خبریہ ہو۔ انشائیہ جملہ میں صفت بننے کی صلاحیت موجود نہیں۔

(ج) اور جملہ میں دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں ایسی ضمیر لفظاً یا تقدیراً پائی جائے جو نکرہ کی طرف عائد ہو۔ لفظی کی مثال متن میں گذر چکی۔ تقدیری کی مثال: وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّاتَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا۔ اَیْ: لَاتَجْزِیْ فِیْهِ۔

(۳) **تقدیمِ صفت:** صفت چونکہ تابع ہے اس لئے اس کا موصوف پر مقدم ہونا ممنوع ہے۔ اگر صفت بننے والا اسم مقدم ہو جائے تو دیکھیں گے کہ اس کا موصوف نکرہ ہے یا معرفہ ہے؟

(أ) اگر اس کا موصوف عَلَم ہو تو ترتیب الٹنے سے وہ عَلَم موصوف کی بجائے بَدَل یا عطفِ بیان (آگے ان دونوں توابع کا تذکرہ آ رہا ہے) بن جائے گا۔ جیسے: مَرَرْتُ بِالْعَالِمِ زَیْدٍ۔ اگر یہ مَرَرْتُ بِزَیْدِ الْعَالِمِ ہوتا العالم صفت بنتا۔ مگر اس نئے جملہ میں العالم مجرور جار ہے اور مبدل منہ یا مُبَیَّن اور زید اس کا بدل ہے یا عطفِ بیان۔

(ب) اور اگر اس کا موصوف نکرہ ہو تو ترتیب الٹنے سے صفت میں آنے والا اسم حال اور مؤخر ہونے والا موصوف ذوالحال بن جائے گا۔ جیسے: جَآءَنِیْ رَاکِبًا رَجُلٌ (اس پر حال کے بیان میں گفتگو گذر چکی ہے)۔

(۴) **تعددِ صفات:** ایک اسم کی ایک سے زائد صفات آ سکتی ہیں۔

(۵) **وجوبِ تکرارِ صفت:** اگر صفت کے ساتھ لَا یا اِمّا آ جائے تو ان کو واوِ عطف کے ساتھ دوبارہ ایک اور صفت کے ساتھ لانا واجب ہے۔ جیسے: (۱) اِشْتَرَیْتُ ثَوْبًا لَّا جَیِّدًا وَّلَا رَدِیْئًا۔ (۲) خُذْ قُطْنًا اِمَّا بَاکِسْتَانِیًّا وَّاِمَّا مِصْرِیًّا

(۶) **اهلیتِ صفت:** تین چیزیں صفت بننے کی اہل ہیں۔ (۱) اسمِ مشتق (۲) اسمِ جامدِ مؤوّل بالمشتق (۳) جملۂ خبریہ۔

(۱) **اسمِ مشتق:** صفت واقع ہونے میں اسمِ مشتق اصل ہے۔ کیونکہ یہ وصف کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جیسے: مَرَرْتُ بِوَلَدٍ ذَکِیٍّ۔

(۲) **اسمِ جامدِ مؤول بالمشتق:** اسمِ جامد میں صفت بننے کی قطعاً اہلیت نہیں پائی جاتی۔ اس کی صِرف تین اقسام اس لئے صفت بن سکتی ہیں کہ اہلِ لغت نے انہیں مشتق کی تاویل اور اس کے معنی میں لیا ہے۔ وہ تین اقسام یہ ہیں:۔

اول : اسمِ اشارہ : یہ مشارٌالیہ یا حضوری معنی کے اعتبار سے حاضِرٌ کے معنی میں آ کر اسمِ معرفہ کی صفت بن سکتا ہے۔ کیونکہ یہ خود معرفہ ہے۔ جیسے: رَاَیْتُ الْوَلَدَ هٰذَا فِی الْمَسْجِدِ ۔

دُوُم : اسمِ ذو: یہ اسم اگر چہ جامد ہے لیکن صاحبٌ کے معنی میں ہے اس لئے یہ بھی صفت واقع ہوسکتا ہے۔ جیسے :اِنَّ وَالِدَكَ رَجُلٌ ذُوْعِلْمٍ ۔ اس کے توابع (ذَوا، ذَوُوْ، اُولُوْ ، ذَاتٌ ، ذَوَاتَا ، ذَوَاتٌ ، اُولَاتٌ) کا بھی یہی حکم ہے۔

سِوُم : اسمِ منسوب ۔ کیونکہ اگر چہ وہ اسمِ جامد ہوتا ہے لیکن اسمِ مشتق کی تاویل میں ہوتا ہے۔ آ گے علماء کی دو آراء ہیں ۔ بعض اسے مُنْتَسِبٌ کی تاویل سے اسمِ فاعل کے معنی میں اور بعض منسوبٌ کی تاویل سے اسمِ مفعول کے معنی میں لیتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں مؤوّل بالمشتق کی شرط پائی جاتی ہے اور صفت بن سکتا ہے۔ جیسے: رَاَیْتُ فِی المسجِدِ رَجُلًا سَعُوْدِیًّا۔

۳ جملۂ خبریہ : بھی صفت بن سکتا ہے مگر صرف نکرہ کی ۔ جیسے: اَعْرِفُ رَجُلًا یَحْضُرُ الجَماعَةَ فِی کلِّ صَلٰوةٍ۔

تمرین: نعتِ حقیقی ، سببی اور نعتِ جملہ کی شناخت کریں ۔ ہر قسم میں موافقت پر روشنی ڈالیں۔

وَاَمَّاالْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَیْنِ یَتِیْمَیْنِ۔وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ۔تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْخَلَتْ۔یَصْلَی النَّارَ الْكُبْرٰی۔وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی الْبَحْرِ۔ فِیْهِمَاعَیْنٰنِ تَجْرِیَانِ۔فَلَهُمْ اَجْرٌغَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍاَوْمِسْكِیْنًاذَامَتْرَبَةٍ۔فِیْهِمَاعَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ۔كُنْتُمْ قَوْمًافَاسِقِیْنَ۔فِیْهِنَّ خَیْرَاتٌ حِسَانٌ۔فِیْهَا سُرُرٌمَّرْفُوْعَةٌ ۔وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ۔اِنَّهُمْ فِتْیَةٌاٰمَنُوْابِرَبِّهِمْ۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍخَبِیْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَالَهَامِنْ قَرَارٍ۔مُتَّكِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ ۔اِنِّیْ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍوَّاُخَرَیٰبِسٰتٍ۔ اِنَّآاَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًاقَرِیْبًا۔ رَبَّنَآاَخْرِجْنَامِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا۔ وَاتَّقُوْایَوْمًاتُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ۔جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَاالْاَنْهٰرُ۔ اِنَّمَایُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ۔اُعَذِّبُهٗ عَذَابًالَّآاُعَذِّبُهٗ اَحَدًامِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۔ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۔فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا۔مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْامَاعٰهَدُوااللّٰهَ عَلَیْهِ۔مِنْ شَجَرَةٍ زَیْتُوْنَةٍلَّاشَرْقِیَّةٍوَّلَاغَرْبِیَّةٍ ۔

نحو میر: دُوُم : تاکید۔ واوتابعیست کہ حالِ متبوع را مقرر گرداند درنسبت یا درشمول تا سامع را شک نماند ۔ وتاکید بردو قسم ست : لفظی ومعنوی ۔ **تاکیدِ لفظی** بتکرارِ لفظ ست ۔ چوں : زَیْدٌ زَیْدٌ قَائِمٌ وضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ ۔وَاِنَّ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ ۔ **وتاکیدِ معنوی** بہشت لفظ ست: نَفْسٌ وَعَیْنٌ وَکِلَا وَکِلْتَا

وَکُلّ وَاَجْمَعُ وَاَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ چوں: جَآءَ نِی زَیْدٌ نَّفْسُهٗ وَجَآءَ نِی الزَّیْدَانِ اَنْفُسُهُمَاوَجَآءَ نِی الزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُهُمْ۔ وعَیْن رابرین قیاس کن۔ وَجَآءَ نِی الزَّیْدَانِ کِلَاهُمَاوَالْهِنْدَانِ کِلْتَاهُمَا۔ وکِلَاو کِلْتَا۔ خاصند بمثنی ۔ وَجَآءَ نِی الْقَوْمُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ وَاَکْتَعُوْنَ وَاَبْتَعُوْنَ وَاَبْصَعُوْنَ ۔ **بدانکه :** اَکْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ اتباعند به اَجْمَعُ ۔پس بدونِ اَجْمَعُ ومقدم بر اَجْمَعُ نباشند۔

ترجمه :دُوُم :تاکید۔ یہ وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے حال کو نسبت یا شمول میں پختہ (اور متعین) کرتا ہے تا کہ سامع کو (نسبت یا شمول کے حوالے سے) شک نہ رہے۔ تاکید دو قسم کی ہوتی ہے :لفظی اور معنوی۔ **تاکیدِ لفظی** کسی لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے جیسے :زَیْدٌ زَیْدٌ قَائِمٌ الخ۔ اور **تاکید معنوی** آٹھ الفاظ :نَفْسٌ عَیْنٌ الخ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جیسے: جَآءَ نِی زَیْدٌ نَفْسُهٗ الخ ۔**جان لیں** کہ :اَکْتَعُ ، اَبْتَعُ ، اَبْصَعُ ، کے تین کلمات اَجْمَعُ کے تابع ہیں۔ لہذا نہ اس کے بغیر آتے ہیں نہ ہی اس پر مقدم آتے ہیں۔

تشریح: تابع کی دوسری قسم تاکید ہے جسے توکید بھی کہتے ہیں۔ یہ اپنے متبوع سے کبھی شمولیت کے بارے میں احتمال کو رفع کرتی اور اس کے حقیقی معنی کی تاکید وپختگی کا فائدہ دیتی ہے۔ کبھی مجاز یا غلطی کا احتمال رد کرتے ہوئے متبوع کے مدلول کی تاکید وپختگی کرتی ہے۔ جیسے : جاء القوم کہنے سے حقیقی معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام قوم آئی۔ لیکن بعض دفعہ تمام قوم کو شامل ہونے کے حوالے سے شک بھی پڑ جاتا ہے کہ شاید ساری قوم نہ آئی ہو۔ متکلم نے اکثر قوم مراد لیتے ہوئے القوم کہہ دیا ہو۔ تو اس احتمال کو (جو شمول کے حوالے سے پیدا ہوا تھا) رد کرنے اور متبوع کے حقیقی معنی کو پختہ کرنے کے لئے کُلُّهُم کا لفظ بطور تاکیدِ معنوی آیا تو یہ احتمال اور شک مرتفع ہو گیا۔ اسی طرح جَآءَ زَیْدٌ زید کے آنے پر حقیقی معنی میں دلالت کرتا ہے۔ لیکن اگر کسی سامع کو شک گذرے کہ شاید زید آیا نہ ہو بلکہ اس نے کا محض ارادہ کیا ہو یا آنے پر رضامندی ظاہر کی ہو تو متکلم نے اسے جاء سے تعبیر کر دیا ہو تو مجازی معنی پر محمول ہونے کے اس شک کو مرتفع کرنے اور جاء کے حقیقی معنی کو مزید پختہ کرنے کیلئے جَآءَ جَآءَ زَیْدٌ کہا جاتا ہے۔

تقسیم تأ کید: تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی اور معنوی۔

تاکیدِ لفظی : کسی لفظ کے تکرار سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ لفظ **فعل** ، **حرف** ، **جمله** ، **اسمِ فعل** ، **اسمِ ظاهر** یا **اسمِ ضمیر** میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

تاکیدِ فعل : فعل کی تأ کید کسی شرط کے بغیر آ سکتی ہے۔ یَغْلِبُ یَغْلِبُ الْاِسْلَامُ ، ظَهَرَ ظَهَرَ الْحَقُّ ۔

تاکیدِ اسمِ فعل : جیسے :هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۔

تاکیدِاسمِ ظاهر : جیسے :اِذَادُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّادَکًّا۔

تاکیدِ اسم بالمرادف: بعض دفعہ اسم کی تاکید میں بعینہٖ وہ اسم نہیں آتا بلکہ اس کی جگہ اس کا کوئی مترادف آجاتا ہے۔ جیسے: ضَیِّقًا حَرَجًا۔

تاکیدِ اسمِ ضمیر: اگر ضمیر منفصل ہو تو اس کا اعادہ اسی کے لفظ سے ہوتا ہے۔ جیسے: اِيَّاكَ اِيَّاكَ الْاَسَدَ۔

ضمیر مرفوعِ منفصل: میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ ہر قسم کی ضمیرِ متصل (مرفوع ، منصوب ومجرور) کی تاکیدِ لفظی بن سکتی ہے۔ **مرفوعِ متصل** کی مثال۔ جیسے: ذَهَبْتُ اَنَا ، خَرَجْنَانَحْنُ ، حُوْصِرْتُمْ اَنْتُمْ۔ تُنْكَحِيْنَ اَنْتِ۔ وغیرہ۔ **مجرورِ متصل** کی مثال۔ جیسے: اُعْجِبْتُ بِكَ اَنْتَ۔ نَأْتِيْ اِلَيْكُمْ اَنْتُمْ وغیرہ۔

منصوبِ متصل کی مثال۔ جیسے: رَاَيْتُكَ اَنْتَ ۔ عَلَّمْتُهُنَّ هُنَّ ۔ وغیرہ۔

تاکیدِ جملہ: جیسے: فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۔

ملاحظہ: ان تمام تاکیدات میں کوئی شرط نہیں ہے۔

تاکیدِ حرف: میں تفصیل ہے۔ دیکھیں گے کہ حرف کا تعلق حروفِ جواب سے ہے یا نہیں؟ (أ) اگر جوابی حرف ہو تو کسی شرط کے بغیر اس کی تاکید آسکتی ہے۔ جیسے: نَعَمْ نَعَمْ ، بَلٰى بَلٰى ۔جَمِيلِ بُثَيْنه (بُثَيْنَة کا عاشق ہونے کی وجہ سے اسے جمیلِ بُثَیْنہ کہا جاتا ہے۔ جیسے: لیلیٰ کی وجہ سے مجنون کو مجنونُ لیلیٰ اور عَزَّۃ کی وجہ سے کُثَیِّر کو کُثَیِّرِ عَزَّہ کہا جاتا ہے) کا شعر ہے: ع

لَا لَا اَبُوْحُ بِحُبِّ بَثْنَةَ اِنَّهَا اَخَذَتْ عَلَيَّ مَوَاثِقًا وَّ عُهُوْدًا

(ب) اور اگر حروفِ ایجاب میں سے نہ ہو تو اس حرفِ مؤکد اور اس کی تاکید میں فصل کرنا واجب ہے۔ پھر دیکھیں گے کہ اس حرف کے ساتھ کوئی ضمیر آرہی ہے یا اسمِ ظاہر؟ اگر اس حرف کے ساتھ ضمیر آرہی ہو تو تاکید کے ساتھ اس ضمیر کا بعینہٖ لوٹانا واجب ہے۔ جیسے: اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَامِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ میں دوسرا اَنَّ حرفِ مشبہ بالفعل پہلے اَنَّ کی تاکیدِ لفظی ہے۔ چونکہ اس کے ساتھ ضمیرِ خطاب جمع مذکر متصل تھی اس لئے تاکید میں بعینہٖ اس ضمیر کا لوٹانا واجب ہوا۔

(ج) اور اگر حرف غیر جوابی ہی ہو مگر اس کے بعد ضمیر کی بجائے کوئی اسمِ ظاہر آرہا ہو تو یا تو تاکید میں اسی اسم کا اعادہ واجب ہوگا جو پہلے حرف کے ساتھ متصل ہے یا کوئی ضمیر تاکید کے ساتھ لاکر اسے سابقہ حرف کے ساتھ آنے والے اسم کی طرف عائد کرنا واجب ہوگا۔

تکرار الحرف مع عین الاسم کی مثال: جیسے: اِنَّ سَعِيْدًا اِنَّ سَعِيْدًا نَاجِحٌ ۔ اور **تکرار الحرف مع ضمیر الاسم** کی مثال: اِنَّ حُذَيْفَةَ اِنَّهٗ صَالِحٌ ۔ حضرت مصنف نے حرف کی مثال میں اِنَّ اِنَّ زَيْدًا کی جو مثال دی ہے شاید ان سے ذھول ہوا ہے یا کاتب پہلے اِنَّ کے ساتھ زَیْدًا لکھنا بھول گیا ہے۔ بہرحال یہ مثال قطعاً درست نہیں ہے۔

توکیدِ معنوی صرف اسمِ معرفہ کے لئے: معنوی تاکید کے لئے مصنف نے جن آٹھ کلمات کا تذکرہ کیا ہے ان پر دو کلمات جَمِیْعٌ اور عَامَّةٌ کا بھی اضافہ کرلیں۔ یہ دس اسماء صرف اسمِ معرفہ کی توکید کے لئے آتے ہیں۔ ان دس اسماء سے حرف ، فعل ، اسمِ فعل ، جملہ یا اسمِ نکرہ میں سے کسی کی تاکید نہیں لائی جاتی ہے۔

دلالتِ اِفراد: ان میں سے صرف مفرد پر دلالت کرنے والا کوئی اسم نہیں (۱) البتہ نَفْسٌ اور عَیْنٌ واحد تثنیہ جمع تینوں طرح کے اسماء کی تاکید کرتے ہیں۔ (۲) کِلَا اور کِلْتَا صرف مثنٰی کی تاکید کیلئے آتے ہیں۔ اَجْمَعُ ، اَکْتَعُ ، اَبْصَعُ ، اَبْتَعُ صرف جمع کی تاکید کے لئے اور جَمِیْعٌ ، عَامَّةٌ اور کُلٌّ یا تو جمع کی تاکید کیلئے آتے ہیں یا ایسے مفرد کی تاکید کے لئے جو تقسیم ہوسکتا ہو اور جس کے ساتھ بَعْضٌ کا لفظ استعمال ہوسکتا ہو۔ جیسے: قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ کُلَّهٗ ۔ کیونکہ قرآنِ کریم سورتوں ، پاروں ، آیات اور جملوں میں تقسیم ہوسکتا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ: قَرَأْتُ بَعْضَ الْقُرْاٰنِ ۔ وکذلك جمیع وعامة ۔ اب ہم تمام کلماتِ توکیدِ معنوی پر ان کے استعمالات کے حوالے سے الگ الگ نظر ڈالتے ہیں:۔

نَفْسٌ وعَیْنٌ : یہ دونوں کلمات نسبت اور مجاز کا شک دور کرنے کیلئے آتے ہیں۔ مفرد کے ساتھ مفرد اور تثنیہ وجمع کے ساتھ: اَفْعُل کے وزن پر جمع ہوکر۔ لیکن ان دونوں کے بعد موکد کے موافق ایک ضمیر کا مضاف الیہ بن کر آنا واجب ہے۔ جیسے: جَآءَ الْاُسْتَاذُ نَفْسُهٗ وَجَاءَ رَشِیْدٌ عَیْنُهٗ۔ آپ چاہیں تو ایک ہی مؤکد کی تاکید کیلئے ان دونوں کو لاسکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ پہلے نَفْسٌ پھر عَیْنٌ کو لاتے ہوئے: جَآءَ رَشِیْدٌ نَفْسُهٗ عَیْنُهٗ کہیں۔

دخول باء: ان دونوں کلماتِ تاکید پر بائے زائدہ جارہ آکر ان کی تاکید میں مزید پختگی اور کلام میں حسن پیدا کرتی ہے۔ جیسے: قَامَ الْوَالِدُ بِعَیْنِهٖ ۔ فَتَحَ الْبَابَ الْاُسْتَاذُ بِنَفْسِهٖ۔ **مثنی:** کے ساتھ اس کا استعمال۔ جیسے: جاءَ الطالِبَان اَنْفُسُهُمَا اَعْیُنُهُمَا وحَضَرَتِ الطَّالِبَتَانِ اَنْفُسُهُمَا۔ **جمع:** کے ساتھ۔ جیسے: حَضَرَتِ الطَّالِبَاتُ اَنْفُسُهُنَّ اَعْیُنُهُنَّ۔ وَرَاَیْتُ الطُّلَّابَ اَنْفُسَهُمْ اَعْیُنَهُمْ۔

کِلَاوکِلْتَا : یہ دونوں الفاظ صرف مثنی پر دلالت کرتے ہیں ، دونوں واجب الاضافت ہیں اور صرف مثنٰی اسمِ ظاہر یا ضمیر کی طرف مضاف ہوتے ہیں (تاکید میں صرف ضمیر کی طرف مضاف ہوتے ہیں) اور صرف مثنٰی ہی کی توکید کے لئے آتے ہیں۔ جیسے: جَآءَ نِی الرَّجُلَانِ کِلَا هُمَا۔ وَجَاءَ تْنِی الْبِنْتَانِ کِلْتَا هُمَا۔ وَرَاَیْتُ الْاُسْتَاذَیْنِ کِلَیْهِمَا۔ وَقَرَأْتُ الرِّسَالَتَیْنِ کِلْتَیْهِمَا۔

کُل وَجمِیْعٌ وَّعامَّةٌ : یہ تینوں کلمات یا تو جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں وَهُوَ اَغْلَبُ استِعمالِها ۔ یا ایسے مفرد کی تاکید کرتے ہیں جو قابلِ تقسیم ہو اور جس پر بعض کا استعمال درست ہو۔ **جمع کی مثال:** حَضَرَ الطُّلَّابُ کُلُّهُمْ / جَمِیْعُهُمْ ۔ عَامَّتُهُمْ ۔ **واحد قابلِ تقسیم کی مثال:** اَکَلْتُ الرُّمَّانَ کُلَّهٗ ۔ قَرَأْتُ الْقُرْاٰنَ جَمِیْعَهٗ۔ دَرَسْتُ الْفِقْهَ عَامَّتَهٗ۔ ہم نے چونکہ مفرد کے ساتھ ان کلمات کے بطورِ تاکید آنے کے لئے قابلِ تقسیم

ہونیکی شرط لگائی ہے اس لئے ہم جَآءَ ضَرَّارٌ کُلُّهٗ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ضرار کو آنے جانے کے حوالے سے اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔

ان اسماء کے لئے بھی ضروری ہے کہ تاکید بن کر آئیں گے تو انہیں مؤکد کے موافق ضمیر کی مضاف ہونا ہوگا۔ اب تک جتنی بھی اقسام گذری ہیں ان میں سے تاکیدِ معنوی کے کسی کلمہ کو اضافت سے محروم اور اس کے بعد آنے والی ضمیر کو حذف نہیں کیا جاسکتا۔ جہاں تک: لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا کی آیت میں جَمِیْعًا کا اضافت کے بغیر آنے کا تعلق ہے تو وہ ماموصولہ کی تاکید نہیں بلکہ حال بن کر منصوب ہے۔

اَجْمَعُ ، اَکْتَعُ ، اَبْصَعُ ، اَبْتَعُ ۔ یہ تمام کلمات بنیادی طور پر کُلٌّ کے تابع اور اس کے بعد آتے ہیں۔ ان میں اصل اَجمع ہے۔ اور دوسرے اس کے تابع ہیں اسلئے نہ تو اس کے بغیر اکیلے کلام میں آسکتے ہیں اور نہ ہی اس سے پہلے آسکتے ہیں۔ جب بھی آئیں گے اَجمع کے بعد ہی آئیں گے۔ اور اسی ترتیب سے ان کو لانا مستحسن ہے جس ترتیب سے ہم نے اوپر ان کا عنوان قائم کیا ہے۔

اَجمع کا اصل استعمال تو یہ ہے کہ وہ کُلٌّ کا تابع بن کر اس کی تاکید کو مزید تقویت دے جیسے: جَآءَ النَّاسُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۔ لیکن بعض مقامات پر یہ براہِ راست بھی تاکید بن کر استعمال ہوا ہے۔ جیسے: لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔

تعریفِ کلماتِ توکید: مذکورہ بالا چاروں کلمات چونکہ کُلٌّ کے تابع ہوکر آتے ہیں اور وہ یا تو مفرد کے لئے آتا ہے یا جمع کے لئے (مثنیٰ کے لئے نہیں آتا) اور اس کا استعمال مذکر و مؤنث دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے استعمال کے مطابق ان توابع کو بھی استعمال کرنا ہوگا۔ مگر اس فرق سے کہ کُلٌّ کی تذکیر وتأنیث اور افراد وجمع اس کے اپنے لفظ سے نہیں بلکہ اس کے مضاف الیہ سے ظاہر ہوتی ہے (کُلُّهٗ ، کُلُّهَا ، کُلُّهُمْ ، کُلُّهُنَّ) لیکن مذکورہ بالا صیغے ضمیر کی طرف مضاف ہوکر نہیں بلکہ اضافت کے بغیر استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی تذکیر وتأنیث اور اِفراد وجمع پر دلالت خود ان کے اپنے صیغے سے ہوگی اس لئے یہ کُلٌّ کی چار طرح کی ضمائر کے ساتھ یوں استعمال ہوں گے: (۱) کُلُّهٗ کے ساتھ اَجْمَعُ (۲) کُلُّهُمْ کے ساتھ اَجْمَعُوْنَ (۳) کُلُّهَا کے ساتھ جَمْعَآءُ اور (۴) کُلُّهُنَّ کے ساتھ جُمَعُ ۔ (اَکْتَعُ ، اَبْصَعُ اور اَبْتَعُ بھی اسی طرح استعمال ہوں گے)۔

ان میں سے جمعِ مذکر کا صیغہ جمعِ مذکرِ سالم کا ہے۔ انہیں واؤ سے رفع اور یائے ماقبل مکسور سے نصب اور جر ملے گا۔ جبکہ دوسرے تینوں صیغے غیر منصرف ہیں۔ انہیں ضمہ سے رفع اور فتحہ سے نصب اور جر ملے گا۔

توکید الضمیرِ بالظاھر: پیچھے آپ نے ضمیر کی توکید ضمیر کے ساتھ لانے کا حکم پڑھا۔ اگر ضمیرِ مرفوع متصل کی تاکید اسمِ ظاہر سے لانا چاہیں تو دیکھیں گے کہ کس لفظ سے لانا چاہتے ہیں۔ کُلٌّ سے یا نَفْسٌ ، عَیْنٌ سے۔

(۱) **کُلٌّ:** اگر کُلٌّ سے تاکید لانا چاہیں تو براہِ راست لا سکتے ہیں۔ جیسے: حَضَرُوْا کُلُّهُمْ ۔ (جمیع اور عامة کا بھی

یہی حکم ہے)۔

(۲) **نَفْسٌ ، عَیْنٌ**: اگر ان دونوں کلمات سے ضمیرِ مرفوع متصل کی تاکید لانا مقصود ہو تو ان سے پہلے ایک اور تاکیدِ معنوی ضمیرِ مرفوع منفصل کے ساتھ لانا واجب ہے۔ جیسے: قُوْمُوْا اَنْتُمْ اَنْفُسُکُمْ / اَعْیُنُکُمْ۔

حکم تکرارِ توکید: جہاں ایک سے زائد تاکیداتِ معنویہ آجائیں وہاں بعد میں آنے والا اسمِ توکید کس کی تاکید کرے گا؟ پہلے اسمِ توکید کی یا اصل مؤکد کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تاکیدات جتنی بھی آجائیں وہ سب کی سب مؤکد کی تاکید کریں گے ، تاکید معنوی کی نہیں۔ جیسے: حَضَرَ النَّاسُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ اَکْتَعُوْنَ اَبْصَعُوْنَ اَبْتَعُوْنَ۔ یہاں ایک مؤکد (الناس) کی پانچ الگ الگ تاکیداتِ معنویہ آرہی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ کُلُّھُمْ تو الناس کی تاکید کرے اور اَجمعون کلھم کی ، پھر اکتعون اجمعون کی تاکید کرے وھَلُمَّ جرًّا۔

امتناعِ عطف: چونکہ تاکیدِ معنوی کے یہ تمام الفاظ مؤکد کی تاکید اسی طرح کر رہے ہیں جس طرح پہلا لفظ (کلھم) کر رہا تھا۔ اس لئے الفاظِ توکید کے درمیان حرفِ عطف لانا ممنوع ہے۔ چنانچہ آپ: کُلُّھُمْ وَاَجْمَعُوْنَ وَاَکْتَعُوْنَ الخ نہیں کہہ سکتے۔ (صاحبِ نحو میر کا ان کو عطف کے ساتھ ذکر کرنا درست نہیں ہے)۔

نحو میر: سِوُم: بدل۔ واو تابعی ست کہ مقصود بہ نسبت او باشد۔ و بدل بر چہار قسم ست: بدل الکل وبدل الاشتمال وبدل الغَلَط وبدل البعض۔ **بدل الکل** آنست کہ مدلولش مدلولِ مبدل منہ باشد چوں: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ۔ **وبدل البعض** آنست کہ مدلولش جزوِ مبدل منہ باشد۔ چوں: ضُرِبَ زَیْدٌ رَأْسُهٗ **وبدل الا شتمال** آنست کہ مدلولش متعلقِ مبدل منہ باشد۔ چوں: سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ۔ **وبدل الغلط** آنست کہ بعد از غلط بلفظی دیگر یاد کنند چوں: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حمارٍ۔

ترجمہ: سِوُم: بدل۔ یہ وہ تابع ہے جو نسبت سے اصل مقصود ہوتا ہے۔ بدل کی چار قسمیں ہیں: بدل الکل ، بدل البعض ، بدل الاشتمال ، بدل الغَلَط۔ **بدل الکل** وہ ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا عین ہو۔ جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ اَخُوْکَ۔ **بدل البعض** وہ ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا جزو ہو۔ جیسے: ضُرِبَ زَیْدٌ رَأْسُهٗ۔ **بدل الاشتمال** وہ ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا کوئی متعلق ہو جیسے: سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ۔ **بدل الغلط**: وہ ہے کہ غلط لفظ بولنے کے بعد جس لفظ سے اس کا ازالہ کیا جاتا ہے۔ جیسے: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ۔

تشریح: بدل وہ تابع ہے جسے مقصود کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اس کے آنے کے بعد اس کا مبدل منہ کالعدم سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ذکر صرف تمہید کی حیثیت رکھتا ہے وہ خود کلام میں مقصود نہیں ہوتا۔ جیسے: ضُرِبَ زیدٌ رَأْسُهٗ میں مقصود بدل (رَأْسٌ) ہے اس کے آنے کے بعد ضُرِبَ کی نسبت اسی کی طرف سمجھی جائے گی اور سمجھا جائے گا جیسے زید کا ذکر نہیں کیا گیا

اور جملہ: ضُرِبَ رَأْسُ زَيْدٍ کے معنی میں بن جائے گا۔

اقسامِ بدل: حضرت مصنف نے بدل کو چار اقسام میں محصور فرمایا ہے۔ بعض علماء نے چوتھی قسم **بدلِ غلط** کی بجائے بدلِ مباین قرار دی ہے۔ جس کی تین اقسام ہیں (۱) بدلِ غلط (۲) بدلِ نسیان اور (۳) بدلِ اضراب۔ چوتھی قسم کو صرف بدلِ غلط تک محدود رکھیں یا تین اقسام کریں۔ اس میں بہتر یہ ہے کہ اسے بدل بنا کر لانے کی بجائے بَلْ کے ساتھ استعمال کریں۔ جیسے: رَأَيْتُ رَجُلًا حِمَارًا کہہ کر حمار کو بدل الغلط یا بدل الاضراب یا بدل النسیان بنانے کی بجائے **بَلْ عاطفه** لا کر اضراب کریں۔ جیسے: رَأَيْتُ رَجُلًا بَلْ حِمَارًا۔

(۱) بدل کلٍ مِّنْ کلٍ: کسی لفظ کے بعد اس کے بدل کے طور پر ایسا لفظ لانا جو پہلے لفظ کے پورے مدلول پر دلالت کرے، بدل کلٍ من کلٍ کہلاتا ہے۔ جیسے: **حَضَرَ الْأُسْتَاذُ عَبْدُ الْحَمِيدِ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ قَالَ الْإِمَامُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ۔ ذٰلِكَ ابْنِيْ زُهَيْرٌ** میں (۱) **عبدُ الحمیدِ** (۲) **صِرَاطَ** (۳) **اَبُوْ حنیفة** اور (۴) **زهیرٌ** بدلِ کل ہیں اور مبدل منہ کے کامل مدلول پر دلالت کرتے ہیں۔

(۲) بدل بعض من کلٍ: وہ بدل ہے جو مبدل منہ کے جزو پر دلالت کرے۔ خواہ وہ جزو قلیل ہو یا کثیر ہو حتی کہ کل کے مساوی کے قریب ہو۔ جیسے: **جَاءَنِي الْقَوْمُ ثُلُثُهُمْ** ، جزوِ قلیل پر، **جَاءَنِي الْقَوْمُ ثُلُثَاهُمْ** جزوِ کثیر پر اور **جَاءَنِي الْقَوْمُ نَاسٌ مِّنْهُمْ** میں **ناسٌ** کا لفظ **قومٌ** کے مساوی پر دلالت کر رہا ہے (لیکن چونکہ مبدل منہ کے کامل مدلول پر دلالت کرنے میں صریح نہیں اس لئے) بدلِ بعض شمار ہوتا ہے۔

شرطِ اتصالِ ضمیر: بدلِ بعض کے لئے شرط ہے کہ اس کے ساتھ ایسی ضمیر متصل ہو جو مبدل منہ کی طرف راجع ہو۔ خواہ ضمیر لفظاً مذکور ہو یا تقدیراً۔ **ضمیرِ مذکور کی مثال۔** جیسے: **أَكَلْتُ الرُّمَّانَ كُلَّهُ۔**

ضمیرِ مقدر کی مثال۔ جیسے: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ أَيْ: عَلٰى مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْهُمْ۔**

(۳) بدل الاشتمال: وہ بدل ہے جو نہ مبدل منہ کے پورے مدلول پر دلالت کرے، نہ ہی اس کے جزو پر دلالت کرے، بلکہ اس کے مدلول کے کسی متعلق پر دلالت کرے۔ جیسے: **سُلِبَ جُبَيْرٌ ثَوْبُهُ**۔ یہاں بدل واقع ہونے والا اسم (ثوب) نہ تو جبیر (مبدل منہ) کا کل ہے نہ ہی اس جزو، بلکہ اس کے استعمال اور ملکیت میں آنے والی ایک چیز پر دلالت کرتا ہے۔ **يُعْجِبُنِي الشَّيْخُ عَبْدُ الْبَاسِطِ (رَحِمَهُ اللّٰهُ) تِلَاوَتُهُ** میں: **عبدالباسطِ** بدلِ کل ہے **الشیخ** کا اور **تِلَاوَتُهُ** بدلِ اشتمال ہے **عبدُالباسطِ** کا۔ اور **أُحِبُّ خَلِيْفَةَ الرَّسُوْلِ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ عَدْلَهُ** میں **عُمَرَ** بدلِ کل ہے **خلیفةَ** کا اور **عَدْلَهُ** بدلِ اشتمال ہے **عُمَرَ** کا۔ اور **ابنَ الخطاب** کو **عُمَرَ** کا **عطفِ بیان یا صفت یا بدلِ کل** بنا کر تینوں طرح تابعیت کا اعراب دینا درست ہے۔

شرطِ اتصالِ ضمیر: بدلِ اشتمال میں بھی بدل کے ساتھ ایسی ضمیر کا متصل ہونا ضروری ہے جو مبدل منہ کی طرف راجع ہو۔ خواہ وہ ضمیر مذکور ہو یا محذوف۔ مذکور کی مثالیں اوپر دی جا چکی ہیں۔

ضمیر محذوف کی مثال: جیسے: قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ۔ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ۔ میں النار بدلِ اشتمال ہے اَلْاُخْدُوْدِ کا۔ مگر اس کے ساتھ لفظاً کوئی ضمیر مذکور نہیں بلکہ ضمیر محذوف ہے تقدیرِ عبارت ہے: النارِ فیہِ ذاتِ الوَقودِ۔

(۴) **بدلِ غلط:** یہ وہ بدل ہے جو نہ تو مبدل منہ کے کل پر دلالت کرتا ہے، نہ اس کے جزو پر اور نہ ہی اس کے کسی متعلق پر! اس کا مبدل منہ یا اس کے مدلول سے کسی قسم کا ربط و تعلق نہیں ہوتا۔ یہ ایسے مواقع پر بولا جاتا ہے جب غلطی سے آپ کوئی لفظ بول جائیں اور بولنے کے بعد اس غلطی کے ازالہ کے لئے دوسرا لفظ استعمال کریں۔ جیسے آپ نے بے دھیانی میں کہہ دیا: اِشْتَرَیْتُ قَلَمًا پھر آپ کو خیال آیا کہ میں نے تو کتاب خریدی تھی، یہ قلم کا ذکر کیسے کر دیا؟ تو اس غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے فوراً آپ نے کتاباً کو قَلَمًا کا بدل غلط بناتے ہوئے استعمال کیا تو آپ کا جملہ: اِشْتَرَیْتُ قَلَمًا کِتَابًا بن گیا۔ لیکن اتنے تکلف میں پڑنے اور کتاباً کو قَلَمًا کا بدلِ غلط بنانے سے کہیں بہتر ہے کہ آپ بَلْ کا اضافہ کر کے کلام کو سامع کے لئے واضح اور بے غبار بنائیں اور: اِشْتَرَیْتُ قَلَمًا بَلْ کِتَابًا کہہ کر سامع کو واضح طریقے سے بتلائیں کہ قلم نہیں بلکہ کتاب خریدی ہے۔

موافقت: (۱) بصری علمائے نحو کے نزدیک بدل اور مبدل منہ میں تعریف و تنکیر کی موافقت قطعاً ضروری نہیں۔ اس لئے (۱) نکرہ کا بدل نکرہ بھی آ سکتا ہے۔ جیسے: اِشْتَرَیْتُ سَیَّارَةً بَیْتًا ۔ (۲) معرفہ کا بدل معرفہ بھی آ سکتا ہے۔ جیسے: رَاَیْتُ نَاصِرًا اَخَاكَ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۔ (۳) معرفہ کا بدل نکرہ بھی آ سکتا ہے۔ جیسے: جَآءَنِیْ مَحْمُوْدٌ مُدَرِّسٌ، لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ ۔ (۴) اور نکرہ کا بدل معرفہ بھی آ سکتا ہے۔ جیسے: رَاَیْتُ وَلَدًا اِبْنَكَ ۔ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰهِ ۔

(۲) افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث میں (اَ) موافقت اس وقت واجب ہے جب بدل الکل ہو۔ لیکن اگر ان دونوں (بدل اور مبدل منہ) میں سے کوئی ایک مصدر ہو تو مصدر مفرد آئے گا یا اگر بدل سے مقصود مبدل منہ کی تفصیل بیان کرنا ہو تو بدل صرف مفرد آئے گا اسے مثنیٰ یا جمع کر کے نہیں لایا جائے گا۔ جیسے: اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَبْدَانِ وَعِلْمُ الْاَدْیَانِ ۔ (تفصیل کیلئے آنے والے بدل کو مثنیٰ نہیں کیا گیا حالانکہ مبدل منہ مثنیٰ ہے) دوسری مثال: اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ (مبدل منہ مصدر ہے، اس کا بدل حدائق اگر چہ جمع ہے لیکن مصدر کو جمع نہیں کیا گیا)۔

(ب) اور اگر بدل الکل نہ ہو تو ہر صورت میں افراد و تذکیر میں موافقت غیر ضروری ہو جائے گی۔ جیسے: سَرَّنِیْ یَاسِرٌ كُتُبُهٗ (بدل الاشتمال ہے اس لئے افراد و جمع کی موافقت ضروری نہیں) اَكَلْتُ التُّفَّاحَةَ ثُلُثَیْهَا (بدل البعض ہے اس لئے تذکیر و تانیث اور افراد و تثنیہ و جمع کی موافقت ضروری نہیں)۔

(۳) ضمیر کا بدل: (۱) ضمیر کا بدل ضمیر بالکل نہیں آتی ۔ (۲) ظاہر کا بدل بھی ضمیر نہیں آتی ۔ یہ بعض علمائے نحو کی رائے ہے ۔جبکہ امامِ سیبویہ اور مبرّد نے اسے جائز قرار دیا ہے اور امثلہ بھی الگ الگ نوعیت کی دی ہیں۔ (۳) لیکن اس کے برعکس ضمیر کا بدل اسمِ ظاہر (اگر **ضمیر غائب** کی ہو تو مطلقاً بن سکتا ہے)۔ یہ عام طور پر ایسے جملوں میں ہوتا ہے جہاں اسمِ ظاہر کی جملہ میں موجودگی کے باوجود فعل کے ساتھ ضمیرِ فاعل لائی جاتی ہے۔ جیسے :وَاَسَرُّوا النَّجْوٰی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۔

ملاحظہ: بصری علمائے نحو کا ضابطہ اور عرب کی مشہور لغات کا نچوڑ یہی ہے کہ اگر فاعل کلام میں اسمِ ظاہر کی صورت میں موجود ہو تو فعل کو ضمائر سے خالی کر کے (واحد کے صیغے میں) لایا جاتا ہے۔ جیسے: قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ قَالَ رَجُلَانِ ، اِذَاجَاءَ کَ الْمُؤْمِنَاتُ ، اِذَاجَآءَ کَ الْمُنَافِقُوْنَ۔ لیکن بعض عرب قبائل میں ایسے مواقع پر فاعل کے مطابق ضمیر بھی فعل کے ساتھ متصل کی جاتی ہے ۔ اور قَالَ رَجُلَانِ کی جگہ قَالَا رَجُلَانِ۔ قَالَ الرِّجَالُ کی جگہ: قَالُوْا الرِّجَالُ وغیرہ کہتے ہیں ۔ اس لغت کو نحویوں کی زبان میں لغۃ اَکَلُوْنِی الْبَرَاغِیْثُ کہا جاتا ہے۔

ایسے جملوں میں علمائے بصرہ کا راجح قول یہ ہے کہ قالوا الرجال میں فاعل ،ضمیرِ مرفوعِ متصل ہے اور اَلرِّجَالُ اس کا بدل ہے۔

(۴) اور اگر ضمیرِ غائب کے علاوہ (**متکلم یامخاطب** کی) ہو تو اسمِ ظاہر کو اس کا بدل اس شرط سے بنایا جا سکتا ہے کہ وہ یا تو **بدل البعض** ہو جیسے: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوْ اللّٰہَ ۔ آیت مبارکہ میں لِمَنْ کَانَ یَرْجُوْ بدل البعض ہے لَکُمْ سے جو کہ ضمیرِ مخاطب ہے اور مجرورِ متصل بالحرف ہے۔ غُوَیْلُ بْنُ فَرْج کا شعر بھی اس کا شاہد ہے: ع

اَوْعَدَنِیْ بِالسِّجْنِ وَالْاَدَاھِمِ   رِجْلِیْ وَرِجْلِیْ شَثْنَۃُ الْمَنَاسِمِ

اس شعر کے دوسرے مصراع میں رِجلی اسمِ ظاہر اَوْعَدَنِیْ میں واقع ضمیرِ متکلم کا بدل ہے۔

یا وہ **بدل الاشتمال** ہو۔ جیسے: حضرت نابغۃ الجعدی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے: ع

بَلَغْنَا السَّمَآءَ مَجْدُنَا وَسَنَاؤُنَا   وَاِنَّا لَنَرْجُوْا فَوْقَ ذٰلِکَ مَظْھَرًا

اس شعر میں مَجْدُنَا اسمِ ظاہر بَلَغْنَا کی ضمیر متکلم سے بدل ہے۔

فائدہ : حضرتِ نابغۃ جعدی نے یہ قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں سنایا۔ جب آپ اس شعر پر پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کہاں تک مزید مظہر چاہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ! جنت ! آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ! انشاء اللہ وہ بھی ملے گی۔

اسمائے استفہام وشرط کا بدل: اسمائے استفہام اور اسمائے شرط چونکہ حرفِ استفہام (ہمزہ) اور حرف

شرط (اِنْ) کے معنی کو متضمن ہوتے ہیں اس لئے اسمائے استفہام کے بدل کے ساتھ ہمزہ اور اسمائے شرط کے بدل کے ساتھ اِنْ کا لانا واجب ہے۔ جیسے: (استفهام میں :(۱) مَنْ ضَرَبَكَ ؟ اَنَاصِرٌ اَمْ اِدْرِيْسُ ؟(۲) مَتٰى تَرْجِعُ اَقَبْلَ الظُّهْرِ اَمْ بَعْدَهُ؟(۳) كَمْ مَالُكَ ؟ اَعِشْرُوْنَ رُوْبِيَّةً اَمْ ثَلَاثُوْنَ؟(۴) كَيْفَ خَالِدٌ ؟ اَمَرِيْضٌ اَمْ مُعَافىً ؟ اور اسمائے شرط میں: مَنْ يُسَافِرْ اِنْ نَعِيْمٌ وَّاِنْ سَاجِدٌ اُسَافِرْ مَعَهُ ۔(۲) مَاتَصْنَعْ اِنْ خَيْرًا وَّاِنْ شَرًّا اَصْنَعْ ۔

یہاں تک **اسم** کے بدل کی بحث کی گئی ہے۔لیکن بدل صرف اسم تک محدود نہیں ہے۔اس لئے اب ہم اس بحث کو دوسری طرف موڑتے ہیں تاکہ بدل کی بحث ہر اعتبار سے جامع ہو جائے۔

فعل کا بدل: اسم کی طرح فعل کا بدل فعل بھی آ سکتا ہے۔لیکن صرف بدل الکل یا بدل الاشتمال کی صورت میں۔

(۱) فعلِ بدل الکل : جیسے: عبد اللّٰه بن الحُرّ کا یہ شعر ہے: ع

مَتٰى تَأْتِنَا تُلْمِمْ بِنَافِيْ دِيَارِ نَا   تَجِدْ حَطَبًا جَزْلًا وَّنَارًا تَاَجَّجَا

یہاں تُلْمِمْ فعلِ مضارع بدل ہے تَأْتِ کا اور بدل ہونے کی وجہ سے تَأْتِ کی طرح مجزوم ہوا ہے۔(اس کا مجزوم ہونا ہی اس کی دلیل ہے کہ بدل فعل ہے نہ کہ جملہ کیونکہ اگر جملہ اپنے فعل و فاعل کے مجموعہ کے طور پر بدل ہوتا تو فعلِ مضارع کو مبدل منه کا جزم نہ ملتا بلکہ جزم کا اعراب پورے جملہ کو محلی طور پر ملتا۔فَافْهَم)۔

(۲) فعلِ بدل الاشتمال: جیسے: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ۔ آیتِ کریمہ میں فعلِ مضارع يُضَاعَفْ سابقہ آیت میں مذکور فعلِ مضارع يَلْقَ کا بدل واقع ہوا ہے۔(يُضَاعَفْ پر جزم آنا اس کی دلیل ہے کہ بدل ، فعلِ مضارع ہے نہ کہ جملۂ فعلیہ)۔

جملہ بدل: جملہ دوسرے جملہ کا بدل بھی بن سکتا ہے اور مفرد اسم کا بھی ۔

(۱) **بدل جملہ:** کوئی جملہ تب دوسرے جملے کا بدل بن سکتا ہے جب دوسرا زیادہ واضح ہو۔ جیسے : اَمَدَّكُمْ بِمَاتَعْلَمُوْنَ ۔اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ۔اس آیت میں دوسرا جملہ اَمَدَّكم بِاَنْعَامٍ ، بدل واقع ہورہا ہے پہلے جملہ اَمَدَّكُمْ بِمَاتَعْلَمُوْنَ کا ۔کیونکہ یہ پہلے جملہ سے زیادہ واضح ہے۔

(۲) **بدلِ مفرد :** مفرد کا بدل بننے کے لئے جملہ کے لئے کوئی شرط نہیں ۔فرزدق کا یہ شعر اس کا شاہد ہے۔: ع

اِلَى اللّٰهِ اَشْكُوْ بِالْمَدِيْنَةِ حَاجَةً   وَبِالشَّامِ اُخْرٰى كَيْفَ يَلْتَقِيَانِ

اس شعر میں جملہ: كَيْفَ يَلْتَقِيَانِ ، حَاجَةٌ اور اُخْرٰى کے دو الفاظ کا بدل الکل ہے۔یہاں بدل پر اتنی گفتگو کافی ہے۔ تفاصیل معجم الصرف والنحو میں دیکھیں۔

اَنّ بدل: مفرد اسم ، فعل اور جملہ کی طرح اَنّ اور اس کے معمولین بھی بدل بن کر آتے ہیں ۔ جیسے : بَلَغَنِي

اَلْحَدِیْثُ اَنَّکَ مُنْطَلِقٌ ۔ اس جملہ میں اَنَّ اپنے معمولین (اسم وخبر) سمیت اَلْحَدِیْثُ کا بدل واقع ہوا ہے۔

تمرین: ذیل کی مثالوں میں بدل اور توکید کی شناخت کریں۔ اوران کی شرائط کا تعین بھی کریں اور مثالوں پر منطبق بھی کریں۔

کَلَّآاِذَادُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّادَکًّا۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ۔اَلَمْ یَرَوْاکَمْ اَھْلَکْنَاقَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَایَرْجِعُوْنَ۔وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّاصَفًّا۔ تَکُوْنُ لَنَاعِیْدًالِاَوَّلِنَاوَاٰخِرِنَا۔ فَاَغْرَقْنٰھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔ لَنَسْفَعًا ' بِالنَّا صِیَۃِنَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ۔فَنَجَّیْنٰہُ وَمَنْ مَّعَہٗ اَجْمَعِیْنَ ۔اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا۔اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ھَیْھَاتَ ھَیْھَاتَ لِمَاتُوْعَدُوْنَ۔وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صِرَاطِ اللّٰہِ ۔ فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَیْدًا۔ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِالنَّارِ۔غَرَابِیْبُ سُوْدٌ۔ وَاَسَرُّواالنَّجْوَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ضَیِّقًا حَرَجًا۔لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوااللّٰہَ ۔ اُسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ۔لَقَدْ کُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآءُکُمْ۔

نحومیر: چهارُم: عطف بحرف واو تابعیست کہ مقصود باشد بہ نسبت با متبوعش بعد از حرفِ عطف ۔ چوں: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ وَّعَمْرٌو۔ وحروفِ عطف دہ ست درفصلِ سِوُّم یاد کنیم انشاء اللّٰہ تعالٰی۔ واورا عطفِ نسق نیز گویند۔

ترجمہ: چهارُم: عطفِ حروف ۔ یہ وہ تابع ہے جو نسبت میں متبوع سمیت مقصود ہوتا ہے اور حرفِ عطف کے بعد آتا ہے۔ جیسے: جَآءَ نِیْ زَیْدٌ وَّعَمْرٌو۔ حروفِ عطف دس ہیں جن کا ذکر ہم انشاء اللہ فصلِ سِوُّم میں کریں گے۔ اسے عطفِ نسق بھی کہتے ہیں۔

تشریح: حروفِ عاطفہ چونکہ غیر عاملہ ہیں اس لئے ان کا ذکر تیسری فصل میں آئے گا۔ عطفِ حرف میں ان حروف کے بعد آنے والا اسم ان سے پہلے آنے والے اسم پر یا فعل پہلے فعل پر یا جملہ پہلے والے جملہ پر معطوف ہوتا ہے۔ اس کے متبوع کو معطوف علیہ کہتے ہیں۔

واؤ، فاء ، ثم اور بل کا استعمال زیادہ ہوتا ہے اس لئے ہم نے ان چار کا ذکر کر دیا ہے۔ تاکہ آگے آنے والی مثالوں کو سمجھنا آسان ہو۔ ان کے علاوہ حروف پر بحث انشاء اللہ حروفِ عاطفہ کے ذیل میں آئے گی۔

عطفِ ضمیر: اگر ضمیر منصوب ہو تو مطلقاً اس پر اسمِ ظاہر کا عطف کیا جا سکتا ہے خواہ ضمیر منفصل ہو۔ جیسے: مَاادْعُوْااِلَّااِیَّاکَ وَخَالِدًا۔ یا متصل ہو۔ جیسے: جَمَعْنٰکُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ ۔ اور اگر ضمیر مرفوع ہو تو اس میں سے منفصل پر تو

بلا رکاوٹ عطف کیا جا سکتا ہے۔جیسے: اَنْتَ وَنَاصِرٌ نَاجِحَانِ ۔لیکن اگر ضمیر مرفوع متصل ہو (خواہ بارز ہو یا مستتر) تو اس پر عطف کرنے سے پہلے یا تو ایک ضمیرِ مرفوعِ منفصل کو اس کی تو کید بنا کر لایا جائے گا۔ پھر اسمِ ظاہر کا اسپر عطف درست ہوگا۔ جیسے: اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔یا ان دونوں میں کوئی فاصل آ جائے تو عطف درست ہوگا۔ جیسے: جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْ خُلُوْنَهَاوَمَنْ صَلَحَ۔یہاں مَنْ کا عطف ضمیر واؤ پر اس لئے درست ہے کہ ان کے درمیان میں ھا ضمیرِ منصوب کا فصل موجود ہے۔

اور اگر ضمیر مجرور ہو تو اسپر اسمِ ظاہر کا عطف اس شرط پر کیا جائے گا کہ معطوف کے ساتھ اس جارہ یا مضاف کا اعادہ کیا جائے جس نے معطوف علیہ کو جر دی ہے۔جیسے: فَقَالَ لَهَاوَلِلْاَرْضِ میں لامِ جارہ کا اور: نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاءِكَ میں مضاف کا اعادہ کیا گیا ہے۔

اعادۂ جار کے بغیر ضمیر مجرور پر اسم ظاہر کا عطف بہت قلیل ہے۔مگر صحیح و مستعمل ہے۔

عطفِ فعل: اسم کے علاوہ فعل کا بھی عطف کیا جاتا ہے۔زیادہ تر تو فعل کا عطف فعل پر ہی ہوتا ہے بشرطیکہ دونوں افعال متحد فی الزمان ہوں۔جیسے: لِنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًاوَّنُسْقِيَهٗ ۔یہاں چونکہ فعل نُسْقِيَ کا عطف سابق فعل پر ہوا ہے اس لئے اسے اپنے متبوع کا اعراب (نصب) دیا گیا ہے۔

بعض دفعہ فعل کا عطف فعل کی بجائے ایسے اسم پر ہوتا ہے جو فعل سے مشابہ ہو۔(اسمِ فاعل، صفتِ مشبہ، اسمِ مفعول وغیرہ) جیسے: فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًافَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا۔یہاں المغیرات اسمِ فاعل پر الف لام اسمِ موصول ہے جو اَللَّاتِي اَغَرْنَ کے معنی میں ہے۔اس لئے فعل کا اس اسم پر عطف درست ہے۔جس طرح فعل کا اسم پر عطف درست ہے اس کے برعکس اسم کا عطف فعل پر بھی صحیح ہے جیسے (۱) جُنْدُلُ بن مثنی کا یہ شعر ہے: ع

يَارُبَّ بَيْضَآءَ مِنَ الْعَوَاهِجِ   اُمُّ صَبِيٍّ قَدْ حَبَاوَدَارِجٍ

شاعر نے دَارِجٌ اسم کو حَبَا فعل پر معطوف کیا ہے۔

(۲) قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۔

معمولِ عامل پر عطف: کسی عامل کے ایک یا ایک سے زائد معمولات پر عطف کرنا بھی درست اور صحیح ہے۔جیسے: (۱) ضَرَبَ الْاُسْتَاذُعُمَيْرًاوَالْمُدِيْرُنَاصِرًا۔(۲) اِنَّ عَمْرًا قَائِمٌ وَنَبِيْلًانَائِمٌ (۳) اَعْلَمَ الْاُسْتَاذُمَحْمُوْدًا اِدْرِيْسَ حَاضِرًاوَيَعْقُوْبُ نَعِيْمًاالْمُعَلِّمَ مَرِيْضًا۔

عطفِ جملہ: مفرد کی طرح جملہ کا عطف بھی عربی میں شائع و ذائع ہے۔خواہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔جیسے: صَلّٰى عَبْدُ الْوَهَّابِ صَلٰوةَ الْعَصْرِ ثُمَّ طَالَعَ الْكُتُبَ ثُمَّ نَامَ ۔ضَرَّارٌحَاضِرٌوَّلُقْمَانُ غَائِبٌ۔

تمرین: معطوف اور معطوف علیہ کی شناخت کریں۔اور اعراب کی دونوں طرف وضاحت کریں۔یہ بھی بتلائیں کہ

عطف اسم کا ہے، فعل کا ہے یا جملہ کا؟ اور جو شرائط کسی عطف کی مقرر ہیں وہ پوری ہو رہی ہیں؟

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ۔لِنُحْيِيَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ ۔ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآءُ كُمْ وَاَبْنَاءُ كُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ ۔لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآءُ كُمْ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَايَسْئَلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ۔فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا۔فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ۔مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَاؤُنَا۔اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ۔ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ۔لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا۔ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔

نحو میر: پنجم :عطفِ بیان ۔ واو تابعی ست غیر صفت کہ متبوع را روشن گرداند۔ چوں: اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرُ ۔ وقتیکہ بعلم مشہور تر باشد۔وَجَآءَ نِيْ زَيْدٌ اَبُوْ عَمْرٍو ۔ وقتیکہ بہ کُنْیَتْ مشہور تر باشد۔

ترجمہ:پنجم:عطفِ بیان ۔ یہ وہ تابع ہے جو صفت نہ ہوتے ہوئے اپنے متبوع کو واضح کرتا ہے۔ جیسے :اَقْسَمَ بِاللّٰهِ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرُ۔ اس وقت جبکہ وہ شخص عَلَم کے ساتھ زیادہ مشہور ہو۔ اور جیسے : جَآءَ نِيْ زَيْدٌ اَبُوْعَمْرٍو۔ اس وقت جبکہ وہ کُنْیَتْ کے ساتھ زیادہ مشہور ہو۔

تشریح: (۱)عطفِ بیان وہ جامد اسم ہوتا ہے جو جامد ہو کر بھی صفت کی طرح اپنے متبوع کو واضح کرتا ہے۔لیکن اس میں اور صفت میں ایک اور فرق یہ ہے کہ صفت ایک ایسے معنی پر دلالت کرتی ہے جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے اور اس معنی کی بدولت اپنے متبوع (موصوف) کو واضح کرتی ہے ۔جبکہ عطفِ بیان اپنے متبوع میں پائے جانے والے کسی وصف یا معنی پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرتے ہوئے اپنے متبوع (مُبَیَّن) کو واضح کرتا ہے۔اس کا زیادہ تر استعمال درج ذیل مواقع پر ہوتا ہے:۔

(۱) اسمِ عَلَم کے بعد لقب ۔ جیسے: جَآءَ عَلِيٌّ زَيْنُ العَابِدِيْنَ ۔ (۲)کُنیت کے بعد اسمِ عَلم ۔ جیسے :قال اَبُوحَفْصٍ عُمَرُ (۳)اسمِ عَلَم کے بعد کُنیت ۔جیسے : جَآءَ حُسَيْنٌ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ (۴)اسمِ اشارہ کے بعد اس کا مشارٌ الیہ۔ جیسے :هٰذَا الكتابُ نَافِعٌ ۔ (۵) صفت کے بعد موصوف (اگر معرفہ ہو) جیسے :اَلْكَلِيْمُ مُوْسٰى ۔ (۶)لقب کے بعد اسمِ علم ۔جیسے:العَلَّامَةُ مُوْسٰى ۔ (۷)مفسَّر کے بعد تفسیر ۔جیسے : اَلْعَسْجَدُ اَیْ:اَلذَّهَبُ ۔ (۸) اسمِ عَلَم کے بعد اِبنٌ ، اِبْنَةٌ ، بِنْتٌ ، زَوْجٌ ، زوجةٌ جب مضاف ہو کر آئیں۔

(۲)عطفِ بیان میں صحیح مسلک یہی ہے کہ اس کا اپنے مُبَیَّن سے زیادہ مشہور ہونا ضروری نہیں۔ مشہور ، مساوی

اورکم مشہور تینوں قسم کا اسم عطفِ بیان بن سکتا ہے۔ اور یہ وضاحت مُبَیَّن اور عطفِ بیان کے مجموعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن مصنف نے دوسرے مسلک کو اختیار کیا ہے جس کے مطابق عطفِ بیان وہ والا اسم بنے گا جو زیادہ مشہور ہوگا اور جو کم مشہور ہوگا اسے مُبَیَّن بنایا جائے گا۔ ان حضرات کے نزدیک اگر عطفِ بیان زیادہ مشہور نہ ہو اور مُبَیَّن سے کم مشہور ہو تو وہ اپنے مبین کی کیا وضاحت کرے گا جو خود اس سے زیادہ مشہور ہے؟

(۳) دو مسائل کے علاوہ ہر عطفِ بیان بدل بن سکتا ہے۔ ان دو مسائل کی تنقیح ذرا دقیق ہے اس لئے ان کی توضیح کسی اور کتاب میں انشاء اللہ کریں گے۔

(۴) عطفِ بیان، صفت کی طرح دس چیزوں میں مُبَیَّن کے موافق ہوتا ہے۔ افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تأنیث، تعریف، تنکیر، رفع، نصب اور جر میں۔ چار امور میں ایجابی طور پر اور چھ امور میں سلبی طور پر۔ مگر اس کا نکرہ میں استعمال بہت نادر ہے بلکہ بعض حضرات نے ممنوع قرار دیا ہے۔

ملاحظہ: اسمِ عَلَم کے بعد اِبْنٌ، اِبْنَةٌ وغیرہ جب آتے ہیں تو عام طور پر انہیں صفت اور ان سے ماقبل اسمِ عَلَم کو موصوف قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ اس ترکیب کو اکثر علمائے نحو نے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کی خاطر ابن ابنۃ وغیرہ جامد اسماء میں (مشار الیہ کی طرح) تاویل کر کے اسے سندِ جواز بھی بخشی ہے۔ اس لئے اسے صفت ماننا درست ہے۔ لیکن تکلف سے بچتے ہوئے عطفِ بیان تسلیم کرنا زیادہ آسان اور واضح ہے۔ اس پر ہم نے بدایۃ النحو میں مدلل روشنی ڈالی ہے۔

نحومیر: فصل : در بیانِ منصرف وغیرِ منصرف۔ **منصرف** آنست کہ ہیچ سبب از اسبابِ منعِ صرف درونباشد۔ **وغیرمنصرف** آنست کہ دو سبب از اسبابِ منعِ صرف درو باشد۔ واسبابِ منعِ صرف نہ ست: عدل ووصف وتأنیث ومعرفہ وعُجمہ وجمع وترکیب ووزنِ فعل والف ونونِ مزید تان۔ چنانچہ در عمر عدلست وعَلَم ودر ثُلٰثُ وَمَثْلَثُ صفت ست وعدل ودر طَلْحَةُ تأنیث ست وعَلَم ودر زَيْنَبُ تانیثِ معنوی ست وعَلَم ودر حُبْلٰی تأنیث بالفِ مقصورہ ودر حَمْرَآءُ تأنیث ست بالف ممدودہ۔ وایں مؤنث بجائے دو سبب ست۔ ودر اِبْرَاهِيمُ عُجمہ ست وعَلَم۔ ودر مَسَاجِدُ وَمَصَابِيحُ جمعِ منتہی الجموع بجائے دو سبب ست ودر بَعْلَبَكُّ ترکیب ست وعَلَم ودر اَحْمَدُ وزنِ فعل ست وعَلَم ودر سَكْرَانُ الف ونون زائدتان ست ووصف ودر عُثْمَانُ الف ونون زائدتان ست وعَلَم۔ وتحقیقِ غیرِ منصرف از کتبِ دیگر معلوم شود۔

ترجمہ: فصل : منصرف اور غیرِ منصرف کے بیان میں۔ **منصرف** وہ (اسم) ہوتا ہے جس میں اسبابِ منعِ صرف میں سے کوئی سبب نہ پایا جائے۔ اور **غیرِ منصرف** وہ ہوتا ہے جس میں منعِ صرف کے دو اسباب پائے جائیں۔ منعِ صرف کے اسباب نو (۹) ہیں: عدل ووصف الخ چنانچہ عُمَرُ میں عدل اور علَم، ثُلٰثُ ومُثْلَثُ میں صفت اور عدل،

طَلْحَةُ میں تانیث وعلم، زَیْنَبُ میں تانیثِ لفظی وعلم، حُبْلٰی میں الفِ مقصورہ سے تانیث، حَمْرَآءُ میں الفِ ممدودہ سے تانیث اوران دونوں قسموں کی تانیث دواسباب کے قائمقام ہے۔ اور اِبْرَاهِیْمُ میں عجمہ اور علم۔ مَسَاجِدُ ومَصَابِیْحُ میں جمعِ منتھی الجموع دواسباب کی جگہ، بَعْلَبَكُّ میں ترکیب اور علم، اَحْمَدُ میں وزنِ فعل اور علم، سَکْرَانُ میں الف نون زائدتان اور وصف اور عُثْمَانُ میں الف نون زائدتان اور علَم کے دودواسباب موجود ہیں۔ غیرِ منصرف کی تحقیق دوسری کتب سے معلوم ہوجائے گی۔

تشریح: حضرت مصنف نے غیرِ منصرف کامختصر سا تذکرہ اعراب کے ذیل میں بھی فرمایا تھا۔ یہاں اس پر یہ اضافہ کیا کہ اس کے نواسباب کا ذکر فرمانے کا بعد چند اسماء کا انتخاب فرما کر ہرطرح کے اسبابِ منعِ صرف کی مثالیں اکٹھی فرمادیں۔ لیکن ان مثالوں سے کوئی ضابطہ متعین نہیں ہوتا کہ کون کون سے اسباب کن کن اسباب کے ساتھ جمع ہوسکتے ہیں؟ زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں اسم میں غیرِ منصرف ہونے کے کون کون سے دواسباب موجود ہیں؟ ہم نے اعراب کی بحث میں غیرِ منصرف پر مفصل اور شافی گفتگو کی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔ اور چونکہ اعراب سمیت وہاں تمرین کرادی گئی ہے اس لئے یہاں تمرین کی ضرورت نہیں۔

مواقعِ غیرِمنصرف: اسم (۱) یاتو ایک سبب کے ذریعے غیرِ منصرف ہوگا (۲) یادواسباب کے ذریعے۔ پھر دواسباب کے ذریعے غیرمنصرف ہونے والا اسم (۱) یاعَلَم ہوگا (۲) یاوصف ہوگا۔ ان دونوں کے علاوہ کوئی اسم غیرِ منصرف نہیں ہوسکتا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:۔

اسمِ غیرِمنصرف تین طرح سے استعمال میں آتا ہے۔ (۱) ایک سبب سے (۲) عَلَم کے ساتھ کوئی اور سبب ملاکر (۳) صفت کے کوئی سبب ملاکر۔

(أ) اس میں ایسا ایک سبب پایا جائے جو دواسباب کے برابر ہے۔ ایسے اسباب تین ہیں (۱) جمع منتهی الجموع (۲) الفِ تانیثِ مقصورہ (۳) الفِ تأنیثِ ممدودہ۔ ان تین اسباب میں سے کوئی سبب جس اسم میں آجائے اسے غیرِ منصرف ہونے کے لئے کسی دوسرے سبب کی ضرورت نہیں۔

(ب) دوسری قسم اسمِ عَلَم ہے کہ اس کے ساتھ اسبابِ منعِ صرف میں سے کوئی دوسرا سبب آجائے تو اسمِ علم غیرِمنصرف ہوجائے گا۔ اسمِ علم کے ساتھ دیگر اسبابِ منعِ صرف میں سے چھ اسباب جمع ہوسکتے ہیں: (۱) تانیث۔ خواہ مؤنث بالتاء ہویا مؤنثِ معنوی ہو۔ (أ) مؤنث بالتاء جیسے: طَلْحَةُ، حَمْزَةُ، عَائِشَةُ، شَکِیْلَةُ وغیرہ۔ (ب) مؤنثِ معنوی۔ جیسے: مَرْیَمُ۔ زَیْنَبُ، سُعَادُ وغیرہ۔ (۲) عجمہ۔ جیسے: یُوْسُفُ، ثَمُوْدُ۔ فِرْعَوْنُ۔ اِبْلِیْسُ وغیرہ۔ (۳) ترکیب:۔ یعنی مرکبِ مزجی کی وہ قسم جس کا دوسرا حصہ اسمِ صوتِ اعجمی (وَیْهِ) نہ ہو۔ جیسے:

بُخْتَنَصَّرُ ، رَامَ هُرْمُزُ ، بَعْلَبَكُّ وغیرہ (۴) الف ونون زائدتان : جیسے: لُقْمَانُ ، سُلَیْمَانُ ، حَمْدَانُ ، مَرْوَانُ وغیرہ۔ (۵) وزنِ فعل ۔ جیسے: اَکْرَمُ ، اَمْجَدُ ، اَرْشَدُ ، یَعِیْشُ ، تَشْکُرُ ، شَمَّرُ ، دُئِلُ وغیرہ۔ (۶) عدل : علمِ معدول زیادہ تر فُعَل کے وزن پر آتا ہے۔ جیسے: جُمَحُ ، مُضَرُ ، قُزَحُ ، ثُعَلُ ، زُفَرُ ، عُمَرُ وغیرہ۔

(ج) اور تیسری قسم وہ اسمِ صفت ہے جو کسی دوسرے سبب کے ساتھ مل کر آئے۔ اسمِ صفت کے ساتھ صرف تین اسباب جمع ہوتے ہیں ۔ (۱) وزنِ فعل ۔ جیسے: اَحْمَرُ ، اَسْوَدُ ، اَحْوَلُ ، اَبْکَمُ ، اَصَمُّ ، اَکْبَرُ ، اَفْضَلُ وغیرہ۔ (۲) الف ونون زائدتان ۔ جیسے: عَطْشَانُ ، سَکْرَانُ ۔ رَیَّانُ ۔ غَضْبَانُ وغیرہ: (۳) **عدل :** یہ اسمِ صفت کے ساتھ دو جگہ جمع ہوتا ہے۔

(أ) پہلے دس اعداد میں ۔ وہاں فُعَالُ اور مَفْعَلُ کے وزن پر آ کر دودو ، تین تین کا معنیٰ ادا کرتا ہے۔ جیسے: مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۔ (دودو ، تین تین اور چار چار سے شادی کرلو) اس آیت میں بیک وقت دونوں معدول اوزان جمع ہیں۔ مَثْنٰی کا وزن مَفْعَل ہے اور عدل اور صفت کی وجہ سے یہ غیرِ منصرف ہوا تو اس کی تنوین حذف ہوگئی ۔ یہ الفِ مقصورہ چونکہ تأنیث کا نہیں بلکہ مبدل من الیاء ہے اس لئے الفِ مقصورہ اس کے منعِ صرف کا سبب نہیں۔ اور ثُلَاثَ وَرُبَاعَ دونوں اعداد فُعَالُ کے وزن پر ہیں ۔ اُحَادُ سے لے کر عُشَارُ تک اور مَوْحَدُ سے مَعْشَرُ تک تمام اعداد اس معنیٰ میں استعمال ہوتے اور غیرِ منصرف پڑھے جاتے ہیں۔

(ب) چند اسمائے صفات میں فُعَلُ کے وزن پر۔ وہ اسمائے صفات یہ ہیں: جُمَعُ ، کُتَعُ ، بُتَعُ ، بُصَعُ ، اُخَرُ ۔ (ان کی تفصیل آئندہ کسی کتاب میں ذکر کی جائے گی۔ درجۂ اولیٰ کے طلبہ اس کے متحمل نہیں ہوسکتے)۔

(۳) اس تفصیل سے یہ تنقیح بھی سامنے آ گئی کہ چونکہ (أ) جمعِ منتهى الجموع ، تانیث کی دو اقسام (تانیث بالفِ مقصورہ اور تانیث بالفِ ممدودہ) اکیلے ہی منعِ صرف کے دو اسباب کے قائمقام ہیں اس لئے ان کے کسی اور سبب کے ساتھ جمع ہونے کی ضرورت نہیں۔ (ب) ان دونوں کو الگ نکالنے کے بعد ہمارے پاس آٹھ اسباب (تانیث بالتاء سمیت) بچتے ہیں۔ ان میں سے اسمِ علم اور اسمِ صفت ایک دوسرے کے قسیم ہیں اس لئے یہ طے ہوگیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوں گے ۔ جب یہ طے ہوگیا کہ علم اور صفت ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے اور یہ بھی طے ہے کہ پہلی دو اقسام کے علاوہ جو بھی اسم غیرِ منصرف ہوگا وہ یا عَلَم ہوگا یا وصف ! تو اب علم کے پاس بھی صرف چھ اسباب کو اپنے ساتھ جمع کرنے کی گنجائش ہے (کیونکہ جمعِ منتهى الجموع اکیلا سبب بننے کی وجہ سے اور اسمِ صفت اس کا قسیم ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا تو اب عَلَم کے علاوہ صرف چھ اسباب ہی بچتے ہیں)۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ عَلَم میں اتنی وسعت ہے کہ اس کے ساتھ چھ کے چھ اسباب منعِ صرف جمع ہوتے ہیں۔

(ج) عَلَم کی طرح وصف کے ساتھ بھی چھ اسباب کے جمع ہونے کی گنجائش تو ہے۔ لیکن اوپر آپ نے دیکھا کہ اس کے

ساتھ آدھے (تین) اسباب جمع ہوتے ہیں اور آدھے نہیں ہوتے۔

نحومیر : **فصلِ سِوُّم** درحروفِ غیرِ عاملہ۔ وآں شانزدہ قسم ست: **اول** : حروفِ تنبیہ وآں سہ است: اَلَا وَ اَمَا وَ هَا۔

ترجمہ: **فصلِ سِوُّم** : حروفِ غیرِ عاملہ کے بیان میں ہے۔ اور یہ سولہ قسم کے ہیں۔

اول : حروفِ تنبیہ۔ اور یہ تین حروف ہیں: اَلَا ، اَمَا ، هَا۔

تشریح: (۱) کتاب کے آخر میں مصنف غیرِ عامل حروف کو لائے ہیں۔ عربی میں حروف کی تین اقسام ہیں (۱) وہ حروف جو فعل اور اسم دونوں کے ساتھ آتے ہیں۔ ایسے حروف تمام کے تمام غیرِ عامل ہیں جیسے لامِ تاکید ، ہمزۂ استفہام ، هَل وغیرہ۔ (۲) وہ حروف جو فعل کے ساتھ مختص ہیں یہ فعل میں عمل کرتے ہیں جیسے حروفِ ناصبہ وحروفِ جازمہ (لیکن جو حروف فعل کے ساتھ اس طرح مختص ہیں کہ وہ اس کے جزو کی طرح بن جاتے ہیں وہ فعل میں عمل نہیں کرتے۔ جیسے سین، سَوف اور قَدْ) اور (۳) تیسری قسم ان حروف کی ہے جو اسم کے ساتھ مختص ہیں۔ ایسے تمام حروف اسم میں عمل کرتے ہیں۔ جیسے: حروفِ جارہ ، حروفِ مشبہہ بالفعل وغیرہ۔

(۲) حروفِ غیرِ عاملہ کی پہلی قسم میں مصنف حروفِ تنبیہ کو لائے ہیں۔ یہ تین حروف ہیں۔

اَلَا: اس کا دوسرا نام اَلَا استفتاحیہ بھی ہے کیونکہ یہ کلام کے شروع میں آتا ہے اور اس سے کلام کا افتتاح ہوتا ہے۔ یہ دو جگہوں پر آتا ہے اور کسی قسم کا عمل نہیں کرتا۔ (۱) جملۂ اسمیہ پر۔ جیسے: اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (۲) جملۂ فعلیہ پر۔ جیسے: اَلَا يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ۔

اَلَا لِلْعَرْض: بعض دفعہ اَلَا عرض کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے: اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ **اَلَا لِلتَّحضِيض**: بعض دفعہ یہ تحضیض کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے: اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اَيْمَانَهُمْ۔ **اَلَا لِلتَّوبِيخ وَالْانكار**: بعض جگہ توبیخ وانکار کے لئے آتا ہے۔ جیسے: اَلَا تَسْتَحْيِيْ مِنْ وَّالِدِكَ؟ **اَلَا لِلْاِسْتِفْهَام**: بعض دفعہ نفی کے استفہام کا معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے: اَلَا تَذْهَبُ الْيَوْمَ اِلَى الْمَدْرَسَةِ؟

اَمَا: اسے بھی استفتاحیہ کہا جاتا ہے۔ مگر یہ صرف قَسَم پر آتا ہے۔ جیسے: ابو صَخر هُذَلِی کا یہ شعر ہے: ع

اَمَا وَالَّذِی اَبْكٰی وَاَضْحَكَ وَالَّذِیْ — اَمَاتَ وَاَحْيٰی وَالَّذِیْ اَمْرُهُ الْاَمْرُ

احادیث میں اس کا استعمال بکثرت وارد ہے۔

هَا: یہ بھی حرفِ تنبیہ اور غیرِ عامل ہے۔ یہ تین مقامات میں آتا ہے۔ (۱) اسمائے اشارہ سے پہلے۔ جیسے: هٰذا ، هٰذِهٖ وغیرہ (۲) اس ضمیرِ مرفوعِ منفصل سے پہلے جس کی خبر اسمِ اشارہ سے آرہی ہو۔ (اس ضمیر کے استعمال اور

احکام پر تفصیلی گفتگو ہم نے کتاب الا عاریب میں کی ہے) جیسے : هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ ۔ (۳) اَیٌّ جب منادیٰ بن کر آئے تو اس کے بعد اس کا لانا واجب ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ یَآاَیُّهَا میں اَیٌّ کی تنوین هَا کی طرف مضاف ہونے سے ساقط نہیں ہوئی (جیسا کہ بظاہر لگتا ہے) بلکہ اَیٌّ چونکہ نکرۂ مقصودہ منادیٰ ہے اس لئے یارَجُلُ کی طرح اپنی علامتِ رفع (ضم) پر مبنی ہے۔ اور هَا اس کا مضاف الیہ نہیں ہے کیونکہ یہ حرف ہے ۔ اور حرف کسی اعرابی (مبتدا ، خبر ، مفعول ، مضاف الیہ وغیرہ) مقام پر واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ صرف حرفِ تنبیہ ہے جو بتلا رہا ہے کہ اس کا مابعد اس کا مخاطب اور منادیٰ ہے۔

تمرین: حروفِ تنبیہ کی شناخت کریں اور بتلائیں کہ وہ کس موقعہ پر استعمال ہو رہے ہیں۔

اَلَآاِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ ۔ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۔یَآاَیُّهَاالْمُزَّمِّلُ۔هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ۔ یَآاَیُّهَاالنَّبِیُّ ۔اَلَآاِنَّ ثَمُوْدَ کَفَرُوْارَبَّهُمْ ۔اِنْ هٰذَانِ لَسٰحِرَانِ ۔

نحومیر: دُوُم : حروفِ ایجاب ۔ وآں شش ست : **نَعَمْ وَبَلٰی وَاَجَلْ وَاِیْ وَجَیْرِ وَاِنَّ۔**

ترجمہ: دُوُم حروفِ ایجاب ۔ اور یہ چھ ہیں۔ نَعَمْ ، بَلٰی الخ۔

تشریح: علمائے لغت نے ان کے علاوہ بَجَلْ کو بھی اَجَل کے معنی میں حرفِ ایجاب تسلیم کیا ہے ۔ ان کے معانی اس طرح سے ہیں:۔

نَعَمْ: یہ حرفِ جواب تین قسم کے جملوں کے بعد واقع ہوتا ہے اور ہر جگہ الگ معنی کا فائدہ دیتا ہے ۔ ایک بات یاد رہے کہ تینوں قسم کے جملوں میں مثبت جملے کے بعد اثبات اور منفی جملے کے بعد نفی کا فائدہ دیتا ہے ۔ (۱) اگر یہ **جملۂ خبریہ** کے بعد آئے تو **تصدیق** کا فائدہ دیتا ہے ۔ جیسے (اُ) کوئی کہے نَامَ بَشِیْرٌ ۔ اس کے جواب میں اگر آپ نَعَمْ کہیں گے تو سونے کی تصدیق ہوگی کہ ہاں وہ سو گیا ہے ۔ (ب) اور اگر کوئی کہے :لَمْ یَذْهَبْ سَالِمٌ اور اس کے جواب میں آپ نَعَمْ کہیں تو آپ نے سالم کے نہ جانے کی تصدیق کی ہے کہ سالم نہیں گیا۔

(۲) اگر یہ **جملۂ طلبیہ** (امر یا نہی یا اس کے معنی میں کسی جملہ) کے بعد واقع ہو تو **وَعْد** کا فائدہ دیتا ہے۔ چنانچہ: (اُ) اگر کوئی کہے کہ : خُذِالْکِتَابَ اور آپ اس کے جواب میں نَعَمْ کہیں تو یہاں اس کا مطلب تصدیق نہیں بلکہ اثباتی وعدہ ہے کہ جی ہاں میں پکڑتا ہوں ۔ (ب) اور اگر کوئی کہے : لَاتَضْحَكْ اور اس کے جواب میں آپ نَعَمْ کہیں تو یہاں اس کا مفہوم منفی وعدہ کا ہے کہ آپ وعدہ کر رہے ہیں کہ میں نہیں ہنسوں گا۔ اسمائے افعال (هَاتِ ، هَا ، اِلَیْكَ ، حَیَّهَلَا وغیرہ) کی مثالیں اور حروفِ تخفیض اَلَّا ، هَلَّا لَوْلَا ، لَوْمَا ، جو کہ امر اور نہی کے معنی کا فائدہ دیتے ہیں ، ان کی مثالیں اور جواب خود تیار کرلیں ۔

(۳) **استفهام:** کے جواب میں اگر نَعَمْ آئے تو **اخبار** کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے: (اَ) اگر کوئی کہے کہ: هَلْ رَاَيْتَ سَيَّارَتِيْ ؟ اور آپ جواباً نَعَمْ کہیں تو نہ آپ سائل کی تصدیق کر رہے ہیں نہ ہی اس سے کوئی وعدہ کر رہے ہیں بلکہ اسے خبر دے رہے ہیں کہ ہاں میں نے آپ کی گاڑی دیکھی ہے (ب) اور اگر منفی جملہ میں کوئی کہے: اَمَادَرَسْتَ الْيَوْمَ ؟ اور جواب میں آپ نَعَمْ کہیں تو آپ اسے خبر دے رہے ہیں کہ جی ہاں آج میں نے سبق نہیں پڑھا۔

ملاحظہ: نَعَمْ کا استعمال استفهام کے جواب میں اَجَلْ سے بہتر ہے اور اَجَلْ کا استعمال خبر کے جواب میں نَعَمْ سے بہتر ہے۔

بَلٰی: یہ حرفِ جواب تکذیبِ نفی کے لئے آتا ہے۔ اس لئے صرف نفی کے بعد آتا ہے۔ خواہ خبری جملہ ہو یا استفهامی۔ **خبریه** کی مثال: مَاقَامَ عَلِيٌّ کے جواب میں اگر کوئی کہے بَلٰی تو گویا وہ نفیِ قیام کا ابطال اور تکذیب کر رہا ہے۔ اردو میں ترجمہ یوں ہوگا: کیوں نہیں؟ یعنی وہ تو کھڑا ہوا ہے۔ اور **استفهامیه** کی مثال: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْابَلٰی

فرق: ان دونوں حروف کی تشریح سے فرق واضح ہوگیا کہ نفی کے جواب میں نعم تصدیق کا اور بَلٰی تکذیب کا فائدہ دیتا ہے۔

اَجَل: یہ نَعَمْ کا مکمل ہم معنی حرف جواب ہے۔ اس کے استعمال کے مواقع وہی ہیں جو نَعَمْ کے ہیں۔

اِیْ: یہ بھی نَعَمْ کا ہم معنی ہے اور انہی تین معانی پر دلالت کرتا ہے جن پر نَعَمْ اور اَجَلْ دلالت کرتے ہیں۔ مگر اس **فرق** کے ساتھ کہ اِیْ کے بعد قسم کا لانا واجب ہے۔ جیسے: هَلْ قَرَأتَ الصَّحِيْفَةَ (کیا تم نے اخبار پڑھا) کا جواب: اِیْ وَاللّٰهِ۔ اَیْ: قَرَأْتُ۔

جَيْرِ: یہ بھی نَعَمْ کا ہم معنی ہے۔ اور یہ واحد حرفِ جواب ہے جو مبنی عَلَى الكَسْرِ ہے سابقہ تمام حروفِ جواب مبنی علی السکون تھے۔

اِنَّ: یہ حرف پہلے آپ حروفِ مشبهه بالفعل میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ وہ جملۂ اسمیہ میں دو طرح کا عمل کرنے والا عامل حرف تھا۔ یہ والا اِنَّ عامل نہیں بلکہ محض حرفِ جواب ہے۔ حروفِ جواب میں سے یہ واحد حرف ہے جو مبنی علی الفتح ہے۔ یہ بھی نَعَم کا ہم معنی ہے۔ اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اگر درمیانِ کلام میں آئے تو اپنی اصل شکل میں لکھا اور بولا جاتا ہے۔ جیسے: کوئی کہے کہ هَلْ جَآءَ كَ ضَرَّارٌ؟ تو آپ اس کے جواب میں کہیں: اِنَّ، جَآءَنِيْ ضَرَّارٌ۔ (یہ اِنَّ چونکہ غیر عاملہ ہے اسلئے اسم، فعل، حرف ہر چیز پر داخل ہوسکتا ہے) اور اگر نَعَم کی طرح خالی اِنَّ کہنا چاہیں اور اس پر وقف کرنا چاہیں تو اس کے آخر میں هاءُ السَّكت لگانا واجب ہے۔ (تاکہ اِنْ شرطیه یا اِنَّ مشبهه بالفعل سے التباس نہ آئے) پھر آپ کہیں گے: اِنَّهْ۔ اَیْ: نَعَمْ۔

نحو میر: سِوُم: حروفِ تفسیر وآں دواست: اَیْ وَاَنْ ۔ کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی :وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰاهِیْمُ ۔

ترجمہ: سِوُم : حروفِ تفسیر دو حروف ہیں ۔ اَیْ اور اَنْ ۔ جیسے ارشاد باری تعالی ہے: وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰاهِیْمُ ۔

تشریح: مصنف نے یہاں دو حروفِ تفسیر بیان فرمائے ہیں ۔ **اَیْ:** کا اصل استعمال مفردات کی تفسیر کیلئے ہے ۔ جیسے: هٰذَاعَسْجَدٌ اَیْ ذَهَبٌ ۔ اس کا مابعد اس کے ماقبل کا عطفِ بیان یابدل الکل ہوتا ہے ۔ بعض جگہ جملے کی تفسیر کیلئے بھی آتا ہے ۔ **اَن:** یہ اَن فعلِ مضارع کو نصب دیکر مصدری معنی میں کرنے والا نہیں بلکہ اس سے الگ محض حرفِ تفسیر اور غیرِ عامل ہے اس کا استعمال عام طور پر قول کے معنی میں آنے والے افعال کے بعد دو جگہوں میں ہوتا ہے ۔ (۱) ایک اس بات کی وضاحت کرنے کیلئے کہ میں نے فلاں بندے کو کن الفاظ سے مخاطب کیا ۔ جیسے: وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰاهِیْمُ ۔ یہاں اَن اس بات کی تفسیر کر رہا ہے کہ ہم نے کن الفاظ میں ابراہیم علیہ السلام کو مخاطب بنایا اور پکارا ۔ (۲) اس بات کی وضاحت اور تفسیر کے لئے آتا ہے کہ ہم نے اس شخص کو کیا کہا؟ جیسے: وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ ۔

اذا تفسیریہ: حروفِ تفسیر میں حضرت مصنف نے اِذَا کو اسلئے شامل نہیں فرمایا کہ وہ حرف نہیں بلکہ اسمِ ظرف ہے اور تفسیر کیلئے جب آتا ہے تب بھی وہ اسمِ ظرف کے طور پر ہی آتا ہے ۔ اس کا استعمال عام طور پر لغات اور معاجم میں ہوتا ہے اور کسی لفظ کا معنی بتلانے کے لئے آتا ہے ۔ جیسے: تَقُوْلُ :اِسْتَكْتَمْتُهُ الْحَدِیْثَ اِذَاسَاَلْتَهٗ كِتْمَانَ الْحَدِیْثِ ۔ عام طور پر اسے مخاطب کے صیغے کے ساتھ لایا جاتا ہے ۔

نحو میر: چھارُم :حروفِ مصدریه وآں سہ است: مَاوَاَنْ وَاَنَّ ۔ مَاوَاَنْ درفعل روند تافعل بمعنی مصدر باشد ۔

ترجمہ: چھارُم: حروفِ مصدریہ ۔ یہ تین حروف ہیں ۔ مَا ، اَنْ اور اَنَّ ۔ ان میں سے مَا اور اَن فعل پر داخل ہوکر اسے مصدر کے معنی میں کرتے ہیں ۔

تشریح: (**حروفِ موصوله**) حروفِ مصدریہ کا دوسرا نام حروفِ موصولہ بھی ہے ۔ اسمائے موصولہ کے ضمن میں ہم بتلا چکے ہیں کہ علمائے نحو نے سات حروف کو موصول (مصدریہ) قرار دیا ہے ۔ مَا ، اَنْ ، اَنَّ ، کَیْ ، لَوْ ، اَلَّذِی اور همزه تسویة ۔ ان تمام حروف کے استعمال کی تفصیل یہ ہے کہ:

ما: خواہ مَامصدریه ہو یا مصدریه ظرفیه، دونوں صورتوں میں مَا یافعلِ ماضی متصرف کے ساتھ آتی ہے ۔ یامضارع متصرف کے ساتھ آتی ہے یا جملهٔ اسمیه کے ساتھ آتی ہے ۔ اور بہت کم مواقع میں اسمِ جامد کے ساتھ بھی آتی ہے مگر فعلِ امر کے ساتھ بالکل نہیں آتی ۔ اور ان استعمالات میں غیرِ عاملہ ہوتی ہے ۔

اَن: یہ صرف فعلِ متصرف کے ساتھ آتا ہے خواہ وہ ماضی ہو یا مضارع یا امر ۔

(مضارع پر آنے کی صورت میں نصب کا عمل بھی کرتا ہے)۔

اَنَّ: یہ حرفِ مصدری صرف جملۂ اسمیہ پر آتا ہے (اس کی تأویل بالمصدر کی تفصیل حروفِ مشبهه بالفعل میں گذر چکی ہے)۔

کَیْ: یہ صرف فعلِ مضارع پر داخل ہوکر اسے مصدر کے معنی میں کرتا ہے۔ مگر اس کے مصدری ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے لفظاً یا تقدیراً لامِ کَی موجود ہو۔ یہ مضارع کو نصب دیتا ہے۔ جیسے: لِکَیْلَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ ۔ اَیْ: لِعَدَمِ کَوْنِ حَرَجٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔

لَوْ: عام طور یہ تمنّی پر دلالت کرنے والے افعال (وَدَّ ، حَبَّ وغیرہ) کے بعد آتا ہے۔ جیسے: یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ اَی: تعمیرَهٗ اَلْفَ سنةٍ۔ یہ حرف بھی غیر عامل ہے۔

اَلَّذِیْ: ایک اَلَّذِیْ اسمائے موصولہ کا مشہور اسم ہے۔ مگر حرفِ موصول کے طور پر آنے والا اَلَّذِیْ نہایت قلیل الاستعمال ہے۔ یہ فعلِ ماضی پر آتا ہے۔ جیسے: وَخُضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاضُوْا ۔ اَیْ: کَخَوْضِهِمْ۔

همزة التسوية: یعنی وہ ھمزہ جو سَوَاءٌ کے بعد آتا ہے۔ یہ فعلِ ماضی پر آکر اسے مصدر کے معنی میں کرتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک اور فعلِ ماضی بھی اَمْ کے عطف سے آکر مصدری معنی میں ہوجاتا ہے۔ جیسے: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ اَیْ: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اِنْذَارُكَ اِیَّاهُمْ اَوْعَدَمُ اِنْذَارِكَ اِیَّاهُمْ۔

ملاحظه: ان سات حروفِ موصولہ مصدریہ میں سے تین (اَن ، اَنَّ اور کَیْ) عاملہ ہیں جبکہ دوسرے چار، حروفِ غیر عاملہ ہیں۔ انہیں تغلیباً حروفِ غیر عاملہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

نحومیر: پنجم: حروفِ تحضیض۔ وآں چہار ست: اَلَّا وَهَلَّا وَلَوْلَا وَلَوْمَا۔

تشریح: ان کے علاوہ: اَلَا کا شمار بھی حروفِ تحضیض میں ہوتا ہے۔ جیسے: اَلَاتُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّکَثُوْا اَیْمَانَهُمْ ۔ تمام حروفِ تحضیض صرف افعال پر داخل ہوتے ہیں۔ اسم پر داخل نہیں ہوتے۔ کبھی ایسا ضرور ہوجاتا ہے کہ ان کے بعد فعل مقدر ہوتا ہے اور ایسے لگتا ہے جیسے یہ اسم پر داخل ہوئے ہیں۔ جیسے: حدیث شریف میں آتا ہے کہ: فَهَلَّا بِکْرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ۔ یہاں هَلَّا اسم (بِکْرًا) پر نہیں بلکہ فعلِ مقدر (تَزَوَّجْتَ) پر داخل ہوا ہے۔ یا فعل مؤخر ہوتا ہے اور حرفِ تحضیض کے بعد اسم ہوتا ہے۔ جیسے: لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ۔ یہاں یہی سمجھا جائے گا کہ حرفِ تحضیض (لَوْلَا) اسم (اِذْ) پر نہیں بلکہ فعلِ مؤخر (قُلْتُمْ) پر داخل ہوا ہے کیونکہ فعل کا مقام یہی ہے کہ وہ مقدم ہو اور ظرف اس سے مؤخر ہو۔

تحضیض وتندیم: یہ تو اوپر واضح ہوچکا کہ حروفِ تحضیض صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں۔ اب اتنا فرق مزید سمجھ لیں کہ یہ تمام حروف جب فعلِ مضارع پر آتے ہیں تو تحضیض کا فائدہ دیتے ہیں اور جب ماضی پر آتے ہیں تو تندیم کا

فائدہ دیتے ہیں ۔اور تیسرا فرق یہ بھی کہ لَوْلَا اور لَوْمَا جب فعل کی بجائے اسم پر داخل ہوں تو تخصیص کی بجائے شرط کا فائدہ دیتے ہیں اور غیرِ عاملہ حروفِ شرط میں شمار ہوتے ہیں۔

نحومیر:ششم :حروفِ توقع ۔وآں قدست برائے تحقیق در ماضی وبرائے تقریبِ ماضی بحال ودر مضارع برائے تقلیل۔

ترجمہ:ششم : حروفِ توقع ۔اور وہ حرف قَدْ ہے ۔جو ماضی میں تحقیق اور ماضی کو حال کے قریب کرنے کا فائدہ دیتا ہے اور مضارع میں تقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔

تشریح:(قَدْاسمی ، قَدْاسمِ فعل اورقَدْحرفی)قَدْ تین طرح سے استعمال ہوتا ہے (۱) بطورِ اسم بمعنی حَسْبُ۔ جیسے :قَدْرَاشِدٍ دِرْهَمٌ ۔ (راشد کو ایک درہم کافی ہے)قَدْ بمعنی حَسْبُ اسم ہے اور مبتدا واقع ہو کر راشد کی طرف مضاف ہے ۔ درھم اس کی خبر ہے ۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ کہیں حَسْبُ رَاشِدٍ دِرْهَمٌ ۔ اسے یائے متکلم کی طرف مضاف کرتے وقت آپ قَدِیْ اللّٰهُ کہیں گے جیسے آپ حَسْبِیَ اللّٰهُ کہتے ہیں ۔(۲) بطورِ اسمِ فعلِ مضارع ۔ اس وقت یہ یَکْفِیْ کے معنی میں ہوتا ہے ۔اس وقت آپ سابقہ جملہ کا مفہوم ادا کرنے کیلئے :قَدْرَاشِدًادِرْهَمٌ کہیں گے ۔ قَدْاسمِ فعلِ مضارع ہے، رَاشِدًا اس کا مفعول بہ بن کر منصوب اور دِرْهَمٌ اس کا فاعل بن کر مرفوع ہے۔جب قَدْ بطورِ اسمِ فعلِ مضارع آئے تو اس کے بعد براہِ راست یائے متکلم نہیں آئے گی ۔ بلکہ فعل کے عمومی ضابطے کے مطابق اس سے پہلے نونِ وقایہ کا لانا ضروری ہے۔ جیسے:قَدْنِیْ دِرْهَمٌ ۔اَیْ: یَکْفِیْنِیْ دِرْهَمٌ۔(۳) تیسرا اور اکثر استعمال بطورِ حرف ہے۔جو صرف فعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

قَدْحرفیة:جب یہ بطور حرف آئے تو دیکھیں گے کہ ماضی میں استعمال ہو رہا ہے یا مضارع میں ۔ (۱)ماضی میں بیک وقت دو فوائد دیتا ہے ایک تحقیق کا اور دوسرا تقریبِ ماضی الی الحال کا۔ اس کا اردو ترجمہ ابھی ابھی ، کرلیا یا کر چکا کے الفاظ سے کیا جائے گا ۔ جیسے :قَدْ نَامَتِ الْوَالِدَةُ :والدہ صاحبہ ابھی ابھی سوئی ہیں/ سو چکی ہیں۔قَدْتَعَشَّیْتُ: میں نے ابھی ابھی رات کا کھانا کھایا ہے/ میں رات کا کھانا کھا چکا ہوں/ میں نے رات کا کھانا کھالیا ہے ۔اردو کی ان تینوں تعبیرات میں تحقیق وتقریب کے ہر دو معانی ادا ہو رہے ہیں ۔

مضارع پر داخل ہو تو کبھی (۱)تقلیل کا فائدہ دیتا ہے ۔جیسے : قَدْیَصْدُقُ الْکَذُوْبُ :(کبھی کبھی کذاب آدمی بھی سچ بول دیتا ہے)(۲) کبھی توقع کا فائدہ دیتا ہے ۔اس کا اردو ترجمہ توقع یا ہوسکتا ہے کے الفاظ میں کیا جائے گا۔ جیسے :قَدْیَأْتِیْ سَعِیْدٌ۔(توقع ہے کہ سعید آئے/ ہوسکتا ہے سعید آئے) (۳)تحقیق کا فائدہ بھی بعض دفعہ دیتا ہے ۔ جیسے : قَدْ یَعْلَمُ مَآاَنْتُمْ عَلَیْهِ ۔ (۴)تکثیر: بعض دفعہ فعلِ مضارع پر آ کر تقلیل کی بجائے تکثیر کا فائدہ دیتا ہے ۔ جیسے هُذَلِی کا یہ

شعر ہے: ع

قَدْاَتْرُكُ الْقِرْنَ مُصْفَرًّااَنَامِلُهٗ   كَاَنَّ اَثْوَابَهٗ مُجَّتْ بِفِرْصَادٖ

اَیْ : كَثِیْرًامَّااَتْرُكُ ۔

(۵) تقلیلِ متعلّق : بعض دفعہ فعلِ مضارع پر آکر فعلِ مضارع کی بجائے اس کے متعلق کی تقلیل کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے : قَدْ یَعْلَمُ مَآاَنْتُمْ عَلَیْهِ ۔ ای : مَآاَنْتُمْ عَلَیْهِ هُوَاَقَلُّ مَعْلُوْمَاتِهٖ ۔

تمرین : درج ذیل امثلہ حروفِ جواب ، حروفِ تفسیر ، حروفِ مصدریہ ، حرفِ توقع اور حروفِ تحضیض کی شناخت کریں۔ وضاحت کریں کہ وہ تحضیض کے لئے ہے یا تندیم کے لئے؟ لَوْلَا اور لَوْمَا کی مزید وضاحت کریں کہ وہ تحضیض کے لئے ہے یا تندیم کیلئے یا شرط کے لئے؟

لَقَدْكِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَیْهِمْ ۔ قَالُوْانَعَمْ ۔ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓی اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّعَیْنُها۔ لَوْلَآ اِذْسَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ۔ لَقَدْجَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۔ لَوْمَاتَاْتِیْنَابِالْمَلٰٓئِكَةِ۔وَدُّوْالَوْتُدْهِنُ۔ سَوَآءٌعَلَیْنَآاَجَزِعْنَآاَمْ صَبَرْنَا۔فَلَوْلَآاِذَابَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ۔ لِكَیْلَاتَاْسَوْاعَلٰی مَافَاتَكُمْ۔وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِعِتِیًّا۔قَالُوْابَلٰی۔ وَاَوْحَیْنَآاِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ۔عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا۔لَوْلَاجَآءُ وْاعَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ۔لِكَیْ لَایَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ۔شَهِدَاللّٰهُ اَنَّهٗ لَآاِلٰهَ اِلَّاهُوَ۔وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرَاهِیْمُ۔قَدْبَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا۔لِكَیْلَایَعْلَمَ بَعْدَعِلْمٍ شَیْئًا۔وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا۔ رُبَمَایَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْالَوْكَانُوْامُسْلِمِیْنَ۔لَقَدْعَلِمْتَ مَالَنَافِیْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ۔ وَاَوْحَیْنَآاِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ۔سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ۔قَدْیَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِیْنَ مِنْكُمْ۔یَوَدُّاَحَدُهُمْ لَوْیُعَمَّرُاَلْفَ سَنَةٍ۔وَاعْلَمُوْآاَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَافِیْٓ اَنْفُسِكُمْ۔سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ ۔وَاعْلَمُوْٓااَنَّكُمْ غَیْرُمُعْجِزِی اللّٰهِ۔ كَیْ لَا یَكُوْنَ دُوْلَةً۔نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَادَآئِرَةٌ۔قَدْسَمِعَ اللّٰهُ ۔

نحومیر : **هفتم** : حروفِ استفهام وآں سہ است: ما وهمزه وَهَلْ ۔

ترجمه : **هفتم**: حروفِ استفہام ۔ اور وہ تین ہیں: مَا ، همزه اور هَلْ۔

تشریح: (۱) حضرت مصنف سے یہاں ذہول ہوا ہے۔ استفہام کے لئے عربی زبان میں صرف دو حروف آتے ہیں: هَلْ اور همزه ۔ جہاں تک مَااستفهامیه کا تعلق ہے تو وہ اسمائے استفهام میں سے ہے ، حروفِ استفهام میں سے نہیں ہے۔

اصل میں ما ان کلمات میں سے ہے جو کبھی اسم کے طور پر اور کبھی حرف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ (۱) ماموصولہ (۲) ماتعجبیہ (۳) مانکرہ موصولہ (۴) مااستفہامیہ (۵) اور ما شرطیہ یہ پانچوں اقسام مااسمیہ کی ہیں۔ (۱) مانافیۃ (۲) مازائدہ (جیسے: متی ما، حَیْثُما، اَیْنَما میں آنے والی مَا) (۳) ماکافۃ (۴) ماحجازیہ (مشابھۃ بِلَیْسَ) (۵) مامصدریہ (۶) اور مامصدریہ ظرفیہ کا تعلق حرف سے ہے۔ (۲) اسمِ غیرِ متمکن کے بیان میں آپ نے اسمائے استفہام پڑھے۔ یہاں یہ دو حروفِ استفہام بھی مکمل ہو گئے ہیں۔ یہاں ہم ان تمام ادواتِ استفہام (اسماء وحروف) کا ایک مشترک حکم بیان کرتے ہیں۔ ادواتِ استفہام تین طرح کے ہیں۔ (۱) وہ جو تصور (مفرد) کے بارے میں سوال کرنے کیلئے آتے ہیں (۲) وہ جو تصدیق (اسناد) کے بارے میں استفہام کرنے کے لئے آتے ہیں۔ (۳) جو دونوں کے لئے آتے ہیں۔

صرف استفہامِ تصور: کے لئے تمام اسمائے استفہام استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے: مَاذَاقَالَ رَبُّكُمْ ؟مَنْ ذَاالَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ ؟

صرف طلبِ تصدیق کے لئے صرف ھَلْ آتا ہے۔ اور صرف مثبت جملے میں استعمال ہوتا ہے، منفی میں نہیں ہوتا۔ جیسے: ھَلْ اَتَاكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ؟

طلبِ تصور وتصدیق: دونوں کے لئے صرف ہمزہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: (۱) اَضَرَبْتَ اللِّصَّ اَمْ قَتَلْتَهٗ؟ (طلبِ تصدیق) (۲) اَرَشِیْدًا ضَرَبْتَ اَمْ سُهَیْلًا ؟ (طلبِ تصور)۔

نحومیر: ہشتم: حروفِ روع۔ وآن کَلّا ست بمعنی باز گردانیدن وبمعنی حقاً نیز آمدہ ست۔ چوں: کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: ہشتم: حروفِ روع۔ وہ صرف کَلّا ہے جو روکنے کے لئے آتا ہے۔ اور کبھی حقًّا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے: کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

نحومیر: نہم: تنوین۔ وآن پنج ست: **تمکّن:** چوں: زَیْدٌ **وتنکیر** ۔ چوں: صَهٍ اَیْ: اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّا فِیْ وَقْتٍ مَّا۔ امّا صَهْ بغیرِ تنوین فمعناہ: اُسْكُتِ السُّكُوْتَ الْاٰنَ۔ **وعِوَض** ۔ چوں: یَوْمَئِذٍ۔ **ومقابلہ** ۔ چوں۔ مُسْلِمَاتٌ۔ **وترنم** کہ در آخرِ ابیات باشد۔ شعر۔ ع

اَقِلِّي اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِیْ اِنْ اَصَبْتُ لَقَدْ اَصَابَنْ

وتنوینِ ترنّم در اسم وفعل وحرف رود۔ ولمّا چہارِ اوّلین خاص ست باسم۔

ترجمہ: نہم: تنوین۔ اور یہ پانچ قسم کی ہوتی ہے (۱) **تمکّن** ۔ جیسے: زَیْدٌ (۲) **تنکیر** ۔ جیسے: صَهٍ: یعنی کسی بھی

وقت کسی بھی طرح کی خاموشی اختیار کرلو۔ لیکن صَهٍ (تنوین کے بغیر) کا معنی یہ ہے کہ اس وقت خاموش ہوجاؤ۔ (۳) **عِوَض**۔ جیسے: یَوْمَئِذٍ (۴) **مقابلہ**۔ جیسے: مُسْلِمَاتٌ اور (۵) **ترنُّم** جو اشعار کے آخر میں آتی ہے۔ جیسے یہ شعر ہے (جو اوپر گذر چکا ہے)۔ اور تنوینِ ترنم اسم، فعل اور حرف تینوں کلمات کے آخر میں آتی ہے۔

تشریح: (ا) تنوین کی مذکورہ پانچ اقسام میں سے پہلی چار اقسام تو اسم کی علامت ہیں لیکن آخری قسم اسم کی علامت نہیں کیونکہ یہ اسم کے علاوہ فعل اور حرف پر بھی آسکتی ہے۔

تعریفِ تنوین: تنوین اس نونِ ساکن کو کہتے ہیں جو تو کید پر دلالت نہ کرتا ہو اور اسم کے آخر میں لفظاً آئے کتابةً نہ آئے۔

تنوینِ تمکن: وہ تنوین ہے جو کسی اسم کے متمکن ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ غیر متمکن (مبنی) اسماء پر تنوین نہیں آتی۔ جیسے: زَيْدٌ ، قَسَمٌ پر آرہی ہے ، ذٰلِكَ ، أَيْنَ وغیرہ پر نہیں آرہی۔

تنوینِ تنکیر: یہ تنوین کسی اسم میں تنکیر کا معنی پیدا کرنے کے لئے آتی ہے جو اس سے پہلے اس میں موجود نہیں ہوتا۔ اس کا استعمال یا تو اسمائے افعال میں ہوتا ہے کہ بعض اسمائے افعال پر تنوین لگانے سے نکرہ کی طرح ان کے معنی میں ایک گونہ عمومیت پیدا ہوجاتی ہے۔ جیسے: اِيْهِ صرف کسرے سے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ جو بات تم سنا رہے ہو وہ سناؤ اور اس کا ذکر جاری رکھو۔ لیکن اس پر اگر تنوین کا اضافہ کردیں تو اِيْهٍ کا معنی یہ ہوگا کہ کبھی بھی کوئی بھی بات سناؤ۔ صَهٍ کی مثال اوپر گذر چکی ہے۔ یا اَعلام میں ہوتا ہے۔ اسمِ عَلَم پر تنوینِ تنکیر تب آتی ہے جب وہ غیرِ منصرف ہو۔ ایسے میں تنوینِ تنکیر اسے علمیت سے نکال کر نکرہ کے عمومی معنی سے داخل کردیتی ہے۔ جیسے (ا) جَآءَنِي اِبْرَاهِيْمُ وَاِبْرَاهِيْمٌ آخَرُ۔ (۲) نَصَرْتُ اِدْرِيْسَ وَاِدْرِيْسًا آخَرَ۔ (۳) نَظَرْتُ اِلٰى عَدْنَانَ وَعَدْنَانٍ آخَرَ۔

ملاحظہ: یہ تنوین صرف تنکیر پر دلالت کرتی ہے ، تمکن پر نہیں۔ اسلئے اس کی وجہ سے اسمِ فعل صَهٍ (مع التنوین) متمکن نہیں ہوگا بلکہ بدستور غیر متمکن رہے گا۔ لیکن چونکہ تنکیر پر دلالت کرتی ہے اور تنکیر و تعریف کا تعلق اسم کی اقسام سے ہے اسلئے یہ تنوین بھی علاماتِ اسم میں شمار ہوگی۔

تنوینِ عِوَض: کسی چیز کے عِوَض میں آنے والی تنوین تین قسم کی ہے:

(ا) **عِوَض عَنِ الجُملة**: یہ تنوین صرف اسمِ ظرفِ زمان: اِذْ پر اس وقت داخل ہوتی ہے (ا) جب اس کی طرف: يَوْمٌ ، حِيْنٌ ، آنٌ ، وَقْتٌ میں سے کوئی اسمِ ظرف مضاف ہو اور (۲) خود: اِذْ آگے کسی جملہ کی طرف مضاف تو ہو مگر وہ حذف کردیا جاتا ہے اور اس کے عِوَض میں اس پر مکسور تنوین لائی جاتی ہے۔ جیسے: وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ۔ میں اِذ اس جملہ کی طرف مضاف تھا جو پہلے گذر چکا ہے (فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ) تقدیرِ عبارت یوں ہوگی: وَاَنْتُمْ حِيْنَ اِذْ بَلَغَتَ

اَلْحُلْقُوْمَ تَنْظُرُوْنَ ۔ یاد رہے کہ اِذْ ہمیشہ جملہ کی طرف مضاف ہو کر ظرف بنتا ہے ۔ یہ مفرد اسم کی طرف کبھی مضاف نہیں ہوتا، نہ ہی اضافت کے بغیر آتا ہے ۔

(۲) **عِوَض عَنِ الاسْمِ** : یہ کُلٌّ اور بَعْضٌ پر آتی ہے ۔ یہ دونوں اسم واجب الا ضافت اسماء میں سے ہیں اور مفرد اسم کی طرف مضاف ہوتے ہیں ۔ جب ان کا مضاف الیہ محذوف ہو تو اس محذوف اسم کے عوض ان پر تنوین لائی جاتی ہے اور انہیں حسبِ موقعہ اعراب دیا جاتا ہے (یعنی یَوْمَئِذٍ کی طرح اس تنوین کا مکسور ہونا ضروری نہیں) ۔ کیونکہ یہ اسمِ معرب ہے ۔ جیسے: قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۔ اَیْ كُلُّ اِنْسَانٍ ۔

(۳) **عِوَض عَنِ الحَرْفِ** : یہ تنوین ناقص کے ابواب میں اسمِ فاعل کی جمعِ اقصیٰ برائے مؤنث کے صیغہ فَوَاعِل پر رفع اور جر کی صورت میں آتی ہے ۔ بصری علمائے نحو فرماتے ہیں کہ رفع و جر کی صورت میں ان صیغوں پر تنوین اس لئے آتی ہے کہ تخفیف کے لئے ان کی یاء (جَوَارِیْ ، مَوَاشِیْ) کو حذف کیا تو اس کے عوض تنوین لائے اور نصب کی حالت میں چونکہ یاء کو حذف نہیں کیا اس لئے وہ (غیرِ منصرف ہونے کی بناء پر) فتحہ بدون التنوین کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ۔ اس تنوین کی یہ توجیہ دوسری توجیھات سے اقوی و احفظ ہے ۔

تنوینِ مقابلہ: یہ اس تنوین کو کہتے ہیں جو جمعِ مؤنثِ سالم پر آتی ہے ۔ جب اھلِ لغت نے جمعِ مذکرِ سالم کو آخر میں نونِ ہجائی (مُسْلِمُوْنَ) سے آراستہ کیا تو جمعِ مؤنثِ سالم کا منہ بند رکھنے کے لئے اس کے مقابلہ میں اسے بھی ایک نون دیدیا ۔ مگر آدھا نون (جو بولنے میں آتا ہے ، لکھنے میں نہیں آتا) جیسے: مُسْلِمَاتٌ کہ لکھنے میں نون موجود نہیں مگر پڑھنے میں موجود ہے ۔ گویا اہلِ لغت نے قرآنی حکم: لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کے نزول سے پہل ہی اس پر عمل کر دکھایا ۔

تنوینِ ترنم: اشعار کے آخر میں ضرورت کے لئے آنے والی یہ تنوین صرف شعر کا وزن درست رکھنے کے لئے آتی ہے اور اسم ، فعل یا حرف میں سے ہر کلمہ پر آسکتی ہے ۔ اس لئے تنوین کی یہ واحد قسم ہے جو اسم کی علامت نہیں ہے ۔ کیونکہ علامت وہ چیز ہوتی ہے جو کسی اور جگہ نہ پائی جائے ۔ حضرت مصنف نے جو شعر بطور شاہد پیش فرمایا ہے اس کے دونوں مصراعوں میں تنوینِ ترنّم لائی گئی ہے اور دونوں جگہ ایسے کلمات پر لائی گئی ہے جن پر اس کا آنا ممنوع ہے ۔ پہلے مصراع کے آخر میں والعتابَنْ اسمِ معرّف باللام پر اور دوسرے مصراع میں اَصَابَنْ فعلِ ماضی پر لائی گئی ہے حالانکہ ماضی کا تنوین سے کیا تعلق ہے ؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ تنوین آتی ہی وہاں ہے جہاں عام حالات میں تنوین ممنوع ہو ۔ وگرنہ ترنّم کی تنوین نہیں بلکہ ، مقابلہ ، تمکن ، عوض وغیرہ میں سے کسی اور قسم کی ہوگی اور اسم کی علامت ہوگی ۔

ملاحظہ: حضرت مصنف نے شاہد کے طور پر جو شعر پیش فرمایا ہے اس کے آخر میں تنوین کو نونِ ھجائی کی طرح (العِتابَنْ ، اَصَابَنْ) لکھا ہے ، یہ بات محلِ نظر اور قواعدِ کتابت کے خلاف ہے ۔ بلکہ تنوین کی تعریف کے بھی مخالف

ہے۔آپ پڑھ چکے ہیں کہ تنوین اس نون کو کہتے ہیں جو بولا تو جاتا ہے مگر لکھا نہیں جاتا۔(یعنی نون کی صورت میں نہیں لکھا جاتا بلکہ دوزبر ، دوزیر اور دو پیش لکھ کر اس کی نشاندہی کی جاتی ہے ، اعراب کی طرح)۔

امام سیبویہ کے استاذِ جلیل اور علم النحو اور عربی فنِ کتابت کے عظیم القدر مجدّد و امام حضرت خلیل بن احمد الفراھیدی نے اپنی کتاب اَلْجُمَلِ فِی النَّحْوِ میں اس شعر کو الف کی اقسام کے ذیل میں اور کتابتِ الف کے ساتھ روایت کیا ہے۔بعض دیگر نحوی کتب میں بھی یہ شعر الف کے ساتھ ہماری نظر سے گذرا ہے۔(والعتابَا ، اَصابَا) یہ روایت اقرب بھی ، اضبط بھی۔کیونکہ تنوینِ مفتوح پر جب وقف کیا جاتا ہے تو اسے اغلباً الف ہی سے پڑھا جاتا ہے (سکون سے وقف کرنا نہایت قلیل ہے)۔

حضرتِ مصنف نے شاید مبتدی طلبہ کو سمجھانے اور نون کی موجودگی ظاہر کرنے کے لئے نونِ تھجی کے ساتھ لکھا ہو۔(صرف مصنف نے نہیں ، کئی اور نحاۃ نے بھی اسے نونِ تھجی سے روایت کیا ہے۔اس لئے خدانخواستہ اسے غلط نہیں کہا جارہا بلکہ اصل صورتحال کی محض وضاحت کی جارہی ہے)۔

تمرین: (۱) درج ذیل آیاتِ مبارکہ میں اسماء وحروفِ استفہام، حرفِ ردع اور تنوین کی مختلف اقسام کی شناخت کریں (۲) اور بتلائیں کہ حرفِ استفہام یا اسمِ استفہام آیا صرف طلبِ تصور کا فائدہ دیتا ہے؟ یا طلبِ تصدیق کا؟ یا دونوں کا ؟ اور آیا مثبت اور منفی دونوں قسم کے جملوں میں استعمال ہوتا ہے یا صرف مثبت میں؟ (۳) اور تنوین کے بارے میں واضح کریں کہ پانچ اقسام میں سے کس قسم سے تعلق رکھتی ہے؟

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ۔ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى۔كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ۔وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِه۔ءَ اِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ۔يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا۔بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ۔ كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰى۔هَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ۔ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا يَآ اِبْرَاهِيْمُ ۔كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ۔كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ۔اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ۔وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔كُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ۔اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَآئِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَآئِحَاتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحَابِ الْيَمِيْنِ۔هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔قُلْ اِنْ اَصْبَحَ مَآءُ كُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ۔قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا۔كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا۔ مَاذَا تَفْقِدُوْنَ۔اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا۔يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ءَ اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمَانِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا۔فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۔كَلَّآ اِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ۔اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا۔

نحو میر: دهم: نونِ تاکید در آخرِ فعلِ مضارع ثقیلہ وخفیفہ چوں اِضْرِبَنَّ وَاِضْرِبَنْ ۔

ترجمہ: دھم: نونِ تاکید جوفعلِ مضارع کے آخر میں ثقیلہ یا خفیفہ کی صورت میں آتا ہے۔ جیسے: اِضْرِبَنَّ وَاِضْرِبَنْ ۔

تشریح: نونِ تأکید کی تعریف: یہ نون فعلِ مضارع ، اس کے توابع اور امرِ حاضرِ معلوم کے آخر میں لفظاً بھی آتا ہے اور کتابۃً بھی ۔ اور تاکید کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ ان دونوں کی تعریف سے نونِ تنوین اور نونِ تاکید کا فرق واضح ہوگیا ہوگا۔

حضرت مصنف نے صرف مضارع کا ذکر فرمایا ہے اور مثال امرِ حاضرِ معلوم کی دی ہے۔ فعلِ مضارع کی مثال: لَيَضْرِبَنَّ ، لَيَضْرِبَنْ وغیرہ۔

ملاحظہ: قرآنِ کریم میں نونِ تاکیدِ خفیفہ کو نونِ ھجاء کی بجائے نونِ تنوین کی طرح لکھا جاتا ہے۔ اس فرق کا تعلق قواعدِ کتابتِ مصحفِ مجید سے ہے ، کتابتِ عربی کے قواعد میں اسے نونِ تہجی کی طرح لکھا جائے گا قرآنِ کریم میں: لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ اور لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ میں دونوں جگہ (اور دیگر مقامات پر بھی) اسے تنوین سے جبکہ ثقیلہ کو نونِ ہجائی سے لکھا گیا ہے۔ فافھم ۔ وقف کی صورت میں یہ نون ماقبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے وجوباً بدل جاتا ہے۔ (تفصیل کے لئے بدایۃ الصرف دیکھیں)۔

نحو میر: یازدھم: حروفِ زیادت ۔ وآں ہشت حرفست: اِنْ وَاَنْ وَمَاوَلَاوَمِنْ و کاف وباء ولام

ترجمہ: یازدھم: حروفِ زائدہ۔ یہ آٹھ حروف ہیں: اِنْ ، اَنْ الخ ۔

تشریح: ان میں سے پہلے چار ، حروفِ غیرِ عاملہ ہیں اور آخری چار زائدہ ہوکر بھی عاملہ جارہ ہیں۔ سب کا ذکر حضرت مصنف نے اس لئے فرمادیا کہ طلبہ کو تمام حروفِ زائدہ سے متعارف کرادیا جائے۔ ہم ان کے مواقعِ استعمال پر تھوڑی تھوڑی روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

ان زائدۃ: پانچ مواقع پر آتا ہے۔

(۱) **مانافیہ:** کے بعد۔ جب وہ جملۂ فعلیہ پر داخل ہو۔ جیسے: حضرت نابغۃ الذبیانی رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے۔ ع

مَااِنْ اَتَيْتُ بِشَيْءٍ اَنْتَ تَكْرَهُهٗ اِذَنْ فَلَارَفَعَتْ سَوْطِيْ اِلَيَّ يَدِيْ

(۲) **جملۂ اسمیہ:** پر مانافیہ داخل ہوتو اس کے بعد۔ اور ایسے میں اِنْ کی وجہ سے مَاحجازیہ کا عمل باطل اور ملغی ہوجاتا ہے۔ جیسے: فَرْوَۃ بن مُسَيْك کا شعر ہے: ع

فَمَااِنْ طِبُّنَاجُبْنٌ وَّلٰكِنْ مَنَايَانَاوَدَوْلَةُ اٰخَرِيْنَا

(۳) **ما موصولہ اسمیہ** کے بعد۔ جیسے: جابر بن رَأْلَان کا یہ شعر ہے: ع

یُرَجّی الْمَرْءُ مَااِنْ لَّایَرَاہُ وَتَعْرِضُ دُوْنَ اَدْنَاہُ الْخُطُوْبُ

(۴) **ما مصدریہ** کے بعد: جیسے معلوط القُرَیعی کا یہ شعر ہے: ع

وَرَجِّ الْفَتٰی مَااِنْ رَّاَیْتَہٗ عَلَی السِّنِّ لَایَزَالُ یَزِیْدُ

ملحظ: ان پہلے چاروں مواقع میں اِنْ زائدۃ کا استعمال مَا کی مختلف اقسام کے بعد ہورہا ہے جن میں سے ایک جگہ مَا بطور اسم اور تین جگہ بطور حرف آتی ہے۔

(۵) اَلَا استفتاحیۃ کے بعد۔ جیسے اس شعر میں آیا ہے: ع

اَلَااِنْ سَرٰی لَیْلِیْ فَبِتُّ کَئِیْبًا اُحَاذِرُاَنْ تَنْأَی النَّوٰی بِغَضُوْبَا

ان زائدہ: تین مواقع پر آتا ہے:

(۱) **لَمَّا حینیۃ** کے بعد۔ جیسے: فَلَمَّآاَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ۔

(۲) **کافِ جارۃ** اور اس کے مجرور کے درمیان۔ جیسے: کَعْب بن اَرقم یَشکُری کا یہ شعر ہے: ع

وَیَوْمًاتُوَافِیْنَابِوَجْہٍ مُّقَسَّمٍ کَاَنْ ظَبْیَۃٍ تَعْطُوْاِلٰی وَارِقِ السَّلَمِ

(۳) **فعلِ قسم** اور لَوْ کے درمیان۔ جیسے: مُسَیَّب بن عَلَس کا یہ شعر ہے: ع

فَاُقْسِمُ اَنْ لَّوِالْتَقَیْنَاوَاَنْتُمْ لَکَانَ لَکُمْ یَوْمٌ مِّنَ الشَّرِّ مُظْلِمٌ

مَا زائدہ: (۱) اسمائے شرطیہ میں سے حَیْثُ ، مَتٰی ، اَیْنَ اور اَیٌّ کے بعد۔ جیسے: حَیْثُمَا ، مَتٰی مَا ، اَیْنَمَا ، اَیٌّ مَّا۔ (۲) رُبَّ کے علاوہ بعض حروفِ جارہ کے بعد (رُبَّ کے ساتھ آنے والی ما کافہ ہوتی ہے) جیسے: مِمَّا ، بِمَا وغیرہ۔ (۳) اِن شرطیہ کے بعد۔ جیسے: اِمَّاتَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ (واَصْلُہٗ: اِنْ مَّا) اتی ہے۔

مَا کافہ: مذکورہ بالا تین مقامات پر آنے والی مازائدہ محضہ ہے۔ اس کے علاوہ مازائدہ کی ایک اور قسم ہے جسے نحوی زبان میں زائدہ کی بجائے ماکافۃ کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ اس اعتبار سے تو زائدہ ہے کہ خود نہ کوئی عمل کرتی نہ ہی کسی خاص معنی کا فائدہ دیتی ہے۔ لیکن نحویوں کے ہاں اسے زائدہ کا نام اس لئے نہیں دیا گیا کہ اگر چہ یہ اپنے بعد آنے والے کلمہ میں کوئی اعرابی عمل نہیں کرتی لیکن اپنے سے پہلے آنے والے کلمہ کو اس کے نحوی اور اعرابی عمل سے روکتی ضرور ہے۔ چنانچہ نحوی حضرات اسے زائدہ کی بجائے کافۃ کا نام دیتے ہیں۔

ماکافہ کی اقسام: ماکافۃ کی تین اقسام ہیں: **قسمِ اول:** وہ ہے جو سابق کلمہ کو رفع کے عمل سے روکتی ہے۔ ماکافۃ یہ عمل صرف تین افعال میں کرتی ہے۔ قَلَّ ، کَثُرَ اور طَالَ میں۔ ان افعال پر داخل ہوکر وہ انہیں طلبِ فاعل سے روک دیتی ہے چنانچہ یہ افعال ماکافۃ لاحق ہونے کے بعد اسم کی بجائے فعل پر داخل ہوتے ہیں اور ان افعال کا کوئی

فاعل نہیں آتا۔ جیسے: قَلَّمَا يَأْتِيْنِي قَتَادَةُ۔ كَثُرَ مَا اَتْلُوْ سُوْرَةَ الرَّحْمٰنِ۔ طَالَمَا رَأَيْتُ ضَرَّارًا۔ **قسمِ ثانی**: وہ ہے جو سابق کلمہ کو رفع و نصب کے عمل سے روک دے۔ ما کافه یہ عمل حروفِ مشبهه بالفعل پر کرتی ہے۔ جیسے: اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ **قسمِ ثالث**: وہ ہے جو جر کا عمل کلمۂ سابقہ سے روکتی ہے۔ ما کافه یہ عمل چار حروفِ جارہ میں اور دو ظروف میں کرتی ہے (أ) حروفِ جارہ یہ ہیں: رُبَّ، کاف، باء، من، اور (ب) ظروف یہ ہیں: بَيْنَ اور بَعْدُ۔

لا زائدہ: یہ بھی تین مقامات پر آتی ہے۔ (۱) واوِ عاطفه کے بعد جب معطوف علیه منفی ہو۔ جیسے: مَا جَآءَ نَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ۔ (۲) فعلِ قسم سے پہلے۔ جیسے: لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ (۳) اَنْ مصدر یه کے بعد۔ جیسے: لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ۔ اَیْ لِيَعْلَمَ۔

بائے زائدہ: (۱) فاعل پر آتی ہے۔ جیسے: كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ اَیْ: كَفَى اللّٰهُ (۲) مفعول پر۔ جیسے: لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (۳) مبتدا پر۔ جیسے: بِحَسْبِكَ دِرْهَمٌ۔ اَیْ: حَسْبُكَ۔ (۴) خبر پر جب وہ استفهام یا کسی منفی ناسخ کی خبر واقع ہو۔ جیسے: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

مِن زائدہ: تین مقامات پر آتا ہے (۱) کبھی فاعل پر آتا ہے۔ جیسے: مَا جَاءَ نِيْ مِنْ اَحَدٍ اَیْ: اَحَدٌ۔ (۲) کبھی مفعول به پر آتا ہے۔ جیسے: مَا رَاَيْتُ مِنْ اَحَدٍ۔ اَیْ: اَحَدًا۔ (۳) کبھی مبتدا پر۔ جیسے: مَا مِنْ اَحَدٍ يُطِيْعُ الشَّيْطَانَ۔ اَیْ: مَا اَحَدٌ۔

لیکن دو شرائط کے ساتھ بطورِ زائدہ آتا ہے۔ (۱) اول یہ کہ اس سے پہلے نفی، نهی یا هل استفهامیه آئے۔ (۲) اس کا مجرور نکرہ ہو۔ معرفہ پر نہیں آتا۔

فرق: دوسرے تینوں حروفِ جارہ کلام میں تو کید کا فائدہ دیتے ہیں جبکہ مِنْ زائدہ تعمیم کا فائدہ دینے آتا ہے۔

لامِ زائدہ: یہ بعض دفعہ متعدی بنفسِہٖ قسم کے افعال کے بعد ان کے مفعول به پر آ کر تو کید کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے: ابنِ مَيّادة کا یہ شعر ہے: ع

وَمَلَكْتَ مَا بَيْنَ العِراقِ ويَثْرِبٍ مُلْكًا اَجَارَ لِمُسْلِمٍ وَّمُعَاهِدِ

حالانکہ اَجَارَ کا فعل براہِ راست اور کسی حرفِ جارہ کے صلہ کے بغیر مفعول به کی طرف متعدی ہوتا ہے۔

کافِ زائدہ: (۱) یہ لفظِ مثل پر داخل ہو تو زائدہ شمار ہوتا ہے اور کلام میں تو کید کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔

(۲) اس کے علاوہ كَذَا میں بھی زائدہ ہے مگر تاکید کا معنی نہیں دیتا۔ جیسے: قَالُوْا كَذَا۔

تمرین: ذیل کی مثالوں میں حروفِ ایجاب، تنوین کی اقسام، حروفِ تفسیر، حروفِ مصدریہ، حروفِ تحضیض، حروفِ توقع، حروفِ استفهام، نونِ تاکید اور حروفِ زائدہ کی شناخت کریں۔

قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۔ لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ ۔ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ اِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْ۔ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ۔ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا۔ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۔ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ ۔ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جَادَلْتُمْ ۔ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ۔ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ۔ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ۔ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ مَا لَنَا مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ۔ وَكَفٰی بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا۔ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا۔ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ تَرْجِعُوْنَهَا۔ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْ۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا۔ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا۔ فَمَالَهٗ مِنْ هَادٍ۔ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ۔ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ۔ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ۔ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ۔ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ۔ وَكَفٰی بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِیْ خَطِيْٓئَتِیْ يَوْمَ الدِّيْنِ۔ قَالُوْا نَعَمْ۔ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ كَلَّآ اِنَّهَا لَظٰی۔ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ۔

نحو میر : دواز دہم : حروفِ شرط ۔ وآں دو است ۔ اَمَّا وَلَوْ۔ اَمَّا برائے تفسیر وفاء درجوابش لازم باشد کقولِهٖ تعالٰی : فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِيْدٌ ۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ۔ ولَوْ برائے انتفائے ثانی بسبب انتفائے اول چوں: لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔

ترجمہ: دوازدھم : حروفِ شرط ۔ اور وہ دو ہیں :اَمَّا وَلَوْ۔ ان میں سے اَمَّا تفسیر کے لئے آتا ہے اور اس کے جواب میں فاء کا آنا واجب ہے۔ جیسے : ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ فَمِنهم شقی الخ اور لَوْ یہ فائدہ دیتا ہے کہ دوسرا حکم اس لئے نہیں پایا گیا کیونکہ پہلا حکم نہیں پایا گیا۔ جیسے :لو كان الخ ۔

تشریح: حضرت مصنف نے غیر عاملہ حروفِ شرط میں صرف دوحروف کا تذکرہ کیا ہے۔ آگے لَوْلَا کو الگ سے ذکر کر رہے ہیں۔ مناسب ہوتا کہ اسے بھی اور لَوْمَا (جس کا سرے سے ذکر نہیں کیا اس) کا بھی یہاں ذکر فرما کر

غیرِ عاملہ حروفِ شرط کا جامع احاطہ فرما دیتے۔ ان میں سے ہم ہر حرف پر مختصر گفتگو کرتے ہیں۔

اَمَّا: میں شرط اور توکید کا معنی تو لازمی اور دائمی طور پر پایا جاتا ہے (جن دونوں معانی کا مصنف نے سرے سے ذکر نہیں فرمایا)۔ لیکن تفصیل یا تفسیر کا معنی دائمی نہیں بلکہ اکثری ہے۔

(۱) **شرط:** کا معنی دائمی طور پر پائے جانے کی واضح دلیل یہ ہے کہ اس کے جواب میں فاء کا آنا واجب ہے۔ اس کے بغیر عربی میں اَمَّا کا کبھی اور کہیں استعمال نہیں ہوتا۔ علمائے نحو نے اَمَّا کو مَهْمَا اسمِ شرط اور اس کی شرط دونوں کے قائمقام قرار دیا ہے۔ چنانچہ: اَمَّا اَنَا فَمُنْطَلِقٌ کا معنی: مَهْمَا يَكُنْ مِّنْ اَمْرٍ فَاَنَا مُنْطَلِقٌ بیان کیا جاتا ہے۔ (۲) **توکید** پر دلالت کرنے کی دلیل یہ ہے کہ جب آپ اَنَا مُنْطَلِقٌ ، زَيْدٌ ذَاهِبٌ اور اس طرح کے کسی دیگر عام اور سادہ جملے کی تاکید کرنا چاہیں تو وہاں آپ اَمَّا لا کر اس میں توکید کا معنی پیدا کرتے ہیں۔ جیسے: اَمَّا اَنَا فَمُنْطَلِقٌ ، اَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ۔ اَی: لَامُحَالَةَ مُنْطَلِقٌ ،وَلَامُحَالَةَ ذَاهِبٌ۔ (۳) **تفصیل وتفسیر** کے معنی پر اکثر اس کے مشتمل ہونے کی دلیل استقراء ہے کہ عربی کلام میں اکثر مواقع پر اسے تفسیر کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن جیسا کہ اوپر کی دونوں مثالوں (اَمَّا اَنَا فَمُنْطَلِقٌ وَاَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ) میں آپ نے دیکھا کہ یہاں نہ لفظاً تفصیل آرہی ہے نہ تقدیراً۔ اس لئے مصنف کا یہ فرمانا کہ اَمَّا تفسیر کیلئے ہوتا ہے، صحیح نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ بنیادی طور پر اَمَّا شرط اور توکید کے لئے ہوتا ہے اور اکثر تفصیل وتفسیر کا فائدہ دیتا ہے۔ فافہم۔

حذفِ تکرار: اَمَّا جب تفسیر یا تفصیل کے لئے آتا ہے تو دو امور کو الگ الگ بیان کرتا ہے جیسا کہ متن کی مثال سے واضح ہے۔ لیکن بعض مواقع پر ایک امر کی تفصیل کر کے دوسرے کو استغناء کی وجہ سے ترک بھی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ کے بعد دوسرے فریق کا ذکر اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ ان کا نقطۂ نظر واضح ہے۔

وجوب الفاء: چونکہ اَمَّا میں شرط کا معنی دائمی طور پر پایا جاتا ہے۔ اور یہ مَهْمَا شرطیہ اور اس کی شرط دونوں کے معنی کو شامل ہے اس لئے اس کے جواب میں فاء کا آنا واجب ہے۔ لیکن اگر اس کے بعد قول کا مادہ حذف ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ فاء کا حذف بھی واجب ہو جائے گا۔ جیسے: فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ۔ اَی: فَيُقَالُ لَهُمْ اَكَفَرْتُمْ۔

فاصلِ فاء: اَمَّا اور فاء کے درمیان فاصلہ ضروری ہے۔ کیونکہ یہ فاء جزائیہ وجوابیہ ہے۔ جو ہمیشہ جزاء پر آتی ہے۔ اور چونکہ حروفِ شرط اور فاء الجواب میں جملہ شرطیہ کا فاصلہ لازم ہے۔ اور یہاں اَمَّا کا مدخول جزاء کی جگہ واقع ہو رہا ہے۔ کیونکہ اَمَّا نہ صرف مَهْمَا کی جگہ پر ہے بلکہ مَهْمَا اور اس کی شرط دونوں کی جگہ پر ہے۔ چنانچہ اَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ کا جملہ: مَهْمَا يَكُنْ مِّنْ اَمْرٍ فَزَيْدٌ ذَاهِبٌ کے معنی میں ہے۔ تو اصولی طور پر تو فاء الجواب کو مدخولِ اَمَّا پر آنا

چاہئے ۔لیکن فاء الجواب چونکہ ہمیشہ حروفِ شرط یا اسمائے شرط کے بعد جملۂ شرطیہ کے فاصل کے بعد آتی ہے اس لئے فاصل کی رعایت کو علمائے نحو نے یہاں بھی ملحوظ رکھا۔لیکن جملۂ شرطیہ چونکہ مقدر ہے اور اَمّاشرطیہ کے متصل بعد جزاء (زیدذاھِبٌ) واقع ہورہی ہے۔اگر یہاں عام اسلوب کے مطابق جملۂ جزاء کے شروع میں فاء لگائیں تو جملہ: اَمَّافَزَیْدٌ ذَاھِبٌ بن جاتا اورحروفِ شرط اور فائے جواب کا فصل ختم ہوجاتا جوعربی اسلوبِ شرط کے سراسر منافی تھا۔چنانچہ علمائے نحو نے اس واجب فصل کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اصولی طور پر یہ طے کرلیا کہ اَمّااور فاء کے درمیان فصل تو لازماً آئے۔تاکہ حروفِ شرط اور فاء کا اجتماع نہ ہو۔البتہ اس میں توسع اختیار کیا گیا کہ اَمّااور فاء الجواب کے درمیان کون کون سی چیزوں کا فصل آسکتا ہے۔جن کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱)**مبتدا کا فصل :** جیسے:اَمَّاعَلِیٌّ فَمُجْتَھِدٌ۔

(۲)**خبر کافصل :** جیسے:اَمَّافِی الْبَیْتِ فَسَعُوْدٌ۔

(۳)**جملۂ شرط کافصل :** جیسے:فَاَمَّااِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ وَّجَنَّۃُ نَعِیْمٍ۔

(۴)**منصوب جواب کافصل :**(ایسے اسمِ منصوب کافصل جسے جوابِ شرط نے نصب دیا ہے) جیسے: فَاَمَّاالْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ۔

(۵)**معمولِ محذوف کا فصل:** (ایسے اسم کافصل جس پرعمل کرنے والا عامل محذوف ہواور مابعد کا عامل اس عاملِ محذوف کی تفسیر کررہا ہو) جیسے:اَمَّاشُعَیْبًافَاضْرِبْہُ ۔یہاں فَاضْرِبْہُ اس محذوف فعلِ اِضْرِبْ پر دلالت کررہا ہے جس نے محذوف ہوکرشُعَیْبًاکو مفعول بناکر نصب دی ہے۔

(۶)**ظرف** کافصل ۔جیسے:اَمَّاالْیَوْمَ فَاِنِّی ذَاھِبٌ۔

لو: یہ چھ معانی میں استعمال ہوتا ہے اور ہرمعنی میں غیر عاملہ ہوتا ہے۔

(۱)**تقلیل :** کے لئے ۔جیسے: تَصَدَّقُوْاوَلَوْ بِظِلْفٍ مُّحْرَقٍ۔ (صدقہ کرو۔اگرچہ جلا ہوا کھر ہی کیوں نہ ہو) یہاں چونکہ لَوْتقلیل کیلئے ہے اس لئے اسے جواب کی ضرورت نہیں ۔

(۲)**تمنی:** کے لئے ۔جیسے:لَوْتَأْتِیْنَافَتُحَدِّثَنَا۔یہاں تمنی کا فائدہ دے رہا ہے اور تمنی کے جواب میں آنے والی فاء کے بعد اَنْ مقدر ہے جو فعل تُحَدِّثَ کو نصب دے رہا ہے۔اسے بھی جواب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۳)**عرض** کے لئے ۔جیسے:لَوْتَنْزِلُ عِنْدَ نَافَتُصِیْبَ خَیْرًا۔یہ بھی جواب کامحتاج نہیں۔اور یہاں بھی فائے سببیہ کے بعداَنْ مقدر ہوکرفعلِ مضارع تُصِیْبَ کونصب دے رہا ہے۔

(۴)**مصدر** کے لئے ۔ایسے میں یہ اَنْ مصدریہ کی طرح اپنے مدخول فعل کومصدر کے معنی میں کردیتا ہے۔لَوْصرف باب وَدَّیَوَدُّ (یاافعالِ تمنی) کے بعد مصدریت کا فائدہ دیتا ہے۔جیسے: وَدُّوْ لَوْتُدْ ھِنُ (وَدُّوْااِدْھَانَکَ)۔

لَوْ مصدریہ ماضی پر آئے تو اس کا ماضی کا معنی برقرار رکھتا ہے اور مضارع پر آئے تو اسے مستقبل کے ساتھ مختص کر دیتا ہے (اَن مصدریہ کی طرح)۔ اسے بھی جواب کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۵) **تحضیض** کے لئے جیسے: لَوْتَاتِیْنَافَتُحَدِّثَنَا۔ یہ لَوْ بھی جواب سے بے نیاز ہوتا ہے۔

(۶) **لَوْشرطیہ**: یہ اَمَّا، لَوْلا، لَوْمَا کی طرف غیر عاملہ حروفِ شرط میں سے ہے۔

اور حضرت مصنف نے صرف اسی کا کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔ یہ واحد قسم ہے جس میں لَوْ کو جواب کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ شرطیہ ہے۔ اسے لَوْ اِمتِنا عِیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ امتناع لامتناع کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی اسپر دلالت کرتا ہے کہ اس کی جزاء اسلئے نہیں پائی گئی کیونکہ اس کی شرط نہیں پائی گئی۔

استعمال: لَوْ شرطیہ کا زیادہ استعمال ماضی کے معنی میں ہے۔ خواہ فعلِ ماضی پر آئے یا مضارع پر۔ جیسے: لَوْیُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِلَعَنِتُّمْ۔ میں یُطِیْعُ مضارع، اَطَاعَ ماضی کے معنی میں ہے۔ اَیْ: لَوْاَطَاعَکُمْ۔ البتہ کبھی کبھار مستقبل میں بھی آتا ہے۔ اس وقت یہ اِنْ شرطیہ کے مترادف ہوجاتا ہے: جیسے ابو صَخر ھُذَلِی نے اسے مستقبل کے لئے استعمال کیا ہے۔ ع

وَلَوْ تَلْتَقِیْ اَصْدَاؤُنَابَعْدَ مَوْتِنَا وَمِنْ دُوْنِ رَمْسَیْنَامِنَ الْاَرْضِ سَبْسَبُ

لَظَلَّ صَدٰی صَوْتِیْ وَاِنْ کُنْتُ رِمَّۃً لِصَوْتِ صَدٰی لَیْلٰی یَھُشُّ وَیَطْرَبُ

شرطِ امتناع: لَوْ شرطیہ، امتناع لا متناع پر اس وقت دلالت کرتا ہے جب جوابِ شرط کے لئے شرط کے سوا کوئی دوسرا سبب موجود نہ ہو۔ اگر اس کا سبب شرط کے علاوہ کوئی اور چیز ہو تو لَوْ انتفائے ثانی بسبب انتفائے اول (امتناع لا متناع) پر دلالت نہیں کرے گا۔ جیسے: وَلَوْ شِئْنَالَرَفَعْنٰہُ بِھَا۔ کہ بلعم بن باعوراء کی رفعتِ مقام کا سبب اللہ کی مشیت کے سوا کچھ نہیں اس لئے لَوْ یہاں پر امتناع لا متناع کا فائدہ دے رہا ہے۔

فوائدِ امتناع: امتناع لا متناع کا فائدہ یہ ہے کہ (۱) لَوْ امتناعیہ اگر دو ایجابی جملوں پر داخل ہو تو دونوں منفی ہوجاتے ہیں۔ جیسے: لَوْ اَتَیْتَنِیْ لَاَ کْرَمْتُکَ یعنی: فَمَا اَتَیْتَنِیْ وَلَااَکْرَمْتُکَ (۲) اگر دو منفی جملوں پر داخل ہو تو دونوں مثبت اور موجَب بن جاتے ہیں۔ جیسے: لَوْلَمْ یَجْتَھِدْ عَلِیٌّ لَمْ یَنْجَحْ کا مطلب ہے: اِجْتَھَدَ عَلِیٌّ فَنَجَحَ (۳) اگر ایک جملہ منفی اور ایک مثبت ہے تو منفی کو مثبت اور مثبت کو منفی کر دیتا ہے۔ **شرط منفی جزاء مثبت** کی مثال: لَوْلَمْ تَجْتَھِدْ فَاطِمَۃُ لَفَشَلَتْ فِی الاِمْتِحَانِ۔ یعنی: اِنَّھَااجْتَھَدَتْ فَلَمْ تَفْشِلْ۔ اور **شرط مثبت، جزاء منفی** کی مثال: لَوِاجْتَھَدَ الطُّلَّابُ لَمَافَشَلُوْا۔ یعنی: لَمْ یَجْتَھِدُوْافَفَشَلُوْا۔

وجوبِ فعل بعد لَوْ: چونکہ یہ لَوْ شرطیہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بعد فعل واقع ہو۔ جیسا کہ سابقہ امثلہ میں آپ نے جگہ جگہ دیکھا۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد کوئی اسم آئے بشرطیکہ اس اسم سے پہلے کوئی فعل

اس میں عمل کرنے والا موجود ہو جس فعلِ محذوف کی تفسیر کلام میں مذکور دوسرا فعل کر رہا ہو۔ جیسے: غَطَمَّش الضَّبِّیّ کا یہ شعر ہے: ع

اَخِلَّایَ لَوْغَیْرُ الْحِمَامِ اَصَابَکُمْ　　　عَتِبْتُ وَلٰکِنْ مَّاعَلَی الدَّهْرِ مَعْتَبُ

غَیْرُ الحمامِ اسم ہے جو لَو شرطیہ کے فوراً بعد واقع ہوا ہے۔ درحقیقت اس سے پہلے ایک فعل (اَصَابَ) محذوف ہے جس پر آگے آنے والا فعل: اَصَابَکُمْ دلالت کر رہا ہے اصل عبارت کی تقدیر یوں بنتی ہے: لَوْاَصَابَ غَیْرُ الْحِمَامِ (ای: اَلْمَوْتِ)اَصَابَکُمْ اس فعلِ محذوف کی وجہ سے اس اسم کا لَوْشرطیہ کے بعد آنا درست ہوا۔ اسی طرح حاتمِ طائی کا ایک جملہ عربی میں ضرب المثل بن گیا ہے کہ: لَوْغَیْرُ ذَاتِ سِوَارٍ لَطَمَتْنِیْ (کاش مجھے کنگن پہننے والی (یعنی عورت) کی جگہ کسی اور نے تھپڑ مارا ہوتا!!) حاتمِ طائی ایک دفعہ مخالف قبیلے کے ساتھ جنگ کے دوران گرفتار ہوا تو اس قبیلے کی کسی لونڈی نے اسے ایک طمانچہ رسید کیا۔ چونکہ یہ خود بنو طَیّئ کا سردار تھا۔ اس لئے اسے لونڈی کے ہاتھوں تھپڑ کھانے کا گہرا صدمہ ہوا تو اس نے یہ جملہ کہا۔ اس جملہ میں لَوْ شرطیہ کے بعد غَیْرُ اسم آرہا ہے۔ لیکن درحقیقت یہاں بھی اس سے پہلے ایک فعل (لَطَمَتْ) محذوف ہے جس کی تفسیر آگے مذکور فعل (لَطَمَتِنِی) کر رہا ہے۔ اصل عبارت کی تقدیر یوں ہوگی: لَوْلَطَمَتْ غَیْرُ ذَاتِ سِوَارٍ لَطَمَتْنِیْ۔

احکامِ جوابِ لَوْ: جوابِ لَوْ کے احکام مختلف احوال میں بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ دیکھیں گے کہ جوابِ شرط ماضی وضعی ہے یا ماضی معنوی۔ (۱) اگر ماضی معنوی (یعنی لَمْ جازمہ کے ذریعے فعلِ مضارع کو ماضی کے معنی میں کیا گیا) ہو تو اس کے جواب پر کوئی حرفِ ربط نہیں لایا جائیگا۔ جیسے: لَوْلَمْ یَجْتَهِدْاِسْحٰقُ لَمْ یَنْجَحْ۔ (۲) اور اگر ماضی وصفی ہو تو دیکھیں گے کہ مثبت ہے یا منفی؟ (أ) اگر مثبت ہو تو جوابِ شرط پر لامِ جواب کا آنا اکثر ہے۔ جیسے: لَوْنَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا۔ اور اس کا نہ آنا قلیل ہے۔ جیسے: لَوْنَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا۔ (ب) اور اگر جوابِ شرط میں آنے والی ماضی وضعی منفی ہو تو اس پر لامِ جواب کا نہ آنا اکثر ہے۔ جیسے: لَوْشَآءَ رَبُّكَ مَافَعَلُوْهُ۔ اور اس کا آنا قلیل ہے۔ جیسے ابنُ الْمُعْتَزّ کا یہ شعر ہے: ع

وَلَوْ نُعْطَی الْخِیَارَ لَمَاافْتَرَقْنَا　　　وَلٰکِنْ لَّاخِیَارَ مَعَ اللَّیَالِیْ

شاعر نے ماضی وضعی ما افترقنا پر لامِ جواب داخل کیا ہے۔

حذفِ جواب: اگر کلام میں جوابِ شرط پر دلالت پائی جاتی ہو تو اس کا حذف کرنا درست ہے اور عربی زبان میں شائع وذائع ہے۔ جیسے: کَلَّالَوْتَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ۔

مثالِ مذکور فی الکتب: متن میں مصنف نے لَوْ کی تعریف یوں کی ہے کہ یہ انتفائے ثانی پر اس وجہ سے دلالت کرتا ہے کہ اول منتفی ہے۔ (جس کو ہم امتناع لا متناع کا مختصر نام دیتے ہیں) مگر مثال اس کے برعکس انتفائے

اول بسبب انتفائے ثانی کی دیدی۔

ہم نے اس مسئلہ کو لَوْ کی بحث مکمل کرنے تک مؤخر کیا ہے۔ اصل میں لَوْ شرطیہ کا حقیقی اور اکثر استعمال تو یہی ہے کہ وہ امتناعِ جواب بسببِ امتناعِ شرط پر دلالت کرتی ہے۔ جسکی بے شمار مثالیں گذر چکی ہیں۔ لیکن کبھی کبھی امتناعِ اول بسببِ امتناعِ ثانی پر دلالت کرنیکا فائدہ بھی دیتی ہے۔ اور اس مفہوم میں وہ تب استعمال ہوتی ہے جب وہ استدلالِ عقلی کے مقام میں استعمال ہو اور جواب کا نہ ہونا معلوم ہو مگر شرط کا نہ ہونا معلوم نہ ہو۔ تو ایسے وقت معلوم چیز (جوابِ شرط) سے مجہول چیز (شرط) کے نہ ہونے پر استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو یوں ہوتا مگر چونکہ یوں نہیں ہوا الہٰذا معلوم ہوا کہ ایسا نہیں تھا۔ جیسے: لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ یہاں (معلوم چیز) عدمِ فساد سے (نامعلوم چیز) عدمِ آلِهه پر استدلال ہو رہا ہے نہ کہ عدمِ آلھہ سے عدمِ فساد پر۔ اس طرح یہ مثال حضرت مصنف کی بیان فرمودہ تعریف کے بالکل برعکس جاتی ہے۔

نحومیر: سیزدھم: لَوْلَا وا موضوعست برائے انتفائے ثانی بسبب وجودِ اول چوں: لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

ترجمہ: سیزدھم: لَوْلَا۔ یہ انتفائے ثانی بسبب وجودِ اول کے معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے جیسے: لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

تشریح: چونکہ لَوْ بھی شرط کیلئے ہے اور لَوْلَا بھی اور دونوں غیرِ عاملہ ہیں۔ اس لئے بہتر ہوتا اگر انہیں ایک ہی عنوان میں ذکر کیا جاتا۔ مگر حضرت مصنف نے شاید اس لئے الگ سے ذکر فرمایا ہو کہ دونوں کا مدلول مختلف ہے۔ لَوْ میں امتناعِ اول سبب تھا اور لَوْلَا میں وجود سبب ہے۔ مگر یاد رہے کہ امتناعِ ثانی بسبب وجودِ اول پر صرف لَوْلَا نہیں بلکہ لَوْمَا بھی اسپر دلالت کرتا ہے۔ اس طرح تیرہویں قسم میں ایک حرف نہیں بلکہ دو حروف شمار ہوں گے۔

اس سے پہلے لَوْلَا اور لَوْمَا کا ذکر اسی فصل میں حروفِ تحضیض کے ضمن میں گذر چکا ہے۔ وہاں ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ دونوں حروف جب تحضیض (یا تندیم یا توبیخ) کیلئے آتے ہیں تو صرف فعل کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

اب یہاں یہ سمجھ لیں کہ لَوْلَا اور لَوْمَا جب شرط کا فائدہ دیتے ہیں تو صرف اسم پر داخل ہوتے ہیں۔ اور ان کے بعد آنے والا اسم مبتدا ہوتا ہے جس کی خبر وجوباً حذف ہوتی ہے۔ جیسے: لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ میں عَلِیٌّ مبتدا ہے جس کا عامل، معنوی (ابتداء) ہے نہ کہ لَوْلَا (کما زعم الکوفیون) اور اس کی خبر وجوباً محذوف ہے۔ وتقدیرہ: لَوْلَا عَلِیٌّ مَوْجُوْدٌ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

ضمیرِ مرفوع: چونکہ لَوْلَا کے بعد آنے والا اسم مبتدا ہوتا ہے اس لئے اس کے بعد اگر ضمیر لانے کی ضرورت

ہوتو وہ ضمیر مرفوع منفصل ہی آئے گی۔ جیسے: لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّامُؤْمِنِيْنَ ۔ اَیْ: لَوْلَآ اَنْتُمْ مَوْجُوْدُوْنَ لَكُنَّامُؤْمِنِيْنَ ۔

لَوْلَاکَ وَلَوْلَایَ: بعض دفعہ آپ کو لَوْلَا کے بعد ضمیرِ مجرورِ متصل نظر آتی ہے۔ حالانکہ نہ ضمیرِ مجرور مبتدا بن سکتی ہے نہ ہی ضمیرِ متصل مبتدا بن سکتی ہے۔ جبکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ لَوْلَا شرطیہ کا مابعد مبتدا ہوتا ہے۔ تو اس کے بارے میں دو الگ الگ مقدمات کو ذھن نشین کرلیں۔ (۱) لَوْلَا عام طور پر حروفِ غیر عاملہ میں سے ہے (خواہ تحضیض کے لئے ہو یا شرط کیلئے) لیکن بعض لغات میں لَوْلَا شرطیہ کو حروفِ جارہ مانا گیا۔ اور اس صورت میں یہ اسمِ ضمیر پر داخل ہوکر اسے مجرور کرتا ہے لہذا اس کے بعد ضمیر کا مجرور متصل ہونا ضروری ہے۔ جیسے: لَوْلَاكَ ، لَوْلَاكُمْ وغیرہ (۲) حروفِ جارہ میں سے جو حروف ، زائدہ یا شبیہ بالزائدہ ہیں ان کو کسی متعلق کی ضرورت اس لئے نہیں پڑتی کہ ان کا مجرور ترکیب میں فضلہ یا عمدہ کے کسی مقام پر واقع ہورہا ہوتا ہے۔ یعنی اگر یہ جارہ اسے جر نہ دیتا تو ترکیب میں اس کا جو مقام ہوتا، اس جارہ (زائدہ یا شبیہ بالزائدہ) کے داخل ہونے کے بعد بھی اس کا وہی مقام ہوگا۔ جیسے: كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا میں جس طرح بائے زائدہ سے پہلے اسم جلالہ فاعل تھا اس کے دخول کے بعد بھی اسی طرح بدستور كفٰى کا فاعل ہے۔

اس تمہید کے بعد اب سمجھیں کہ لَوْلَاكَ لَضَرَبَنِيْ نَدِيْمٌ میں لولا حرفِ جارہ شبیہ بالزائدہ ہے۔ کاف ضمیر خطاب اس کا مجرور لفظاً ہے اور تقدیراً مرفوع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے۔ (گویا یہاں اَنتَ ضمیر کو مقدر مانا جائے گا) اور اس کی خبر (مَوْجُوْدٌ) وجوباً محذوف ہے۔

حذفِ جواب: بعض دفعہ لَوْلا شرطیہ کا جواب حذف بھی کیا جاتا ہے۔ جیسے: وَلَوْلَافَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۔

حروفِ ربط: لَوْلَا کے جواب پر لامِ جواب کے دخول کا ضابطہ وہی ہے جو لَوْ کا ہے۔

فوائدِلَوْلَا: لَوْلَا چونکہ خود منفی ہے اس لئے شرط میں تو صرف اثبات کے معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ البتہ جوابِ شرط کو دیکھا جائے گا۔ (۱) اگر وہ مثبت ہوتو یہ اس کے منفی ہونے کا (۲) اور منفی ہوتو مثبت ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔

جوابِ مثبت کی مثال: لَوْلَاعَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ لَوْلَا کا جواب مثبت ہے اس لئے جملۂ شرطیہ سے اس کی نفی کا فائدہ حاصل ہورہا ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت عمرؓ ہلاک نہیں ہوئے۔

جوابِ منفی کی مثال: لَوْلَاكَ لَمَاخَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (یہ جملہ بطورِ حدیث پیش کیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ موضوع حدیث ہے۔ ہم نے صرف لولا کی مثال کی خاطر نقل کیا ہے) اس جملہ میں جوابِ شرط منفی ہے اس لئے جملۂ شرطیہ میں لولا یہاں جواب شرط کے اثبات کا فائدہ دے رہا ہے (کہ میں نے افلاک بنائے)۔

ملاحظہ: دونوں جگہ میں جملۂ شرط مثبت معنی ہی کا فائدہ دے رہا ہے۔ (کیونکہ لانافیہ ، لولا کا حصہ ہے)۔

تمرین : حروفِ زیادت، حروفِ شرط، حروفِ تحضیض اور حروفِ تفسیر کی شناخت کریں اور ان کے استعمال کی جو شرائط بیان کی گئی ہیں ان کا درج ذیل مثالوں پر انطباق کریں۔

لَوْشَآءَ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِيعًا۔فَاَمَّامَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی۔وَلَوْنَشَآءُ لَطَمَسْنَاعَلٰٓی اَعْيُنِهِمْ ۔ وَلَوْاَنَّهُمْ اٰمَنُوْاوَاتَّقَوْالَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ۔لَوْكُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔لَوْاَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْاٰوِيْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيْدٍ۔وَلَوْاَنَّنَانَزَّلْنَآاِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَوَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَاعَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًامَّاكَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔وَاَمَّاالَّذِيْنَ سُعِدُوْافَفِي الْجَنَّةِ۔وَلَوْلَارَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ۔وَلَوْلَاكَلِمَةٌسَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ۔وَلَوْعَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًالَّاَسْمَعَهُمْ۔وَلَوْاَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْاوَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔لَوْشِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔وَلَوْشِئْنَالَاٰتَيْنَاكُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا۔فَاَمَّآاِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍ۔وَلَوْلَاكَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ۔وَاَمَّآاِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔فَلَوْلَآاُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ۔وَاَمَّآاِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ۔وَدَّكَثِيْرٌمِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْيَرُدُّوْنَكُمْ مِنْ بَعْدِاِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا۔رُبَمَايَوَدُّالَّذِيْنَ كَفَرُوْالَوْكَانُوْامُسْلِمِيْنَ۔فَاَمَّاالَّذِيْنَ شَقُوْافَفِي النَّارِ۔لَوْلَآاَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَالَخَسَفَ بِنَا۔لَوْيُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍمِّنَ الْاَمْرِلَعَنِتُّمْ۔وَاَمَّاالسَّآئِلَ فَلَاتَنْهَرْ۔وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ۔لَوْلَآاِذْسَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ۔لَوْلَاجَآءُوْاعَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِشُهَدَآءَ۔ وَدُّوْالَوْتَكْفُرُوْنَ۔لَوْنَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا۔لَوْلَآاَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ۔لَوْشَآءَ رَبُّكَ مَافَعَلُوْهُ۔مَايَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ۔لَوْاَنَّ لَنَاكَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔وَلَوْلَافَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ۔وَلَوْلَآاَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔لَوْاَنْزَلْنَاهٰذَاالْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًامُّتَصَدِّعًامِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۔

نحومیر : **چهارد هم**: لَام مفتوحہ برائے تاکید۔ چوں لَزَيْدٌاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو۔

تشریح: مصنف نے حروفِ غیر عاملہ میں لام کی صرف ایک قسم کا ذکر فرمایا ہے۔ جبکہ عربی زبان میں اس کے علاوہ بھی لام کئی مواقع پر غیر عاملہ کے طور پر آتا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) **لامِ ابتداء**: یہ مبتدا پر اور فعل مضارع پر آتا ہے۔ جیسے: (۱) لَزَيْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو یہ دونوں جگہ تو کید کا فائدہ دیتا ہے۔ اور مصنف نے اسی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ (۲) وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

(۲) **لامُ البُعد**: یہ لام بعض اسمائے اشارہ کے آخر میں کاف البعد سے پہلے بُعد کا معنی مزید مؤکد کرنے کیلئے آتا ہے ۔ جیسے: ذٰلِكَ ، تِلْكَ ۔

(۳)**لامِ التعجب** : یہ بعض دفعہ فَعُل کے وزن پر آنے والے فعلِ تعجب پر آتا ہے ۔ جیسے: لَحَسُنَ خالِدٌ۔ ای مَاأَحْسَنَ خَالِدًا۔

(۴)**لامِ الجواب**: یہ تین مقامات پر آتا ہے (أ) لَوْشرطیہ کے جواب میں ۔جیسے :لَوْكَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (ب) لَوْلَاشرطیہ کے جواب میں۔ جیسے :لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ ۔(ج) قسم کے جواب میں ۔جیسے :تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ ۔

(۵)**لامِ زائدہ** :یہ دومقامات پرآتا ہے (أ) تو کید کے لئے ۔جیسے رُؤْبَة کا یہ شعر ہے :ع

اُمُّ الْحُلَيْسِ لَعَجُوْزٌ شَهْرَبَةٌ　　　تَرْضٰى مِنَ اللَّحْمِ بِعَظْمِ الرَّقَبَةْ

(ب) لٰكِنَّ کی خبر پر۔ جیسے :مَعلُوط بن بَدَل کا یہ شعر ہے :ع

يَلُوْمُوْنَنِيْ فِيْ حُبِّ لَيْلٰى عَوَاذِلِيْ　　　وَلٰكِنَّنِيْ مِنْ حُبِّ لَيْلٰى لَعَمِيْدُ

ملاحظہ:معلوط نے يَلُوْمُوْنَ فعل میں واوِضمیر کا اظہار لغتِ اَكَلُوْنِي الْبَرَاغِيْثُ کے تحت کیا ہے جبکہ اس کا فاعل عَوَاذِل آگے آرہا تھا۔اب واؤ ، فاعل کی ضمیر بنے گا اور عَوَاذِلُ اس کا بدل قرار پائے گا۔ کما مرّفی بحثِ البَدَلِ ۔

(۶)**لامِ فارقہ**: یہ لام اِن مخففہ من الثقیلہ پر اِن مخففہ اور ان شرطیہ کے درمیان فرق پیدا کرنے کیلئے آتا ہے۔جیسے :وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۔

(۷)**لامِ مزحلقہ**:یہ درحقیقت لامِ ابتداء ہی ہے لیکن اِنَّ کے ساتھ جب آتا ہے تو اسے مبتدا (اسمِ اِنَّ) سے اٹھا کرخبر یا اسم میں سے جو بھی مؤخر ہو اس پر لگا دیا جاتا ہے۔اِنَّ کے بعد اس کا مابعدِاِنَّ پر باقی رہنا اس لئے ممنوع ہوجاتا ہے کہ اِنَّ بھی تو کید کا فائدہ دیتا ہے اور یہ لام بھی تو کید کا فائدہ دیتا ہے۔ جملہ کے آغاز میں دو تو کیدات کو اکٹھا کرنا اھلِ لغت کے نزدیک مکروہ تھا اور اِنَّ کو مؤخر کرنا بھی ممنوع تھا کیونکہ اس کا اسم اس پر مقدم نہیں آ سکتا اس لئے لام کو مؤخر کرکے خبر (یا اگر اسم مؤخر ہے تو اسم) پر ڈال دیا گیا۔اس اکھاڑ پچھاڑ کی وجہ سے اس لامِ ابتداء کا نیا نام لامِ مزحلقہ رکھ دیا گیا لِزَحْلَقَتِهَا عَنْ مَكَانِهَا۔(ا) اسمِ اِنَّ کی مثال : اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى۔خبرِ اِنَّ کی مثال : وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ ۔

(۸)**لامِ مُوَطِّئَہ**:یہ وہ لام ہے جو اِنْ شرطیہ پر محض اس لئے داخل ہوتا ہے تاکہ یہ ظاہر کرے کہ اس کے بعد جوجواب آرہا ہے وہ شرط کا نہیں بلکہ قسم کا جواب ہے۔(جواب شرط نہیں بلکہ جواب القسم ہے)۔جیسے : لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ۔اس آیتِ شریفہ میں تین جگہ لامِ توطئہ ، اِنْ شرطیہ پر داخل ہوا ہے جس کی وجہ سے ہر جملۂ شرط کے بعد آنے والا جواب،شرط کی بجائے قسم کا جواب بن گیا ہے۔

نحومیر: پانز دھم : مَا بمعنی مَادَام ۔ چوں : اَقُوْمُ مَاجَلَسَ الْاَمِیْرُ ۔

تشریح: پیچھے ہم ذکر کرآئے ہیں ابتداءً مَا دو قسم کا آتا ہے ۔ (۱) اسمیه (۲) حرفیه ۔ پھر دونوں کی متعدد اقسام ہیں ۔ مَاحرفیه میں اس کی ایک قسم مَامصدرية ظرفيه کی ہے جہاں یہ بیک وقت مصدریت اور ظرفیت کا فائدہ دیتا ہے (مَامصدریه الگ قسم ہے جو صرف مصدریت کا فائدہ دیتی ہے ۔ اس کا ذکر بھی پہلے گذر چکا ہے) مَادَامَ کے معنی میں آنے والی مَا کا تعلق دوسری قسم (مصدریه ظرفیه) سے ہے ۔ یہ بھی حروفِ موصوله میں شمار ہوتی ہے کیونکہ اپنے مدخول فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتی ہے ۔ اس سے پہلے ایک ایسے فعل کا آنا ضروری ہے جو اس مصدریه ظرفیه ماکو اس کے معمول سمیت اپنا ظرف بنائے اور اس مَا کا اپنا مدخول بھی فعل ہی ہوتا ہے جسے یہ مصدر کے معنی میں کرتی ہے ۔ اس لئے اس کی تعریف میں بسا اوقات یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ مَاہمیشہ دو فعلوں کے درمیان آتی ہے ۔ جیسے :اَقُوْمُ مَاجَلَسَ الْاَمِیْرُ میں مَا کے مصدریہ ہونے نے جَلَسَ فعل کو جُلُوْسٌ مصدر کے معنی میں کر دیا اور اس کے ظرفیہ ہونے نے یہاں مُدَّةٌ کا معنی بھی پیدا کر دیا ۔ جو فعلِ سابق (اَقُوْمُ) کا مفعول فیہ (ظرف) ہونے کی وجہ منصوب ہے ۔ تقدیر جملہ یوں بنے گی :اَقُوْمُ مُدَّةَ دَوَامِ جُلُوْسِ الْاَمِیْرِ (دوام کا معنی خود مَا کے اپنے اندر موجود ہے کیونکہ یہ مادَامَ کے معنی میں ہے)۔

نحومیر: شانزدھم : حروفِ عطف وآں دہ ست : واؤ وفاء وثُمَّ وحَتّٰی واِمَّاواَوْ واَمْ وَلَا وبَلْ وَلٰكِنْ ۔

تشریح: عطفِ نسق کا ذکر چند صفحات پہلے گذرا ہے ۔ یہ عطف انہی دس حروفِ عاطفہ میں سے کسی ایک کے ذریعے حاصل ہوتا ہے ۔ عطف کے احکام پر ہم نے وہاں روشنی ڈالی تھی ،حروفِ عاطفه کے احکام پر یہاں سرسری تبصرہ کرتے ہیں ۔ پہلے انفرادی طور پر ہر حرف کی الگ الگ تنقیح کریں گے ۔ آخر میں ان کے مجموعی احکام پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں گے ۔

واوِ عاطفه: حروفِ عاطفہ میں واؤ کو سردار کا مقام حاصل ہے ۔ یہ تشریكِ مطلق کا فائدہ دیتا ہے کہ معطوف اپنے معطوف علیه کے حکم میں شریک ہے قطع نظر اس سے کہ زمانہ کے اعتبار سے مقدم ہو ، مؤخر ہو یا مصاحب ہو ۔ جیسے (۱) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَانُوْحًا وَّاِبْرَاهِيْمَ (معطوف مؤخر فی الزمان) (۲) كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ (معطوف مقدم فی الزمان) (۳) فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ (معطوف مصاحب فی الزمان)۔

خصوصیاتِ واؤ: چونکہ واؤ تمام حروفِ عاطفہ میں اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اسے دوسرے حروف پر متعدد وجوہ سے خصوصیت حاصل ہے ۔ علماء نے اس کی اکیس (۲۱) ایسی خصوصیات ذکر کی ہیں جن میں اس کے ساتھ دوسرا کوئی حرفِ عطف شریک نہیں ۔ (صرف ایک خصوصیت ایسی ہے جس میں فاء بھی اس کے ساتھ شریک ہے)۔ طلبۂ کرام کے افادہ کیلئے ہم ان میں سے چند خصوصیات کا ذکر کرتے ہیں :۔

(۱) کسی سببی (متعلق) کا کسی اجنبی پر عطف کرنا (جب ربط کی احتیاج ہو) جیسے: مَرَرْتُ بِامْرَاَۃٍ قَامَ سَعِیْدٌ وَّاَخُوْھَا۔ یہاں اَخوھا کا تعلق سعید سے نہیں بلکہ اِمْرَاَۃٌ سے ہے اس اعتبار سے وہ اِمْرَاَۃٌ کا متعلق ٹھہرا (متعلق ہی کو سببی بھی کہتے ہیں) یہاں اس کا عطف سعِید پر آرہا ہے جو اس کے لئے اجنبی ہے کیونکہ وہ اس کا بھائی نہیں ہے۔

(۲) اس کا لٰکِنْ عاطفه کے ساتھ آنا۔ جیسے: وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا۔

(۳) اس کا اِمَّا عاطفه کے ساتھ آنا۔ جیسے: اِمَّاشَاکِرًاوَّاِمَّا کَفُوْرًا۔

(۴) اس کا لا نافیه کے ساتھ آنا جب اس سے پہلے نفی موجود ہو اور فعل اشتراك پر دلالت نہ کرتا ہو۔ جیسے: لَافِیْھَاغَوْلٌ وَّلَا ھُمْ عَنْھَا یُنْزَفُوْنَ۔

(۵) اس کے معطوف میں تقدم، تاخر، معیت تینوں کا احتمال پایا جانا۔

(۶) اس کے ذریعے عقود (عشرون تاتسعون) کا مفرد اعداد پر عطف ہونا۔ جیسے: ثَلَاثَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ۔

(۷) ایک ہی موصوف کے لئے آنے والی متعدد صفات کے عطف میں استعمال ہونا۔ جیسے: رَجُلٌ صَالِحٌ وَمُجْتَھِدٌ۔

(۸) خاص کا عام پر عطف کرنے کیلئے آنا۔ جیسے: جَآءَنِیْ الرِّجَالُ وَعَبْدُالْقُدُّوْسِ۔

(۹) عام کا خاص پر عطف کرنے کیلئے آنا۔ جیسے: جَآءَنِیْ حُذَیْفَۃُ وَالطُّلَّابُ۔

(۱۰) کسی چیز کا اس کے مترادف پر عطف کرنے کیلئے آنا۔ جیسے: اَکَلْتُ السَّمَکَۃَ وَالْحُوْتَ۔

فائے عاطفه: یہ ان امور کا فائدہ دیتی ہے۔ (۱) تشریك (۲) ترتیب (۳) تعقیب (۴) سببیت۔ پہلے تین معانی اس کے ساتھ لازم ہیں جبکہ چوتھا معنی لازم نہیں، اس کا حسبِ موقعہ فائدہ دیتی ہے۔ جیسے: فَوَکَزَہٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْہِ (فعل میں سببیت کا فائدہ دے رہی ہے) اور لَاٰکِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ فَمَالِئُوْنَ مِنْھَاالْبُطُوْنَ فَشَارِبُوْنَ عَلَیْہِ مِنَ الْحَمِیْمِ۔ میں نہیں دے رہی۔

ثُمَّ عاطفه: تین امور کا بیک وقت فائدہ دیتی ہے: (۱) تشریك (۲) ترتیب (۳) تراخی۔ جیسے: ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ ثُمَّ اِذَاشَآءَ اَنْشَرَہٗ۔

فرق: فاء اور ثُمَّ دو امور میں شریک ہیں (۱) تشریك (۲) ترتیب۔ البتہ تیسری خصوصیت میں ان کے راستے جدا ہوجاتے ہیں کہ فاء تعقیب (یعنی فوراً بعد واقع ہونے) کا اور ثُمَّ تراخی (یعنی تاَ خیر کے بعد واقع ہونے) کا فائدہ دیتی ہے۔

ثُمَّتَ: بعض دفعہ ثُمَّ کو محض لفظی طور پر مؤنث کرنے کے لئے اس کے آخر میں تائے تأنیث کا اضافہ کر کے ثُمَّتَ بنا دیا جاتا ہے۔

اس وقت اسے تائے طویله سے لکھا جاتا ہے تاکہ ثَمَّ اسمِ اشارہٗ مکان کی مؤنثِ لفظی (جسے اسی کی طرح محض لفظی حد تک

مؤنث بنایا گیا ہے) کے ساتھ اس کا التباس نہ آئے کیونکہ اسے ثَمَّةَ تائے مدوّرہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔
بعض علمائے نحو فرماتے ہیں کہ تاء لگنے کے بعد ثُمَّتَ صرف عطفِ جملہ علی الجملة کے لئے مختص ہو جاتا ہے۔ جیسے:
یہ مشہور شعر ہے۔ ع

وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِيْمِ يَسُبُّنِي فَمَضَيْتُ ثُمَّتَ قُلْتُ لَايَعْنِيْنِي

ثُمَّتَ بھی حرفِ عطف مبني علی الفتح ہے۔

حتی عاطفہ: یہ حتّٰی جارہ سے مختلف ہے۔ وہ اسم کو جر دیتا ہے جبکہ یہ اسے ماقبل پر معطوف کر کے متبوع والا اعراب دلاتا ہے۔

شرائط حتی: حتی عاطفہ چار شرائط کے ساتھ آتا ہے: **اول** یہ کہ اس کا معطوف اپنے معطوف علیہ کے جمع کا بعض ہو۔ جیسے: قَدِمَ النَّاسُ حَتَّى الْاُمَرَآءُ۔ یا وہ معطوف کے کل کا جزء ہو۔ جیسے: اَكَلْتُ السَّمْكَةَ حَتّٰى رَأْسَهَا۔ **دوم** یہ کہ وہ اپنے ماقبل کی غایۃ وانتہاء ہو۔ خواہ یہ غایت زیادت میں ہو۔ جیسے: مَاتَ النَّاسُ حَتَّى الْاَنْبِيَآءُ یا نقص میں غایت ہو۔ جیسے: حَضَرَ النَّاسُ حَتَّى الْحَجَّامُوْنَ۔ مشہور شاعر صحابی حضرت نابغة ذبیانیؓ نے ایک ہی شعر میں دونوں غایات کو بڑی خوبصورتی سے جمع کیا ہے: ع

قَهَرْنَاكُمْ حَتَّى الْكُمَاةَ فَاَنْتُمْ تَهَابُوْنَنَا حَتّٰى بَنِيْنَا الْاَصَاغِرَا

(ہم نے تمہیں حتی کہ تمہارے سرداروں کو شکست دی۔ اسلئے تم ہم سے حتی کہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بچوں سے ڈرتے ہو) ۔ پہلے مصراع میں حتی غایت فی الزیادة پر اور دوسرے میں غایت فی النقص پر دلالت کر رہا ہے۔ **سوُم**: یہ کہ اس کا معطوف اسمِ ظاہر ہو۔ **چھارم** یہ کہ اس کا معطوف اسم ہو، فعل نہ ہو۔

إمّا عاطفہ: یہ اس اعتبار سے اَوْ عاطفہ کا ہم معنی ہے کہ یہ بھی اَحَدُالشَّيْئَيْن یا اَحَدُالْاَشياء کے لئے آتا ہے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ اَوْ میں جملہ کا آغاز یقین سے ہوتا ہے جبکہ اِمَّا میں آغاز ہی شک سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آپ کہتے ہیں: جَآءَ قُتَيْبَةُ اَوْ مُعَاذٌ تو ابتداء میں آپ نے قتیبہ کی آمد پر یقین کا اظہار کیا، پھر جب اَوْ آیا تو جملے میں شک کا عنصر شامل ہو گیا۔ لیکن اگر آپ یوں کہتے ہیں کہ: جَآءَ اِمَّا مُشْتَاقٌ وَّاِمَّا ثَوْبَانُ تو آپ نے جملے کا آغاز ہی شک سے کیا ہے کہ پتہ نہیں مشتاق آیا ہے یا ثوبان آیا ہے (مگر ان دونوں میں سے کوئی ایک آیا ضرور ہے)۔

مَعَانِیْ اِمَّا: یہ مختلف پانچ معانی کا فائدہ دینے کے لئے آتا ہے۔

(۱) **شک**: جیسے: سَيَقْدُمُ اِمَّا عَدْوَانُ وَاِمَّا جُبَيْرٌ

(۲) **ابھام**: جیسے: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ۔

(۳) **تخییر**: جیسے: اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا۔

(۴)**اباحت**: جیسے: اِقْرَأْ اِمَّا النَّحْوَ وَاِمَّا الْفِقْهَ۔

(۵)**تفصیل**: جیسے: اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا۔

دخولِ واؤ: اصول النحو میں یہ ضابطہ تو طے ہے کہ کسی مقام پر ایک ہی مقصد کے لئے دو کلمات یکجا نہیں آ سکتے۔ اسی ضابطہ کے تحت اَن ناصبہ حروفِ تنفیس کے ساتھ نہیں آتا۔ کیونکہ اَن بھی فعل مضارع کو مستقبل کے ساتھ مختص کرتا ہے اور حروفِ تنفیس بھی۔ یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ دوسرے اِمَّا کے ساتھ لازمی طور پر واؤ آتی ہے، جبکہ یہ دونوں حروفِ عاطفہ ہیں۔ علمائے نحو فرماتے ہیں کہ چونکہ یہاں سے واؤ کو حذف نہیں کیا جا سکتا اس لئے اسے عطف کے معنی سے خالی کر دیا جائے گا۔ عطف کے لئے صرف اِمَّا آئے گا۔ جیسے: اَرَاَيْتَكُمْ میں تاء ضمیر فاعل نہیں رہی بلکہ فاعل كُمْ ہے جو منصوب ضمیر کی صورت میں آ رہا ہے۔

لزومِ اِمَّا واَوْ: اِمَّا خبریہ کے بعد یا تو اس پر عطف کے لئے وَ اِمَّا کا آنا ضروری ہے یا اَوْ کا آنا ضروری ہے۔ عربی میں اعراب نہ ہونے کی صورت میں اَمَّا شرطیہ اور اِمَّا خبریہ وعاطفہ کا فرق اسی سے واضح ہوتا ہے کہ مفتوح الھمزۃ اَمَّا کے بعد فاء کا آنا اور مکسور الھمزہ اِمَّا کے بعد دوسرے اِمَّا یا اَوْ عاطفہ کا آنا واجب ہے۔

اَوْ عاطفہ: یہ بھی اِمَّا کی طرح اَحدالاَمْرَین کے لئے آتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ کلام کا آغاز یقین سے ہوتا ہے۔ شك کا آغاز اَوْ کے داخل ہونے پر ہوتا ہے۔ كَمَا ذَكَرْنَاهُ اٰنِفًا۔

معانیٔ اَوْ: یہ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے:۔

(۱)**شک**: جیسے: جَآءَ سَعْدٌ اَوْ اَمْجَدُ۔

(۲)**ابہام**: جیسے: اِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ۔ اس آیتِ مقدسہ میں دو جگہ الگ عنوان سے ابہام پیدا کیا گیا ہے۔

(۳)**تخییر**: جیسے: تَزَوَّجْ اُمَّ كُلْثُوْمٍ اَوْ اُخْتَهَا (یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لو۔ دونوں سے بیک وقت شادی نہیں کر سکتے)۔

(۴)**اباحت**: جَالِسِ الْعُلَمَآءَ اَوِ الطُّلَّابَ (یعنی ان دونوں طبقوں سے ہم نشینی کر سکتے ہو)۔

(۵)**تفصیل**: جیسے: قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى۔

(۶)**تقسیم**: جیسے: اَلْكَلِمَةُ اِسْمٌ اَوْ فِعْلٌ اَوْ حَرْفٌ۔ ان کے علاوہ بھی وہ چار معانی میں آتا ہے مگر ان کا تذکرہ یہاں غیر ضروری ہے۔

اَم عاطفہ: یہ دو قسم کا ہوتا ہے (۱) متصلہ (۲) منقطعہ۔

اَم متصلہ: وہ ہے جو (۱) یا تو ھَمزةُ التَّسْوِيَة کے بعد آئے یا (۲) یا ھمزہ بمعنی اَيٌّ کے بعد آئے۔

همزة السوية وہ ھمزہ ہے جو اسم سَوَآءٌ کے بعد آتا ہے۔اور یہ ھمزہ فعل پر داخل ہوکر اسے (اَن ، مَا وغیرہ کی طرح)مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے۔اس ھمزۂ تسویہ کے بعد آنے والا اَمْ بھی متصله ہوتا ہے۔جیسے: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ مصدر کی تاویل میں ہونے کے بعد آیت مبارکہ: سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ اِنْذَارُكَ اِیَّاهُمْ اَوْعَدْمُ اِنْذَارِكَ اِیَّاهُمْ کے معنی میں ہوجاتی ہے۔**همزه بمعنی اَیٌّ**: سے ھمزہ الاستفہام مراد ہے جبکہ وہ اَحَدُالامرین کے لئے آرہا ہو۔ایسے همزه کے بعد جب اَمْ آتا ہےتو وہاں بھی متصله ہی کہلاتا ہے۔اس قسم کے جملوں میں اگر اسم کی تعیین مقصود ہوتو استفہام میں اسے مقدم کریں گے۔ جیسے : (۱)اَفَائِزٌعِنْدَكَ اَمْ نَبِیْلٌ ؟ (۲) اَرَاشِدٌ ضَرَبَكَ اَمْ سُهَیْلٌ ؟ (۳)اَحَسَنًالَقِیْتَ اَمْ جَابِرًا ؟ اوراگر فعل کی تعیین مقصود ہوتو فعل کو مقدم کر کے لائیں گے۔جیسے: اَضَرَبْتَ یَعْقُوْبَ اَمْ قَتَلْتَهُ ؟ **ام متصلة** خواہ همزة التسوية کے بعد آئے خواہ همزه بمعنی اَیٌّ کے بعد آئے ، خواہ فعل کو مصدر کی تاویل میں کرنے کیلئے آئے ،خواہ احدالا مرین کا تعین کرنے کیلئے آئے ، ہرصورت میں وہ عاطفه بھی ہے اور متصله بھی۔متصل اس لئے کہ وہ ماقبل سے جڑا ہوا ہے۔اس سے منقطع نہیں ہوا۔ کما هُوَالظَّاهِرُ ۔

اَمْ منقطعة: وہ ہوتا ہے جو بَلْ عاطفه کے معنی میں ہواور اضراب پر دلالت کرنے کی وجہ سے سابق کلام سے معنوی طور پر منقطع ہو۔لیکن اَم منقطعه اور بل میں یہ فرق ہے کہ بَل کا مابعد محقق ہوتا ہے لیکن اَمْ منقطعه کا مابعد محقق نہیں ہوتا۔یہ اَمْ اسم کی بجائے جملے پر آتا ہے۔جیسے: اِنَّهَالَشَاةٌ اَمْ هِيَ هِرَّةٌ ۔ دور سے دیکھ کر گمان ہوا کہ بکری ہے اس لئے دعویٰ کر دیا کہ اِنَّهَالَشَاةٌ ۔مگر نزدیک آنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو بلی ہے تو کہا کہ اَمْ هِيَ هِرَّةٌ یہ تو بلی ہے۔قرآن کریم میں ارشادگرامی ہے: الٓمّٓ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَارَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ۔ یہاں اَمْ ، بل کے معنی میں ہے۔اَی :بَلْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰهُ ۔

لا عاطفه: اس سے پہلے جتنے عواطف گذرے ہیں وہ سب کے سب تشریك کا فائدہ دیتے تھے۔آخری تین حروفِ عاطفه تشریك کی بجائے اِخراج یعنی اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم سے نکالنے کا فائدہ دیں گے۔لَا اپنے مابعد سے اس حکم کی نفی کرتا ہے جواس کے ماقبل کے لئے ثابت ہے۔

شرائط: لا تین شرائط کے ساتھ بطورِ عاطفه استعمال ہوتا ہے (۱) اس کا معطوف مفرد اسم ہو۔ (فعل اور جملہ کے عطف میں استعمال نہیں ہوگا) (۲) اس سے پہلے ایجاب ، امر یا نداء کلام میں آرہی ہو۔ (۳) اس کے متعاطفین میں سے کوئی ایک دوسرے پر صادق نہ آتا ہو۔

ایجاب کی مثال: هٰذَاوَلَدٌ نَشِیْطٌ لَاكَسُوْلٌ۔**امر** کی مثال: اُدْعُ خَالِدًالَاابْرَاهِیْمَ۔**نداء** کی مثال: یَاابْنَ اَخِي لَاابْنَ عَمِّي۔ چونکہ ہم نے شرط لگائی ہے کہ نہ لا کا معطوف اس کے معطوف علیہ پر صادق آتا ہو نہ ہی بالعکس ۔اس لئے اِشْتَرَیْتُ اَرْضًالَّادَارًا تو کہہ سکتے ہیں لیکن: اِشْتَرَیْتُ اَرْضًالَّاضَیْعَةً کہنا غلط ہے۔کیونکہ ارضٌ اور ضَیْعَةٌ ایک

دوسرے پر صادق آتے ہیں۔

بَل عاطفة: یہ اِضراب کا فائدہ دیتا ہے اور اپنے مابعد کے لئے وہ حکم ثابت کرتا ہے جو اس ماقبل کے لئے ثابت نہیں ہے۔

شرائط : یہ دو شرائط کے ساتھ بطورِ عاطفہ آتا ہے۔ (۱) یہ کہ اس کا معطوف مفرد ہو (۲) یہ کہ اس سے پہلے ایجاب ، امر ، نفی یا نہی ہو۔

(۱) اگر ایجاب یا امر کے بعد آئے تو معطوف علیہ سے حکم سلب کر کے معطوف کو حکم دینے کا فائدہ دیتا ہے۔ جیسے: (۱) ذَهَبَ إِلَى الْمَسْجِدِ مَحْمُوْدٌ بَلْ عُثْمَانُ (ایجاب میں) (۲) لِيَقْرَأْ نَبِيْلٌ بَلْ شُرَيْحٌ ۔ (امر میں) پہلے جملہ میں جانے کا حکم محمود سے سلب کر کے عثمان کے لئے ثابت کیا گیا جبکہ دوسرے میں پڑھنے کا حکم نبیل سے سلب کر کے شریح کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔

(۲) اور اگر نفی یا نہی کے بعد آئے تو اس نفی و نہی کو معطوف علیہ میں برقرار رکھتا ہے اور اس کی ضد کو معطوف میں ثابت کرتا ہے۔ جیسے: (نہی میں) لَا تَضْرِبْ شَاعِرًا بَلْ صَحَفِيًّا میں شاعر کو مارنے سے نہی کرنے کا معنی برقرار ہے کہ شاعر کو نہ مارو۔ البتہ اس کی ضد (مارنے کا امر) معطوف (صحافی) کیلئے ثابت کیا جا رہا ہے کہ صحافی کو مارو۔ اور (نفی میں) لَمْ يَأْتِنِي زُبَيْرٌ بَلْ عَطَاءُ الرَّحْمٰنِ ۔ میں زبیر کے آنے کی نفی کا مفہوم برقرار ہے۔ بل نے اس کی ضد (آنے کا ثبوت و ایجاب) عطاء الرحمن کے لئے ثابت کر دیا کہ وہ آیا ہے۔

لٰکِنْ یہ مبنی علی السکون حرفِ عطف ہے۔ اگر مشدد ہو تو حرفِ مشبہ بالفعل بن جاتا ہے اور عامل بھی ہوتا ہے۔

لٰكِنْ عاطفه نفی کے بعد استدراک کا فائدہ دیتا اور مابعد کے لئے اس حکم کو ثابت کرتا ہے جس کی ماقبل (معطوف علیہ) سے نفی کی گئی ہے۔

شرائط : یہ تین شرائط کے ساتھ بطورِ عاطفہ استعمال ہوتا ہے۔ (۱) اس کا معطوف مفرد ہو۔ (۲) اس سے پہلے یا نفی آئے یا نہی (۳) اس سے قبل واؤ نہ آ رہی ہو۔ **نفی** کی مثال: مَا دَرَسْتُ الْفِقْهِ لٰكِنِ النَّحْوَ ۔ اور **نہی** کی مثال: (۱) لَا يَذْهَبْ صابِرٌ لٰكِنْ شاهِدٌ (۲) لَا تَشْرَبَ اللَّبَنَ لٰكِنِ الْعَصِيْرَ ۔

لٰكِنْ ابتدائية: اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو لٰكِنْ عاطفه نہیں رہتا بلکہ ابتدائیہ بن جاتا ہے۔ اس صورت میں بھی استدراك کا فائدہ بدستور دیتا ہے۔ جیسے: (۱) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ ۔ چونکہ یہاں لٰكِنْ سے پہلے واؤ آ گئی ہے اس سے یہ عاطفہ نہیں بلکہ ابتدائیہ ہے۔ (۲) قَامَ سُهَيْلٌ لٰكِنْ نَعِيْمٌ لَّمْ يَقُمْ ۔ یہاں جملۂ سابقہ منفی نہیں بلکہ موجب ہے۔ اس لئے لکن ابتدائیہ ہوگا عاطفہ نہیں ہوگا۔ (۳) جیسے زُهَيْرِبن اَبِى سُلْمٰى کا یہ شعر ہے: ع

اِنَّ ابْنَ وَرْقَاءَ لَا تُخْشٰی بَوَادِرُہٗ　　　لٰکِنْ وَقَائِعُہٗ فِی الْحَرْبِ تُنْتَظَرُ

یہاں لٰکن سے پہلے واؤ بھی نہیں اور جملۂ سابقہ منفی بھی ہے لیکن چونکہ اس کے بعد مفرد نہیں بلکہ جملۂ اسمیہ آرہا ہے اور لٰکِنْ جملہ کا عطف نہیں کرتا، اس لئے یہاں یہ ابتدائیہ ہے، عاطفہ نہیں ہے۔

اقسامِ مواقعِ حروفِ عطف (۱) بعض حروفِ عطفِ مشروط طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے ایسے حروفِ عطف چار قسم کے ہیں کہ وہ کن کن مواقع پر آتے ہیں؟

اول وہ قسم ہے جو صرف ایک چیز کے بعد واقع ہوتی ہے۔ اس میں صرف اَمْ عاطفة آتا ہے جو صرف همزه کے بعد آتا ہے۔ **دُوُم** وہ قسم ہے جو دو چیزوں کے بعد آتی ہے۔ اس میں بھی ایک ہی حرفِ عطف لٰکِن آتا ہے جو (۱) نفی (۲) نهی کے بعد آتا ہے۔ ان کے علاوہ کسی کلام کے بعد نہیں آتا۔ **سِوُم** وہ قسم ہے جو تین چیزوں کے بعد آتی ہے۔ اس میں صرف لَاعاطفة آتا ہے جو (۱) نداء (۲) امر (۳) ایجاب کے بعد آتا ہے۔ ان کے علاوہ کہیں نہیں آتا۔ **چهارُم** وہ قسم ہے جو چار چیزوں کے بعد آتی ہے۔ اس میں صرف بَلْ آتا ہے جو (۱) ایجاب (۲) امر (۳) نفی (۴) نهی کے بعد آتا ہے۔ ان چار مواقع کے علاوہ کہیں نہیں آتا۔

ان چار حروف کے علاوہ دیگر حروف عاطفہ ہر جگہ آسکتے۔

تقسیم باعتبارِ حکم: اعراب اور حکم کے اعتبار سے حروفِ عاطفه چار اقسام پر تقسیم ہیں۔

اول: وہ قسم جو اعراب اور حکم دونوں میں اول وثانی (معطوف ومعطوف علیه) کو شریک کرتی ہے۔ اس قسم میں چار حروف آتے ہیں: واؤ، فاء، ثُمَّ، حَتّٰی۔

دُوُم: وہ جو حکم کو صرف اول سے مختص کرتی ہے۔ اس میں صرف لَا آتا ہے۔

سِوُم: وہ جو حکم کو ثانی سے مختص کر دیتی ہے۔ اس قسم میں دو حروف لٰکِنْ و بَلْ آتے ہیں۔

چهارُم: جو حکم کو دونوں میں سے کسی ایک کیلئے مختص کرتی ہے مگر اس ایک کو متعین نہیں کرتی۔ اس میں تین حروفِ عاطفہ آتے ہیں: اَوْ، اِمَّا، اَمْ۔

تمرین: ذیل کی امثلہ میں لامِ تاکید، لامِ جواب کی شناخت کریں۔ حروفِ عاطفہ کو پہچانیں اور ان کی روشنی میں معانی کا تعین کریں۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ۔ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى۔ سَوَآءٌ عَلَيْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا۔ وَاِنَّا اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى۔ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ۔ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْيُسْلِمُوْنَ۔وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌمِّنْ مُّشْرِكٍ ۔اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًافَاٰوٰى وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى وَوَجَدَكَ عَآئِلًافَاَغْنٰى۔وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌمِّنْ مُّشْرِكَةٍ۔اِمَّاشَاكِرًاوَّاِمَّاكَفُوْرًا۔وَاِنَّالَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ۔وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ فَهُوَخَيْرٌلِّلصَّابِرِيْنَ۔خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَاشَآءَ اَنْشَرَهٗ۔فَاِمَّامَنًّا بَعْدُ وَاِمَّافِدَآءً۔فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًااَوْقَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ۔وَالَّذِيْ قَدَّرَفَهَدٰى۔قُمْ فَاَنْذِرْوَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔اِلَّاوَحْيًااَوْمِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْيُرْسِلَ رَسُوْلًافَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ۔وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَاوَالْقَمَرِاِذَا تَلٰهَا۔وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّافَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا۔عُذْرًااَوْنُذْرًا۔اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًااَمْ بِهٖ جِنَّةٌ۔ اِنَّهَالَاِحْدَى الْكُبَرِ۔لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ۔

تعدادِ حرف

کتاب کے اختتام پر اور حروفِ غیرِ عاملہ کی بحث مکمل ہونے پر ہم طلبہ کو ایک نہایت مختصر اور نہایت جامع نحوی تحفہ دے رہے ہیں جو نحوی درسی کتب میں بہت چھوٹا ہونے کے باوجود بہت عظیم اضافہ شمار ہوگا۔ اس مختصر سے چارٹ میں ہم نے عربی زبان میں استعمال ہونے والے تمام حروف کو جمع کر دیا ہے ، خواہ وہ عاملہ ہوں یا غیرِ عاملہ۔

کل حروف بهتر هیں : عربی زبان میں استعمال ہونے والے حروفِ معانی (کلمہ کی تیسری قسم) کی کل تعداد بہتر (۷۲) ہے۔ انہیں ہم ان کے حروفِ تہجی کے اعتبار سے پانچ اقسام پر تقسیم کریں گے (۱) اُحادِی (۲) ثُنائی (۳) ثُلاثی (۴) رُباعی (۵) خُماسی ۔

اُحادی حروف کی تعداد تیرہ (۱۳) ہے: همزه والف وباء وتاء وسین وفاء وکاف ولام ومیم ونون وهاء وواؤویاء۔

ثُنائی حروف کی تعداد چھبیس (۲۶) ہے: آ ، اَم ، اَنْ ، اِنْ ، اَوْ ، اَیْ ، اِیْ ، بَلْ ، عَنْ ، فِیْ ، قَدْ ، کَیْ ، لَا ، لَمْ ، لَنْ ، مَا ، مُذْ ، مَعَ ۔ ایک رائے کے مطابق ۔ مِنْ ، هَا ، هَلْ ، وَا ، وَیْ ، یا ، لَوْ ، اَلْ ۔

ثُلاثی حروف کی تعداد انیس (۱۹) ہے: اَجَلْ ، اِذَنْ ، اِلٰی ، اَلَا ، اَمَا ، اِنَّ ، اَنَّ ، اَیَا ، بَلٰی ، ثُمَّ ، جَیْرِ ، خَلَا ، رُبَّ ، سَوْفَ ، عَدَا ، عَلٰی ، لَیْتَ ، نَعَمْ ، هَیَا۔

رُباعی حروف تیرہ (۱۳) ہیں: اِلَّا ، اَلَّا ، اِمَّا ، اَمَّا ، حَاشَا ، حَتّٰی ، کَاَنَّ ، کَلَّا ، لَعَلَّ ، لَمَّا ، لَوْلَا ، لَوْمَا ، هَلَّا ۔

خُماسی حرف صرف ایک ہے: لٰکِنَّ ۔

بابِ مستثنٰی

کتاب کے اختتام کے بعد ہم مستثنٰی کے احکام بیان کریں گے جن کا تذکرہ حضرت مصنف نے نہیں کیا مگر طلبہ کے لئے مستثنٰی کے احکام کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ یہاں ہم ایک مختصر نقشے کی مدد سے یہ بحث مکمل کریں گے۔ وها هوذا :

مستثنی کااعراب: چار طرح سے آتا ہے (۱) نصب (۲) جر (۳) موافقِ عامل (۴) مستثنٰی منہ کا تابع بدل بن کر مستثنی منه والا اعراب۔ اس کی تفصیل یہ ہے:۔

نمبر	ضابطہ اعراب مستثنی	مثال
(۱)	اگر مستثنی متصل، الا کے بعد آئے اور کلام بھی موجَب (نفی واستفہام سے خالی) ہو تو مستثنٰی ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔	حضر الطلابُ اِلّا سعیداً
(۲)	مستثنی منقطع الا کے بعد ہمیشہ منصوب ہوتا ہے خواہ کلام موجَب ہو یا غیر موجب۔	اکل الکلابُ اِلّا ھرۃً ۔لم یحضر الطلاب اِلّا المعلمَ۔
(۳)	مستثنٰی متصل اور منقطع دونوں اس وقت منصوب ہوتے ہیں جب وہ الا کے بعد آئیں اور اپنے مستثنٰی منہ پر مقدم ہوں خواہ کلام موجب ہو یا غیر موجَب!	جاء اِلّا نعیماً الطلابُ،ماجاء اِلّانعیماً الطلابُ، جاء اِلّا مدیرًا الطلابُ،ماجاء اِلّامدیراً الطلابُ۔
(۴)	ماخلا ،ماعدا،لیس،لا یکون کے بعد مستثنٰی جمہور کے نزدیک منصوب ہوتا ہے	جلس القوم کلھم ماخلا زاھداً(دیگر افعال استثناء لگا کر باقی امثلہ خود تیار کریں)
(۵)	(الف)اگر مستثنٰی متصل الا کے بعد کلام غیر موجَب میں واقع ہو اور مستثنٰی منہ کلام میں ؒالا مذکور ہو تو اس کو مستثنٰی ہونے کی بناء پر نصب دینا بھی جائز ہے۔ (ب)اور ایسے مستثنٰی کو مستثنٰی منہ کا بدل البعض بنا کر اسی کا اعراب دینا بھی جائز ہے۔	(۱) لم یحضر الجلسۃَ احد الا الامیرَ (۲)ماا کلت شیئاًاِلّا التفاحَ (۳)لم اُسَلِّم علی احدٍ اِلّا الاستاذَ۔ (۱)لم یحضر المائدۃَ احدٌ اِلّا مسعودٌ (۲)ما اعطیت الطِیبَ احداًاِلّا نبیلًا (۳) ما وضعت الکتاب فی شیءٍ اِلّا الخزانۃِ۔
(۶)	مستثنٰی اگر غیر ،سِوی ،سَواء کے بعد آئے تو بالاتفاق اور اگر حاشا کے بعد آئے تو اکثر علمائے نحو کے نزدیک اس کو جر دی جائے گی۔	لاتعبد اَحَدًا غیرَ اللہِ(دیگر ادوات استثناء کی مثالیں اسی سے بنالیں)
(۷)	اگر مستثنٰی حاشا کے بعد آئے تو بعض علماء کے نزدیک منصوب ہوگا	جاء نی القوم حاشا بکراً۔
(۸)	اگر مستثنٰی خلا ،عدا کے بعد آئے تو بعض علماء کے نزدیک وہ مجرور پڑھا جائے گا	رأیت القوم خلا رشیدٍ وعداسعیدٍ۔

لفظ(غیر) کا اعراب: کلام میں لفظ غیر کا اعراب ہمیشہ وہی ہوگا جو الا کے مستثنٰی کا ہوتا ہے .جیسے حضر الطلاب غیرَ سعیدٍ.لم یحضر المائدۃَ احدٌ غیرُ مسعودٍ.سِوٰی اور سَوآء کا اعراب بھی یہی ہوتا ہے۔

تمرین : درج ذیل آیات مبارکہ میں استثناء کی قسم بتلائیں کہ متصل ہے یامنقطع ؟ کلام موجَب ہے یا غیر موجب

اور اعراب بتلائیں کہ مستثنیٰ کو کیا اعراب ملا اور کیوں ملا؟

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا ۔ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ ۔ وَمَاهٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۔ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا ۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۔ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَا اِلَّا اِحْدَی الْحُسْنَیَیْنِ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔ لَوْ كَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِیْنَ ۔ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِیْرًا لَّهُمْ ۔ وَمَا كَانَ صَلٰوتُهُمْ عِنْدَ الْبَیْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِیَةً ۔ وَمَا یَتَذَكَّرُ اِلَّا اُولُو الْاَلْبَابِ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا ۔ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ۔ لَمْ یَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِیَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۔ وَلَا یَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۔ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۔ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۔ وَمَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ مِّنْهُمْ ۔ وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ اِلَّا اٰلَ لُوْطٍ ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ ۔ حَقِیْقٌ عَلٰی اَنْ لَّا اَقُوْلَ عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ حَاصِبًا اِلَّا اٰلَ لُوْطٍ ۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۔ لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِیْمًا اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۔

مُعْجَمُ الصَّرْفِ وَالنَّحْو

تالیف **علامہ ارشد حسن ثاقب**

☆ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں صرف و نحو کے موضوع پر اپنے اسلوب کے اعتبار سے پہلی اور منفرد تصنیف۔

☆ صرف یا نحو سے متعلق کوئی بھی مسئلہ معلوم کرنا چاہیں تو ابجدی ترتیب سے اس کا عنوان نکالیں اور مفصل معلومات سے لطف اندوز ہوں۔

☆ ہر وہ اسم، فعل یا حرف جو صرفی یا نحوی مباحث میں استعمال ہوتا ہے، اس کی مکمل تحقیق اس کتاب میں آپ کو ملے گی۔

☆ تحقیق و تالیف کا اچھوتا انداز جو جامعیت کے ساتھ دلکشی اور کاملیت کے ساتھ فسوں کار دلچسپی کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔

☆ پہلی جلد صرف الف، باء، تاء، ثاء کے چار حروف پر مشتمل ہے اور بڑی تقطیع کے پانچ سو سے زائد صفحات پر محیط ہے۔

☆ اس کتاب میں مختلف عنوانات کے ذیل میں صرف، نحو، فلسفۂ صرف و نحو، ادلة الصرف، ادلة النحو، اصول النحو اور چند دیگر اچھوتے موضوعات کو بھی مشقِ سخن بنایا گیا ہے۔

☆ اکثر مباحث اس کتاب میں آپ کو ایسے ملیں گے جو عام متداول درسی کتب، ان کے حواشی اور شروح میں سرے سے مذکور نہیں۔

☆ لاتعداد ایسے ابحاث جو فنِ نحو سے دلچسپی رکھنے والے علماء و طلبہ کی آنکھیں روشن اور دل و دماغ مسحور کر دیں گے۔

☆ جس استاذ اور مدرس کے پاس صرف یہ ایک کتاب موجود ہو، اسے صرف یا نحو پر دیگر کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔

☆ اردو زبان میں علمِ صرف و علمِ نحو پر ایسی لازوال تصنیف جسے بڑھ کر آپ پکار اٹھیں کہ: مَا لِهٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصَاهَا!!

ناشر **ادارۃ القریش**

قَوَاعِدُ التَّصْغِیْرُ

تالیف علامہ ارشد حسن ثاقب

ہماری درسی کتب میں تصغیر کے ایک دو قوانین پڑھا کر یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ ہم نے تصغیر کے ضوابط کی تعلیم کا حق ادا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد نہ اساتذہ کو ضرورت محسوس ہوتی ہے، نہ ہی طلبہ کو کہ مزید کچھ پڑھایا جائے!!

☆ علمائے نحو نے تصغیر کے بارے میں پچاس کے لگ بھگ قواعد ذکر فرمائے ہیں جنہیں علامہ ارشد حسن ثاقب نے نہایت خوبصورتی اور وضاحت و تفصیل سے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔

☆ کیا تصغیر ہر کلمہ کی بنائی جاتی ہے یا صرف اسم کی؟ اور کیا ہر اسم سے تصغیر آتی ہے یا صرف معرب اسم سے؟ کیا ہر معرب سے تصغیر آتی ہے یا کچھ اسماء اس سے مستثنٰی بھی ہیں؟ اگر مستثنٰی ہیں تو وہ کون سے اسماء ہیں جنہیں تصغیر سے مستثنٰی کیا گیا ہے؟

☆ کیا تصغیر کا کوئی وزن مقرر ہے؟ اگر ہے تو ہر طرح کے اور ہر وزن کے کلمہ سے ایک ہی وزن پر تصغیر آئے گی یا اس کے مختلف اوزان ہیں؟

☆ کیا تصغیر صرف واحد کے صیغے سے بنتی ہیں؟ (جیسا کہ ہم لوگ صَرف میں اسمِ فاعل، اسمِ مفعول، صفتِ مشبھہ، اسمِ ظرف، اسمِ آلہ اور اسم تفضیل مذکر ومؤنث میں پڑھتے ہیں) یا تثنیہ اور جمع سے بھی آتی ہے؟ اور جمع میں سے صرف سالم کی آتی ہے یا جمع مکسّر سے بھی آتی ہے۔ پھر جمع مکسّر میں صرف جمعِ قلت سے آتی ہے یا جمعِ کثرت سے بھی بنائی جا سکتی ہے؟ اگر ان سب سے بنائی جا سکتی ہے تو ان کا ایک ہی قاعدہ وضابطہ ہے یا جمع کے مختلف صیغوں کے ضوابط مختلف ہیں۔ ان تمام سوالوں اور دیگر کئی طرح کے سوالوں کا جواب آپ کو صرف قواعد التصغیر میں ملے گا۔

☆ کتاب میں ہر قاعدہ کے ساتھ واضح مثالیں دی گئی ہیں۔ اور اگر کہیں اہلِ عرب نے شاذ تصغیر استعمال کی ہے (قاعدے کے برخلاف) تو اس کی الگ سے صراحت بھی کی گئی ہے۔

ناشر ادارۃ القریش

ريح العبير

في شرح

نحو مير

تاليف

علامہ ارشد حسن ثاقب

ادارۃ القریش

ادارۃ القریش

688/F بلاک گلشن راوی لاہور

0333-0323-4313162, 0300-4422446